ریشیات

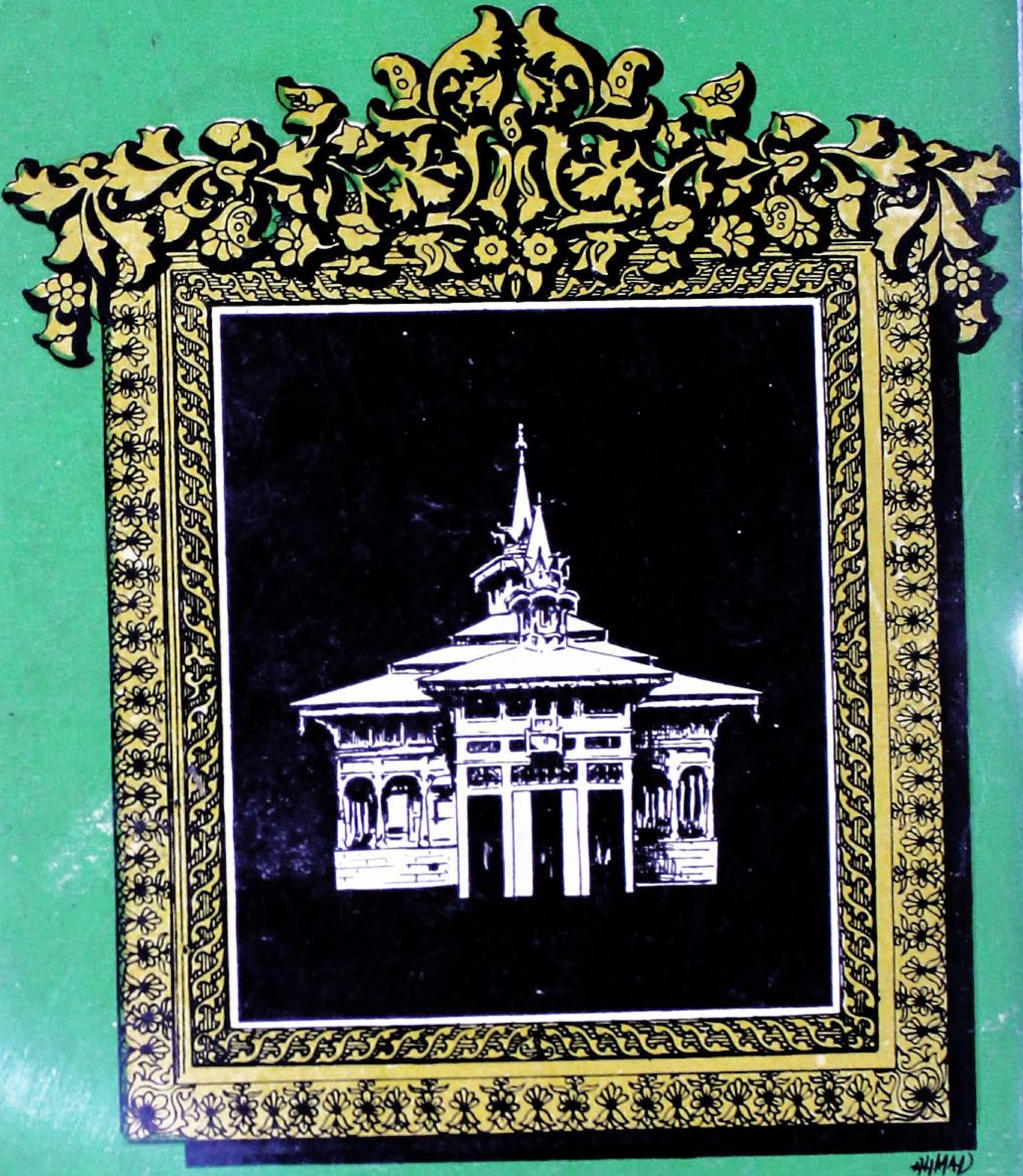

شیخ العالم ششصد سالہ تقریبات کمیٹی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

ریشیات

ذکران

محمد یوسف ٹینگ

ترتیب

رشید نازکی

معاون

محمد اسد اللہ

شیخ العالم شش صدسالہ تقریبات کمیٹی سرینگر

Marfat.com

ناشر : سیکریٹری شیخ العالم شش صد سالہ تقریبات کمیٹی سری نگر

مطبوعہ : جے کے آفسیٹ پرنٹرس دہلی

129539

کتابت : گلزار احمد

سرورق : جی احمد

سالِ اشاعت: ۱۹۷۸ء

قیمت : 27

Marfat.com

ترتیب

۱ حرفِ اوّل ــــــــــــــــ

محمد یوسف ٹینگ ۵

۲ ریشیت کا تواریخی پس منظر ــــــــــــــــ

پروفیسر پی این پشپ ۷

۳ اویسیت اور ریشیت ــــــــــــــــ

مفتی جلال الدین ۲۰

۴ ریشیت اور اسلام ــــــــــــــــ

پروفیسر محمد عبداللہ شیدا ۴۰

۵ ریشیت کی غایت اولیٰ ــــــــــــــــ

سیف الدین قاری ۵۰

۶ شیومت اور ریشیت ــــــــــــــــ

بی۔ این۔ پارمو ۶۰

۷ بدھ مت اور ریشیت ــــــــــــــــ

محمد اسداللہ ۸۴

۸ ریشیت کی نفسیاتی تاویل ــــــــــــــــ

غلام محمد آجنسر ۱۱۳

Marfat.com

۹ ہندومت اور ریشیت ———
ارجن دیو مجبور ۱۲۶

۱۰ شیخ العالمؒ کے بعد ریشی تحریک ———
محمد امین رفیقی ۱۲۹

۱۱ ریشیت کی مختلف تاویلیں ———
غلام رسول بٹ ۱۴۸

۱۲ ریشی تحریک کے نِسوانی کردار ———
رشید نازکی ۱۶۴

۱۳ زمانۂ حال میں ریشیت کے نقوش ———
پروفیسر مشعل سلطانپوری ۱۷۳

۱۴ ریشیت کی اِبتداء ———
موتی لال ساقی ۱۸۸

۱۵ ریشیت اور رہبانیت ———
رسل پوئنیر ۱۹۹

۱۶ شیخ العالم قافلۂ سالارِ ریشیت ———
نور محمد بٹ ۲۰۹

۱۷ ریشیت اور سلاطینِ کشمیر ———
محمد امین شکیب ۲۲۰

۱۸ ریشیت اور وشنوا تحریک ———
امر مالموہی ۲۴۰

• • •

Marfat.com

حرفِ اول

علمبردارِ کشمیر شیخ نورالدین نورانیؒ کے شش صد سالہ جشن مولود نے، خود حضرت شیخ کی حیات، ان کے فن اور پیغام کے ساتھ ساتھ کئی دلآویز جہتوں کی طرف قافلہ ہائے قلم کی رہنمائی کی۔ اس کاروبارِ شوق میں ہمارے علماء اور ادیبوں نے بڑی وسعت کے ساتھ خبر و نظر کے جو وہ صحرا چھان مارے۔ حضرت شیخ کے مسلکِ محبت کی رنگین داستان یاد آتے ہی ہمارا ذہن کشمیر کے صدیوں پرانے مذہبِ عشق یعنی ریشیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ ریشیہ کی جڑیں ہماری تمدنی تاریخ کے قرونِ مظلمہ (DARK AGES) تک پہنچ جاتی ہیں۔ اساطیر اور تاریخ کی قوس قزح کی اوٹ سے جھانک کر ہمیں ضرور ایسے ہمہ اسرار درویشوں سے ملاقات ہوتی ہے، جنہوں نے مایاجال کے فریبِ نظر سے ہٹ کر زندگی کی گہرائیوں میں غواصی کی ہے، اور حقیقتِ نظر کے موتی چنے ہیں۔ اس قافلہ محبت میں ہمیں یہاں کی تمدنی تاریخ کے ہر دور کے عظمائے رجال سے ملاقات ہوتی ہے، لیکن اس مخزنِ اسرار میں جو شے ہر دور کی مشترکہ میراث ہے۔ وہ مذہبِ انسانیت اور متاعِ عشق ہے۔ ناگ دور سے لیکر ظہورِ اسلام تک روشنی اور فیضان کا یہ ذریعہ ہمیشہ موجزن رہا ہے۔ اور یہاں کی تاریخ و ثقافت کو لہو بخشتا رہا ہے۔ ریشیت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب شاید آپ کو زیر نظر کتاب کا مطالعہ فراہم کرے۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے، وہ یہ ہے کہ مختلف اہلِ قلم حضرات نے مخصوص تناظر میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے اور یہ ضروری بھی ہے

Marfat.com

اس لئے کہ اس موضوع کی جہت جہت کو سمجھنے کی خاطر ہر طرف کے روزن کھلے رکھنے کی ضرورت ہے، ادارہ اس سلسلے میں قطعی طور پر ناطرفدار ہے، اور ہر قسم کے موزون خیالات کا استقبال کرتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہم ہر قسم کے خیالات سے اتفاق بھی کریں۔ ؎

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند　　بقدرِ بینشِ خود ہر کسی کند ادراک

اس قسم کا بنیادی مواد شاید ہمارے اہلِ ذوق محققین کے لئے اسرار راہ کا دروازہ کھول دے، اسی لئے ہمیں یہ کتاب شایع کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ؎

بہر نظر گلِ ما جلوہ می کند لیکن　　کس ایں کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم

محمد یوسف ٹینگ

Marfat.com

۞ پروفیسر پی۔ این۔ کشپ

ریشیت کا تواریخی پس منظر

ریشیت کا جو سلسلہ کشمیر میں ظہور پذیر ہوا اس کی جڑیں قدیم تواریخ میں بہت گہری دکھائی دیتی ہیں۔ ویسے تو ویدوں کے زمانے میں بھی یہ خوبصورت وادی ریشیوں کا مسکن رہی ہے لیکن ویدک کال کا ریشی صاحبِ بصیرت تو تھا، پابندِ رہبانیت نہ تھا۔ کیونکہ ویدوں میں جس تپس (یعنی تپ) کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں رہبانیت پر بالکل زور نہ تھا۔ ویدی شرح کے مطابق ریشی وہ صاحبِ بصیرت تھا جس کی آگہی منتر کے سانچے میں ڈھل کر الہامی کلام بن جاتی۔ بعد کے زمانے میں (یعنی آرنیکوں اور خصوصاً اپنشدوں کے دور میں) جب روحانی تحیر، تجسس اور تفکر کی انتہائی بستی سے دور نکلوا [illegible] جا پہنچی تو ان ریشیوں کے ایک خاص گروہ نے ریاضت کو رہبانیت کی شکل دی اور ریشیوں کے آشرم روحانی تعلیم و تبلیغ کے مرکز بن گئے۔ ان میں سے کئی مراکز میں ویدک دھرم نے یگیہ کی اتنی اہمیت نہ دی جتنی روحانی غور و فکر اور نیک کرداری کی۔

انہی دنوں جب مہاتما بدھ نے بودھ سنگھ کی تشکیل کی تو ان مراکز ہی کی طرح بودھ بھکشوؤں کے لئے وہار بن گئے جہاں ایک خاص طرز کا آچار و چار (کردار و فکر) پنپنے لگا۔ چنانچہ ان بودھ فقیروں کا جو خانقاہی نظام استوار ہوا، اسی سے اندر کشمیر کی ریشیت کا [illegible] تلاش نا سودمند ہو گا، نہ کہ اس سے باہر شیو یا وشنو اداروں میں۔ ابتوال دھرم پانڈ کو سمبی[2] جملوں میں

۱؎ حوالہ جات کے لئے مضمون کے اختتام پر کتابیات ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

رہنے والے ان رشیوں منیوں کو تاپس یا پرِوراجک کہتے تھے ۔ انہی تپسوی لوگوں کے سنگھوں میں سے جنستھان (یعنی بستیوں) میں گھوم کر لوگوں کو اپدیش دینے والے الگ الگ شرمن سنگھ نکلے۔" (مُلاحظہ ہو بھگوان بدھ صفحہ ۶۶) ۔

شرمن سے مراد ہے شرم یا کڑی ریاضت کرنے والا، یعنی فلاحِ عام کے لئے ریاضت کرنے والا۔ سنگھ کا بنیادی مقصد ہی تو "بہت سارے لوگوں کے بھلے کے لئے "بہت سارے لوگوں کے سُکھ کیلئے" کمربستہ رہنا تھا۔ بقول بُدھ :

" بہُجن ہتایہ بہُجن سُکھایہ" ———— بدھ کے زمانے میں پہلے سے ہی باسٹھ شرمن پنتھ رائج تھے، جن میں سے پانچ نمایاں تھے اور بُدھ کا اپنا شرمن پنتھ تریسٹھواں تھا۔ غالباً بیراگی، اگھور، کبیر، داود وغیرہ ناموں سے منسوب گونا گوں پنتھ بھی انہیں شرمن پنتھوں سے ماخوذ ہیں۔ بُدھ کے شرمن سنگھ کی رہبانیت نے، (بالخصوص رہن سہن اور کھان پان کے طور طریقے) نے انتہائی صورت اختیار کر لی تھی۔ کھان پان ہی کو لیجئے۔ اس سلسلے میں بھگوان بُدھ اپنا ذاتی تجربہ ساریپتر کو سناتے ہوئے کہتے ہیں : (بمطابق مجھم نکائے)

" ایک ہی گھر سے بھیک لیکر ایک ہی لقمے پر قناعت کرتا تھا۔ یا دو گھروں سے دو لقمے ... اور اسیطرح سات دن تک بڑھاتے ہوئے سات گھروں سے سات لقمے لیکر میں گذر کرتا تھا۔" یا " ایک دِن چھوڑ کر یعنی ہر تیسرے روز کھاتا تھا۔ پھر دو دِن چھوڑ کر یعنی ہر چوتھے روز کھاتا تھا۔ اس طرح روزوں کی تعداد بڑھاتے ہوئے ہفتہ میں ایک بار یا پکھواڑے میں ایک بار کھا لیتا تھا۔" ایسے ہی :

" میں ساگ، شیاماک (یعنی دھان کے اندر اُگنے والی سانولی گھاس) نیوار (یعنی جنگلی دھان) پر ہی گذر کر لیتا، اور ویرانے میں پٹ سن کے کپڑے پہن لیتا۔"

" کئی شرمنوں اور برہمنوں کا خیال ہے کہ کھان پان سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ وہ فقط بیر کھا کر گذر کرتے ہیں۔ یا بیر کا آٹا استعمال کرتے ہیں یا بیر کا کاڑھا پیتے ہیں۔ یا بیروں کی تیا

Marfat.com

کی ہوئی کوئی دوسری چیز کھا لیتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایک ہی بیر کھا کر رہتا تھا۔ ہے ساریپت، کہیں ایسا نہ سمجھنا کہ اُن دنوں بیر بہت بڑے ہوتے تھے۔ آج جتنے ہیں، تب بھی اتنے سے ہی ہوتے تھے......"

"ہے ساریپت! میں ایک ہی تل، ایک ہی چاول یا ایک ہی دانہ مونگ کھا لیتا تھا۔ ایسا مت سمجھو کہ اُن دنوں یہ دانے بڑے ہوتے تھے۔ آج جتنے ہی ہوتے تھے۔" (لباس کے بارے میں مزید):

"میں سن یا ٹاٹ کا چیور (یعنی ڈھیلا ڈھالا لباس) پہنتا تھا۔ انسان کے بالوں کا یا گھوڑے کے بالوں کا بنا کمبل اوڑھتا تھا یا الو کے پروں سے چیور بنا کر اپنے آپ کو ڈھانپ لیتا تھا۔"

مجھم نکائے ہی کے (نواپ ست) کے مطابق بدھ کے زمانے تک چار طرح کے شرمن نمایاں تھے: ایک وہ جو ویدک دھرم ماننے والے براہمن رشی تھے۔ اور یگیہ رچاتے تھے۔ دوسرے وہ جو ویدک یگیہ کے تشدد آمیز عمل سے بیزار ہو کر پھل پھول پر ہی بسر کرنے والے رشی منی تھے اور یادِ خدا کی ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ تیسرے وہ جو جنگلوں میں ریاضت کرتے ہوئے بھی بستیوں میں گھوم گھوم کر روحانی تفکر کا پرچار کرتے اور بھیک مانگ کر گذر کرتے۔ چوتھے وہ جو 'آتما ہے یا نہیں ہے' کے چکر میں پڑے بغیر ہی تزکیہ نفس کے عمل میں مشغول رہ کر توکل اور فقر کے درمیانہ راستے کو اپناتے۔ یہی (درمیانہ راستے والے) رشی بودھ شرمن کہلائے، جو بنیادی طور اُن چار سچائیوں کے قائل تھے۔ جنکی بھگوان بدھ نے تلقین کی تھی۔ یعنی (بمطابق مہاوگ) ایک دُکھ کا اصلی باعث آتما یا پرکرتی (یعنی روح یا مادہ) نہیں بلکہ پیاس (یعنی حرص و ہوا) ہے —— دوسری، جب تک پیاس قائم ہے، دکھ کا وجود بھی قائم رہے گا —— یہ پیاس کہاں سے آئی یہ سوال ہی بے کار ہے —— تیسری: پیاس کو مٹا کر ہی نروان (یعنی دُکھ سے نجات) ممکن ہے —— چوتھی: (نروان کی طرف لے جانے والا) راستہ وہ انتہاؤں کے بیچ میں سے جانے والا وہ راستہ ہے جو اشٹانگ مارگ (یعنی آٹھ حدوں والا راستہ) کہلاتا ہے۔

Marfat.com

(نہادگ کے مطابق ہی) اس راستے کی وضاحت بدھ نے یوں کی ہے:

"بھکھوؤ! ..... یہ دو انتہائیں کونسی ہیں؟ پہلی انتہا ہے شہوت پرستی میں سکھ ماننا۔ یہ روش لامتناہی، غیر مہذب، عامیانہ اور شر انگیز ہے۔ دوسری (انتہا) ہے: جسم کو طرح طرح کی اذیت دینا۔ یہ روش بھی نہایت پریشان کن، سفاکانہ اور شر انگیز ہے۔ ان دونوں انتہاؤوں کو چھوئے بغیر ہی تتھاگت (بدھ) نے بیچ کا وہ بصیرت افروز راستہ کھوج نکالا ہے۔ جو اطمینان قلب، فیضان، آگہی اور نروان کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ کون سا ہے؟ (وہ ہے):

نظر سالم، ارادہ سالم، تکلم سالم، عمل سالم، روزی سالم، ریاض سالم اور مراقبہ سالم"

اس سے پہلے کہ سلسلہ ریشیت میں اس مسلک کا پرتو دیکھنے کی کوشش کی جائے یہاں پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ ان (بودھ) شرمنوں نے ذات پات اور چھوت چھات کی تمیز کو بالکل رد کر دیا تھا۔ بھگوان بدھ کی تلقین تھی کہ

(بمطابق اُدان، انگتر نکائے، اٹھک نپات)

"بھکھوؤ! گنگا، جمنا، اچروتی، سرجو، مہی وغیرہ ندیاں مہاسمندر (بحیرۂ اعظم) میں جا ملتی ہیں تو اپنا اپنا نام چھوڑ کر محض مہاسمندر کا نام اختیار کر لیتی ہیں۔ اسی طرح کھشتری، براہمن، ویش اور شودر یہ چاروں ورن تتھاگت (بدھ) کے سنگھ میں داخل ہو جانے پر اپنے پہلے نام گوتر چھوڑ کر محض شاکیہ پتر شرمن (یعنی بودھ شرمن) کے نام سے پہچانے جاتے ہیں"

ہاں تو کشمیر میں بودھ دھرم کا آغاز چاہے اشوک سے بہت پہلے ہوا ہو چاہے اشوک کے عہد میں، کشمیر صدیوں بعد تک بودھ دھرم کی ترویج اور تبلیغ کا ایک اہم مرکز رہا۔ آس پاس کے ممالک میں، خاص کر وسط ایشیا (ختن، کاشغر، یارقند، سمرقند، بلخ، بخارا)، تبت، چین، اور منگولیا میں بودھ دھرم اور تہذیب کا دھارا کشمیر سے ہو کر ہی جا پہنچا۔ چنانچہ بخارا کی بودھ خانقاہ کا بڑا مہنت (یعنی سرغنہ یا مکھیا) بھی جو بعد ازاں برمک نام سے مشہور ہوا، کشمیر کے بودھ عالموں سے فیضان حاصل کر چکا تھا۔ اور تو اور، بودھ دھرم کی مشہور عالم دانش گاہیں، نالندہ اور

Marfat.com

وکرم شلا میں بھی کشمیریوں کی برگزیدگی کو تسلیم کیا جاتا رہا۔ وکرم شلا کی تباہی (ترکوں کے ہاتھوں) ہوئی تو وہاں کے ہندوستانی بودھ سنگھ کا مہرشی کیہ بھدر (جو بقول [illegible] کشمیریا یا کشمیری پنڈت تھا۔) وہاں سے پوربی بنگال کے جگت تلا وہار میں گیا۔ وہاں سے اپنے شاگردوں کو لے نیپال چلا گیا جہاں سے تبت کے حکمران کیرتی دھوج نے انہیں اپنے ہاں بلایا۔ ایسے ہی وکرم شلا کے سنگھ راج کئی برس تبت میں سرگرم عمل رہے اور بعد میں کشمیر لوٹ کر ۱۲۲۶ء میں انتقال کیا۔

غرضیکہ تیرھویں صدی کے اوائل تک کشمیر بودھ تہذیب کی ترویج میں سرگرم حصہ لے رہا تھا۔ حالانکہ اس دوران کشمیر میں بودھ دھرم کا دھارا شیو اور وشنو دھاروں کے سنگم میں گر کر اپنی انفرادی حیثیت کھو چکا تھا۔ پھر بھی اس دھرم کی علمی اور ثقافتی سرگرمیوں نے کشمیر میں کئی گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن میں وہاروں کی روایت خاص طور سے قابل غور ہے۔ چنانچہ آگے چلتے چلتے بھی یہ روایت بہت حد تک خانقاہی طریق کا ایک دیرینہ ورثہ بن گئی۔ اوپر اوپر سے یہ نقوش بے شک بہت کچھ گھس چکے ہیں لیکن باریکی سے دیکھنے پر ان کے گہرے خدوخال پہچان لینا زیادہ مشکل بھی نہیں۔

اس طرح کشمیر میں اسلام کی آمد سے پیشتر ہی زہدیت کا ایک روایتی سلسلہ ارتقا پذیر تھا۔ کشمیر کے شیو درشن نے بودھوں کی کئی فکری دلائل کو اپنا کر بھی انکے جس بنیادی رویے کی شدید مخالفت کی وہ وجود مطلق سے بودھوں کی بے نیازی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں بودھ شرمن سنگھ بھی شیو درشن کے اصرار سے متاثر ہو کر وجود مطلق کے تئیں ایک پر اسرار متصوفانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے [illegible] جب شیو درشن [illegible] اثر [illegible] اپنے [illegible] زور دینے لگا تو زہدیت [illegible] اسلام کے [illegible] مسلک [illegible] سلسلے کی بنیادی خوبیوں کو اپنے کردار [illegible] سمجھ لیا جیسا کہ [illegible] کلام شیخ العالم [illegible] سے [illegible] بلکہ نورناموں اور ریشی ناموں میں درج حالات اور اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں تاریخی پس منظر کا ایک اور پہلو بھی ہے جس پر پردہ ڈالا نہیں جا سکتا۔ اسلام کی آمد کے بعد جب خراسان سے کشمیر کا تمدنی رشتہ جڑ گیا وہ ایران کے اکثر صوفیائے کرام کا مولد تھا اور بقول ڈاکٹر محمد عمر[7] (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، صفحہ ۳۰)

"قیاس اغلب ہے کہ اس کا سرچشمہ اور منبع شہر بلخ تھا جو بعد میں بدھوں کا اہم ترین مرکز تھا۔"

لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بلخ، بامیان اور آس پاس کے بودھ وہار کے راہب کردار کی پاکیزگی کو برقرار نہیں رکھ پائے تھے جبھی تو ان کی تعلیمات سے بد ظن ہو کر کے ان علاقوں میں اسلام پھیلا اور بودھوں کا خاتمہ ہو گیا۔ کچھ بھی ہوا اس میں شک نہیں کہ کشمیر میں ان دنوں بھی بودھ رہبانیت کے چند عناصر یہاں کے قلندروں، سادھوؤں، رشیوں، زاہدوں اور صابروں کا شعار بن چکے تھے۔ اور اسی لئے ایرانی تصوف میں انہیں گہری قدر و منزلت نظر آتی تھی۔ چنانچہ مغل شہنشاہوں نے کشمیر کے دورشاہی پر یہاں کے ریشی سلسلے کو بنظر تحسین دیکھا۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں ان کی جو تعریف لکھی ہے وہ چشم دید حالات پر مبنی ہے۔

حق شناسوں کے دو گروہوں کی مشترکہ روحانی میراث سے فیضان حاصل کر کے ہی دارا شکوہ نے اپنی تصنیف مجمع البحرین[8] میں ہندو دھرم اور دین اسلام کی روحانی معنویت کا تقابلی مطالعہ پیش کیا اور مرزا قتیل نے (جو بقول ڈاکٹر محمد عمر، صفحہ ۲۳۵) "بیک وقت ایک صوفی اور یوگی تھا"۔ اپنے رسالے ہفت تماشا[9] (صفحہ ۶۳) میں لکھا:

"صوفیا کے اعمال وہی ہیں جو ویدانتیوں کے اعمال ہیں۔ رقص اور وجد جو صوفیا میں رائج ہے، وہ انہوں نے بیراگیوں سے سیکھا ہے۔"

مطلب یہ کہ صوفیا اور بیراگیوں کا جیسا ربط اور اشتراک شمالی ہند میں مروج تھا ویسا ہی ربط و اشتراک کشمیر کے صوفیا اور رشیوں میں بھی وقوع پذیر ہوا تھا۔ چنانچہ شیخ العالم بننے سے پہلے نند رشی نے جو روحانی روایت ورثہ میں پائی تھی وہ مقامی ریشیت کی ایک ایسی روایت تھی جس میں بودھ اور شیو و وشنو روایتیں گھل مل گئی تھیں۔ اس کی ملی

Marfat.com

رشیت کا امتزاج اسلام کی تازہ وارد روایت سے ہوا تو تضادات کے ساتھ ہی ساتھ یگانگت کے بعض عناصر پر بھی نظر جم گئی۔ یگانگت کے یہی عناصر بعد میں اسلامی توحید کی آنچ میں تپ کر اور بھی پختہ ہو گئے اور عالمی برادری کے ایک اور افق سے روشناس ہو گئے۔ "بہوجن ہتایہ بہوجن سُکھایہ" (یعنی بہت سارے لوگوں کے بھلے کے لئے، بہت سارے لوگوں کے سکھ کے لئے) کمربستہ رہنے کا جو اُپدیش بُدھ نے دیا تھا وہ بھی) بلا لحاظ رنگ و نسل و قوم تھا۔ اسی لئے وہ اخوت اسلام کے ملقین سے ہم آہنگ ہوتا گیا۔ نفس کشی نے فقر کا اسلامی رنگ پکڑا، نروان کا آدرش فنا کے تصور سے ہم بغل ہو گیا اور شیو درشن کا پرم شیو اسلام کے قادر مطلق کا ہی ایک اور نام جان پڑا۔

ایک لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام سے ہم آہنگ ہو کر کشمیر کے رشی مسلک نے نئے تقاضوں کو پورا کیا اور وہ شکل اختیار کر لی جو کلامِ شیخ العالم (کے شلوکوں) سے مترشح ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ العالم نے اپنے پیش رو رشیوں کو بھی خراجِ عقیدت ادا کیا ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ شیخ العالم نے ہی کشمیر میں رشی سلسلہ کو اسلام کی ہمہ گیر بنیاد دلا ... آب و تاب کے ساتھ استوار کیا۔ ان سے پہلے کے رشی بھی ایک خاص سلسلے کی کڑیاں جان پڑتے ہیں۔ لیکن محض روایتی طور پر مثالی طور پر نہیں۔ نند رشی نے اپنے پیش رو رشیوں کے بارے میں جو شلوک کہے ہیں ان میں عقیدت کے ساتھ انکساری کا سُر بھی بج اٹھا ہے۔ جو اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ جو رشی اس مسلک کی جڑوں کو قدیم روایت میں کھوجنے کی ضرورت جو نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کا ... کے رشی) ہمسر وہ اپنے ہم عصروں کی اہمیت کو تو نہیں دیتے بلکہ پیشروؤں کی اہمیت کو بھی مانتے ہیں۔ "کربند ان توشہ ... " یا "تیتھ ... " ... شلوکوں میں انہوں نے اپنے ان پیش رو بزرگوں کو یاد کیا ہے جو بلا واسطہ سلسلۂ ریشیاں سے وابستہ تو نہیں تھے۔ ... رشی مسلک ان کی بابرکت شخصیتوں سے فیض پاتا تھا۔ ان میں ... ... خاص طور ... قابل توجہ ہے۔ لل دید رشی ... والبتہ تو نہیں تھیں لیکن اس مسلک ... روحانی مماثلت رکھنے والے اُس شیو مسلک سے ... تھیں جو ظاہرداری سے بالاتر ہو کر ... نفس کی تطیف ...

Marfat.com

کا قائل ہے، جو "چپے چپے" میں شو کو ویسے ہی (جلوہ جگر) دیکھتا ہے جیسے (ذرے ذرے میں) سورج کو۔ جو ہندو اور مسلمان میں (روحانی) امتیاز نہیں کرتا، جو مورتی پوجا کی فرسودہ روایت سے انحراف کرتا ہے اور خود آگہی کی منزل تک جا پہنچنے کی تگ و دو میں ہے۔ نند رشی کے شلوکوں میں شیو درشن کی خارجیت ڈھونڈ نکالنے کی سعی ویسی ہی لاحاصل ہے جیسی لل دید کے واکھوں میں اسلامی تفکر کا رمی بیان دیکھنے کی کوشش۔ لیکن واکھ اور شلوک کے اندر روحانی [illegible] تقاضوں کی مماثلت سے بھلا کیسے انکار ہو سکتا ہے؟ یہ مماثلت اس لئے بھی پائی جاتی ہے کہ دونوں کو روحانی ریاض کی ایک مشترکہ میراث نصیب ہوئی ہے۔ جس میں وقت وقت پر فروعی باتوں کی آلائش کے باوجود اصلی جوہر کا وجود قائم و دائم ہے۔ دونوں میں سہج (یعنی فطری، لدنی یا فی البدیہہ) لفظ کا استعمال بھی ایک مشترکہ لفظی اور فکری بلکہ کرداری خصوصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سہج کا تصور (جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے) کشمیر میں اس فکری لہر کے ساتھ آپہنچا تھا جو ملک بھر میں سہج یانی بودھوں اور سدھوں نے بہائی تھی۔ نند رشی نے تو اس کی معنویت کا ایک اور گوشہ اس وقت روشن کر دیا جب انہوں نے قرآن کے ساتھ اس لفظ کو جوڑ کر حضرت رسول پر سہج قرآن نازل ہونے کی بات فرمائی۔ نئے اور پرانے کا یہ حسین تال میل رشی مسلک کا خاصہ ہی تو ہے۔ نند رشی کے الفاظ ہیں:

حض رژسولس کامت ژآجے
ژئے ژس سۆزتھ سہز قرآنہ
بھگہ سہ یمی ریاضت پاؤ
تیمہ ہم تہس ژہ میہر بانہ

سہج کے اندر اندر کی دریافت محض ایک لسانی حادثہ نہیں بلکہ ایک ادراکی وجدانی عمل کی منور برکت ہے۔ نند رشی سہج آپاسنا (یعنی اپنے اندر ہی حق کی تلاش کے ذریعے لازماً فیض یاب ہوتے ہوں گے، جبھی انکا ایک نام سہجانند (یعنی فطری یا عرفا

Marfat.com

عسرت والا) بھی بڑا تھا۔ لل دید نے بھی اپنے واکھوں میں سہج کی برتری کے گن گائے ہیں اور بعد کے صوفی شعراء نے بھی اس روحانی اصطلاح کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ غرضیکہ نندہ ریشی کے ریشی مسلک کی جڑیں اپنے ماحول کی قدیم روایت میں بہت گہری تھیں۔

شیخ العالم کے ریشی مسلک کا یہ صوفیانہ پس منظر ملاحظہ کرنے کے بعد اب ذرا دو ایک ایسی تصانیف پر بھی نظر ڈالی جائے جو نندہ ریشی کے صوفیانہ مسلک سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک ہے ـــ بابا داؤد خاکیؒ کا ریشی نامہ (قصیدہ لامیہ) جو ۹۸۰ھ میں تحریر ہوا۔ دوسری تصنیف ہے خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ کشمیر اعظمی جو ۱۱۶۸ھ میں مکمل ہوئی۔ شیخ بابا داؤد خاکیؒ نے اپنے پیر صحبت شیخ ہردی بابا ریشی (المعروف بہ ریشہ مالو صاحب) کی مدح میں اپنا قصیدہ لکھتے ہوئے ریشی مسلک پر بھی روشنی ڈالی ہے اور سنی سنائی باتوں سے زیادہ چشم دید حقایق بیان کئے ہیں جبکہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے تصنیف سے اپنی وابستگی اور تواریخ نگاری میں دسترس کی بدولت اپنے پیش رو تواریخ نویسوں اور تذکرہ نگاروں سے استفادہ کرکے حضرات صوفیاء عارفان حق پر قلم اٹھاتے ہوئے سلسلہ ریشیاں کی اہم کڑیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ان دونوں تصانیف سے چند اقتباسات پیش کرنا اس لحاظ سے اہم ہے کہ ان سے ریشیت کی کئی ایسی خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے جو (بودھ) شرمن سنگھ کے مسلک کی وضاحت ـ پہلے میں دیئے گئے اقتباسات سے ابھرنے والی خصوصیات سے ظاہر طور پر فرق دکھائی دیتی ہیں تو باطنی طور پر انکی توسیع ہی تو ثابت ہوتی ہیں۔

ریشہ مالو کی بود و باش کے بارے میں بابا داؤد خاکیؒ رقمطراز ہیں کہ

"از قناعت ترک زینت در بپوشش خوی بود
پوشش او اکثر اوقات بود پشمینہ شال
سوی کفش و موزہ و سرموزہ اش میلی نبود
گر برفتی پا برہنہ کرنکہ کردی انفعال

پوششِ بعضی مُریدانش زروی مسکنت
ژندۂ کہن است یا خود خرقۂ پیرم و دوال

دراوایل درخلافِ نفس کوشش کردہ بوُد
در ریاضت ساختہ نفس وہوا را پائمال

زاہد مرتاض بود و از ریاضتہای اوست
صوم دہر و ترکِ لحم و ہم دوام اتصال

ترکِ حیوانی و ہم سیر و پیاز و گندنا
ہست شرط دعوت اسمای حق اے خوشخصال

در شریعت مومنا ہر بدعتی مذموم نیست
چوں بہ بینی بدعتی مندوبہ باحسنہ مثال"

اور شیخ نورالدین نورانی رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں یوں فرماتے ہیں:

"ریشیان این دیار اکثر اویسیؒ بودہ اند
چشم عبرت بین ساں را بود از غیب اکتحال

شیخ نورالدین ریشیؒ پیر جمع ریشیان
زاہدی خوش بود و با حق داشت بسیار اشتغال

بود با تجرید و تفرید اہل صوم دہر نیز
ترک [illegible] لحم و [illegible] و انجیل بسیار [illegible]"

Marfat.com

شیخ العالم اور ریشی مسلک کے بارے میں زہد وفقر اور تزکیۂ نفس کا بیان تمام نورناموں اور ریشی ناموں کے علاوہ "اسرار الابرار" جیسے تذکروں اور واقعاتِ کشمیر جیسی تواریخ میں کم و بیش اسی طرح ملتا ہے ۔ بقول خواجہ اعظم دیدہ مری :

"ریشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہداں و عابداں در ریاضت سخت و صلب تر باشد و خود را از اولاد و ازدواج فارغ دارد دست از جمیع آرزو ہا و ہوس بر دارد چہ جای ملک و مال و جناب دین شیخ باکمال (مراد بہ شیخ نورالدین) دریں امور ازیں طبقہ منفرد و ممتاز بود و تقوی را بنہایت الغایت فرمود ...... حجب صوریہ را ہم کہ تعلقاتِ زن و فرزند بود برداشت ......
دوازدہ سال در مغارات جبال از ہمہ بیگانہ گشتہ بہ تنہائی گذرانیدہ بجز از گیاہ قوتے نداشت ۔
دوازدہ سال دیگر آنرا ہم ترک کردہ بریک کاسہ شیر بگذرانید ہرگز در عمر بکام نفس نرفت ۔ چون شیر را ہم موجب لذت نفس پروری دانست آنرا نیز گذاشت و دو ثلث سال بر قدری آب جوی عاملہ اکتفا کرد بیست و شش سال نان و غلہ نخورد ...... الغرض شیوۂ ریشیاں را کہ بعد خلاصی ریلا من مندرس شدہ بود بتجدید و تزئین آراستہ و پیراستہ بر باد داشت و ہمت بر قتل نفس و شکست بدات منسوب گجاشت"

نفسِ امارہ پر قابو پانے کے لیے نندہ ریشی کی ریاضتِ شاقہ کا خواجہ دیدہ مری نے جس تفصیل سے ذکر کیا ہے، اُس کا تقابلی مُطالعہ (مجمع نکات کے مطابق) ابو دندہ شریں میں ہی ریشیت کے رجحانات کیجیے تو تصوف کی تاریخی کڑیاں جڑتی نظر آتی ہیں اور وقت [illegible] نئے نظریوں سے اثر لے کر ریشیت کے ارتقا کا عمل بھی واضح ہو جائے گا ۔

اختتام پر اس تاریخی پس منظر میں عملاتِ والی چند اور باتوں پر نظر ڈالنا [illegible] خالی نہ ہوگا ۔ شیخ نورالدین کے جانے کے بعد نند ریشی جس ریشی سلسلے کے [illegible] ہو [illegible] بنیادی شرط بنی گئی [illegible] دائرہ اسلام [illegible] سے منسلک نہ ہوتے [illegible] زمانے میں پنڈت [illegible] کے ہوتے ہوئے بھی ریشی سلسلے سے باہر رہے ۔ تاہم یہ بات [illegible] ۔

Marfat.com

ریشی عام طور پر اپنے کشمیری ناموں سے ہی جانے جاتے ہیں ، خالص اسلامی (عربی) ناموں سے نہیں۔ چنانچہ شیخ نورالدین نورانیؒ شیخ العالم اور علمدارِ کشمیر جیسے القاب سے مزین ہو کر بھی عوام میں نندؔ سنزؔ، نُندؔ بابہ یا نُند ریشی ہی کے نام سے مقبول ہوئے۔ ریشیوں کے چند اور خالص کشمیری آہنگ والے نام ملاحظہ فرمائیے: زینہ شاہ صاحب، نصر بابہ بام ریشی، ریگے ریشی، روپہ ریشی، نوروز ریشی، ہردی ریشی (ریشہ بابہ صاحب) ابلہ ریشی، گُندہ ریشی، نوندی ریشی لچھمہ ریشی، آوت ریشی، بتہ مول صاحب، زینی ریشی، زونی ریشی، نوری ریشی، کنگی ریشی، میری ریشی، شنگر ریشی، ہدہ بابہ، لالہ بابہ، ایبہ ریشی اور سونتی ریشی۔ ظاہر ہے کہ ان ریشیوں کی دلچسپی درباری زبان سے نہ ہو کر عوامی زبان ہی سے تھی۔ عوام سے ان کی وابستگی مذہب کی روحانی قدروں کا بنیادی تقاضہ تھی۔ اسی لئے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی ان ریشیوں نے غیر مسلم عوام کو نیچی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اسلام کی بنیادی سچائی کو اپنے کردار میں جھلکا کر انہوں نے غیر مسلم عوام کو بھی خدمتِ خلق کے دائرے میں برابر کا حصہ دار گردانا۔ ریشیت کا یہ تاریخی پس منظر ہماری میراث کا سب سے انمول سرمایہ ہے ——— ●●

کتابیات

۱۔ رگ سوتر ورتی : ویدک سنشودھن منڈل، پونہ ۱۹۶۵ء (تسیہ سوکت سیہ درشٹر تولات تدیہ رش (۴) ص ۱۳۲)

۲۔ بھگوان بدھ : دھرمانند کوسمبی (راج کمل پرکاشن، دلی ۱۹۵۶ء)

۳۔ تھیم زنائے : پالی ٹیکسٹ سوسائٹی کے ستہ پٹک میں

۴۔ مہاوگ : پالی ٹیکسٹ سوسائٹی کے ونے پٹک میں

۵۔ انگتر نکائے : پالی ٹیکسٹ سوسائٹی کے ستہ پٹک میں

Marfat.com

۷۔ بودھ سنسکرت : "دھنک پستک بھون" کلکتہ ۱۹۵۲ء
۸۔ ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر : پبلی کیشن ڈویژن، نئی دہلی ۱۹۶۸ء
۸۔ مجمع البحرین : ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کلکتہ ۱۹۲۹ء
۹۔ ہفت تماشا : مطبع نولکشور، لکھنؤ ۱۹۷۵ء
۱۰۔ پریتبھگیا ہردیم : (خصوصاً سوتر ۳) ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سری نگر۔
۱۱۔ سنسکرتہ سنگم : (خصوصاً "سہج اور شونیہ" عنوان کا باب) ساہتیہ بھون لمیٹڈ الہ آباد ۱۹۷۵ء
۱۲۔ قصیدہ لامیہ : (نعروی ریشی) شعبہ نشر و اشاعت ادارہ سلطانی سرینگر ۱۹۷۰ء
۱۳۔ تاریخ کشمیر اعظمی : مطبع نور محمدی، لاہور ۱۳۰۳ھ

●

قوموں کے لئے کسی شخصیت کی علامت یا نشان (SYMBOL) بن جانے کا تصور خاصا جدید ہے۔ اگر ایک سحر کی پیدائی کے لئے صد ہزار انجم و کواکب کے خون کی ضرورت پڑتی ہے تو ایک علامت کے طلوع کے لئے ہزاروں پیغمبروں کی روشنی اور لاکھوں ذہنوں کے اجالے کی کرنیں بہم ہونی چاہئیں۔ کشمیر نے ذہنی، روحانی، علمی، تاریخی اور تمدنی اکتسابات کی بنا پر ایک مرکب مجموعہ (COMPLEX) اکٹھا کیا ہے۔ اس کے کمالات کا تنوع اور اس کے ماحصل کی زرخیزی اور نیرنگیات ذہن انسانی کی نعمتوں کی خوب صورت جلوہ گاہ بنا دیتے ہیں۔ اور ہماری ساری تواریخ میں حضرت شیخ نور الدین نورانی سے زیادہ کوئی شخصیت کشمیر کے روحانی اور تہذیبی تخیلات کی علامت بن جانے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ علامت کے تصور کے جدید ہونے کے باوجود یہ بات بھی ثابت ہے کہ ہمارے اسلاف بزرگی حضرت شیخ کی عظمت کا یہ پہلو پوری طرح پہچانتے تھے ــــــ

محمد یوسف ٹینگ

Marfat.com

○ مفتی جلال الدین

اویسیت اور ریشیت

کشمیر کی ریشیہ واری میں جو جو کونپل پھوٹے اور جو جو گل کھلے گل اسی معنی میں جس میں حضرت سید شاہ ہمدانیؒ جناب میر سید علی ثانی قدس اللہ سرہ اعلی کے چہل اسرار کی غزل کے اس شعر میں استعمال کیا گیا ہے۔ ؎

ہر گلے کو رُست در باغِ وجود
آب حیوانِ ہمہ از جوی اوست

ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں و خنداں مہک دار خوشبودار نکہت خیز و عطر بیز ہمارے اپنے شیخ العالم حضرت نورالدین نورانی عرف نُند ریشی علمدارِ ملک کشمیر کی پاک ہستی کا گل نورانی ہے۔ یہ ہستی ہم کشمیریوں مسلم و غیر مسلم کے لئے مایہ ناز ہے۔ کیوں کہ یہ ذات ہمارے لئے قبلۂ حاجات و سرچشمہ روحانیت ہے۔ ؎

قبلۂ حاجات گر خواہیش اجد رشدہ است

اس گلِ خنداں کو بڑھنے، نشو و نما پانے، بلند رہونے، ترقی کرنے اور کمال تک پہنچنے کے لئے جس سرچشمہ سے آب حیوان ملا ہے وہ عیاں و بیاں، ظاہر و باہر نہیں ہے اس معمہ کی شرح یہ ہے کہ اس فرمان الٰہی کہ "اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ڈھونڈو" (القرآن) کے تحت ہر سالک وصوفی

Marfat.com

ہر عارف درویشی اور روحانیت و روحانی پاکیزگی کے طالب کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ کسی رہبر کامل، راہ نما، پیر، مرشد کے دست حق پرست پر بیعت کرے۔ پیر رومی نے فرمایا ہے۔ ع

پیشِ مردے کاملے پامال شو

سفرِ راہ سلوک و خدا طلبی میں کسی پیر مغان کا دامن پکڑ کر پیکر طاعت و مجسمہ پیروی بنے یہاں تک کہ اگر پیر مغان جائے نماز جیسی پاک چیز شراب میں رنگین کرنے کا حکم دے اس حکم کو (جو بظاہر سراسر شریعت کے خلاف ہے) کی تعمیل میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ ظاہر نہ کرے۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

علم تصوف کے اصول میں "مرشد کی ضرورت" کے عنوان کے تحت ایک اہم باب بندھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ ہر متصوف ہر طالب اور ہر سالک کو رہبر تک پہنچنا رہبر کے ساتھ تعلق پیدا کرنا سخت ضروری ہوتا ہے تب ہی وہ راہ عرفان و خدا طلبی میں ادھر اُدھر بھٹکے بغیر راستہ چھوڑے بغیر گم ہوئے بغیر آگے بڑھ سکتا ہے اور منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ تو ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ لیکن بعض اوقات اس قاعدہ کلیہ کا کہیں کہیں استثنا ہوتا ہے یعنی کوئی کوئی سالک ایسا پیدا ہوتا ہے اور کوئی کوئی طالب ایسا بھی ابھرتا ہے جس کو بظاہر کسی خاص مرشد کے ساتھ نسبت شاگردی نہیں ہوتی ہے۔ وہ کسی سے بیعت نہیں ہوا ہوتا ہے پھر بھی وہ کمال حاصل کیا ہوا ہوتا ہے کہ اس سے غیر معمولی حالات وخرق عادات و کرامات ظاہر ہوتے ہیں اور اسکا کلام بھی معارف و مطالب اور حقایق و حکم کا حامل و ضامن ہوتا ہے۔ ایسے طالب تو باطنی تربیت کی نگرانی میں چلتے رہتے ہیں۔ اور باطنی طور ہی وہ بیعت و تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے

حافظ مرید جام است اے صبا برو

وز بندہ بندگی برسان شیخ جام را

لوگوں نے یہ اخذ کیا ہے کہ "خواجہ صاحب کسی بزرگ سے بیعت نہیں ہوئے تھے" (میر ولی الدین) ۔

Marfat.com

انکے ہی ایک اور شعر سے قیاس کیا گیا ہے کہ "آپ کو براہ راست بلا واسطہ حضرت رسول اکرم صلعم سے بیعت تھی اور وہ شعر یہ ہے :- ع

حافظ معتقد الست گرائی دارش

زانکہ بخشائش روح مکرم با اوست

لسان الغیب شرح دیوان حافظ کا مصنف رقمطراز ہے کہ "بہت سے بزرگ ایسے بھی ہوئے ہیں جنکو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض پہنچا ہے" (لسان الغیب جلد ۱ صفحہ ۱۴۱)

شیخ العالم جناب شیخ نورالدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات آج تک ہمارے پاس پہنچے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی پیر طلبی کے قاعدہ کلیہ کے مستثنیات میں سے ایک خاص اہم استثنا تھے اور اوائل عمر میں جو خوارق عادات و کرامات عملاً اور جو معارف و حقائق مواعظ و حکم اور جو نصیحتیں عبرتیں بصیرتیں قولاً اور گفت و گو اور ... سے ظاہر ہوئی ہیں انکی بنا پر نیز اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کی بنا پر کہ آپ ابتدا ... وقت کے کسی مرشد کامل، پیر برحق، ہادی مطلق سے بیعت نہیں ہوئے تھے اور اس امر کی بنا پر کہ کسی سے سلوک کے گر سیکھنے، کسی سے ریاضت کی تعلیم حاصل کرنے، روحانی تربیت لینے کسی کی نگرانی میں نفس کشی و روحانی پاکیزگی و ترقی کے طریقوں کے ابتدا کرنا ثابت نہیں ہے۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ باطنی طور ہی ہدایت و تربیت و فیض یافتہ اور سرچشمہ فیض و روحانیت نبوت سے براہ راست بلا واسطہ استفادہ و کسب کمال کرتے تھے۔ چنانچہ جناب سید میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ کی تشریف آوری سے پہلے ہی اس مقام تک پہنچ چکے تھے کہ خود حضرت موصوف کو بیعت کرا سکتے تھے اور انکو اپنے حلقہ ارادت میں شامل و داخل کر سکتے تھے۔ "ولی را ولی می شناسد" کے مقولہ کی صداقت کے تحت حضرت میر محمد ہمدانی، حضرت شیخ العالم کے درجہ ولایت و مرتبہ روحانیت کو پہچان چکے تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ حضرت شیخ العالم سے بیعت

129539

Marfat.com

ہونے کی استدعا تکرار و اصرار کے ساتھ کرتے رہے لیکن حضرت شیخ بیعت لینے سے بضد انکار کرتے رہے بلکہ حضرت میر سے ہی خود بیعت ہونے کی تکرار کرتے رہے۔ فتحنامہ کبرویہ غیر مطبوعہ، تالیف جناب حضرت شیخ عبدالوہاب نوری رحمۃ اللہ علیہ میں مرقوم ہے :-

"جناب سید (میر محمد ہمدانی) فرمود من بیعت شما مے کنم۔ شیخ قبول نکرد۔ شیخ نیز از یں طرف ہمیں استدعا نمود۔ سوال و جواب ہر دو مشہور است۔ آخر شیخ دست بیعت سید گرفتہ مُرید شُد" ـــــ

ترجمہ : جناب سید میر محمد ہمدانی نے حضرت شیخ العالم سے کہا کہ میں آپ کی بیعت کرونگا "حضرت شیخ العالم نہ مانے۔ ادھر سے تو حضرت شیخ نے بھی یہی استدعا کی۔ دونوں میں سوال و جواب کی تکرار ہوئی وہ تو عوام میں مشہور رہی ہے۔ بالآخر حضرت شیخ نے حضرت سید محمد ہمدانی کا مبارک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس طرح بیعت کی اور حضرت میر کے مرید ہو گئے۔

یہ اقتباس نقل کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہمارے پیارے شیخ العالم اس بیعت سے پہلے ہی کمال کے ایک ایسے مقام و مرتبہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں وہ حضرت میر کو بھی بیعت دے سکتے تھے۔ اور وہ دونوں عالم روحانیت کی فضاؤں میں طائران لاہوتی بن کر اڑتے تھے چنانچہ اسی فتحنامہ میں ایک فتحہ اس معنے و مطلب کا یوں درج ہے :-

"روزی سید محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ بحضار فرمود کہ بارہا شخصے در غیب ملاقی شدہ میدانم از مردم کشمیر است وے کہ خواہد بود گفتند دریں ایام شخصے نمودہ بیشتر دریں شہر انسی است در ترک دنیا و ریاضت نفس شیدا و بیخود شدہ چوں این سخن مبارک تعریف و توصیف رسید بزیارت وے از شہر برآمدند چونکہ شیخ از نہانی باطنی ملاقات را دانستہ آن ایشان یافت.... در کجاوہ بر دوش شخصے سوار شدہ باستقبال آمد و بحیثیت آواں باہم ملاقات دست بیعت بدست گرفتند۔"

ترجمہ : ایک دن جناب سید محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ نے اپنے حاضرین مجلس سے فرمایا

Marfat.com

"اکثر غیبی باطنی طور ایک شخص کے ساتھ ملاقات ہوا کرتی ہے میں جانتا ہوں وہ کشمیری ہیں لیکن پوشیدہ ہو سکتے ہیں"۔ حاضرین نے عرض کی کہ جناب اس زمانہ میں ترک دنیا و ریاضت نفس کے لحاظ سے حضرت نندہ ریشی کے مانند اور برابر کوئی نہیں ہے۔ شاید وہ ہی ہونگے جنکے ساتھ آپکی غیبی ملاقات ہوا کرتی ہے۔ جناب سید کے مبارک کانوں میں جب حضرت شیخ کی تعریف و توصیف پہنچی تو انکی زیارت کے لئے شہر سے روانہ ہوئے۔ ادھر سے جناب شیخ العالم کو بھی صفائی باطن سے حضرت سید ہمدانی کے روانہ ہونے کا پتہ چلا تو کچاوہ میں بیٹھکر ایک شخص کے کندھوں پر سوار ہوکر حضرت میر سید ہمدانی کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں صاحبان آدن کے جنگل میں ایک دوسرے سے ملے اور ملاقات نصیب ہوئی اور راز و اسرار کی باتوں کی باہمی گفتگو میں مصاحب ہوئے ——————

اس اقتباس "در غیب ملاقی شدہ" کے لفظوں پر غور کیجئے اور یہ ... کیجئے کہ یہ غیبی ملاقات صرف روحانی طاقت کا نتیجہ ہے جسکو قرآن کی اصطلاح میں سلطان کہتے ہیں۔ اور یہ روحانی طاقت حضرت شیخ العالم نے کسی خاص مشخص و متعین پیر و مرشد کی ظاہری تربیت کے ذریعہ حاصل نہیں کی تھی۔ واقعتاً تاریخی اور تحقیقی طور جناب کی ذات میں یہ طاقت پیدا ہوئی تھی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے اور کس طرح یہ طاقت پیدا ہوئی تھی؟ استقرائی منطق سے اس سوال کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے یا یوں کہئے کہ ان حالات و واقعات سے استقرائی منطق کے رو سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی تربیت کے تحت ریاضت و عبادتِ شاقہ میں سے گذرتے ہوئے نفس کشی کا عمل کر کر کے یہ روحانی کمال حاصل کیا تھا۔ قسمات کا ایک اور فقرہ ملاحظہ فرمایئے جو اسی معنے کی نشاندہی کرتا ہے:-

"از مشاہدہ کثرت ریاضت شیخ و مکالمہ آں ذخیرہ کہ کمترین توابع شیخ بود سید میر محمد ہمدانی (رح) خوش گشت۔ متوجہ عالم معنے شد و شیخ نیز بسیر باطن رفت و ریشیت حضرت

Marfat.com

ذات باہم ملاقات نمودند سید فرمود شما چہ دعوی وصول نمودہ اید مبارکت باد و کسے دیگر
راہم انجا رسانیدی گفت درحال ارواح ہر چہار خلیفہ بابا بام الدین - بابا زین الدین - بابا لطیف
الدین، بابا نصر الدین حاضر آمدند" ـــــــــ

ترجمہ : حضرت میر سید محمد ہمدانی شیخ العالم کی سخت ریاضت کا مشاہدہ کرنے پر اور
اس لڑکی کی باتیں سُنکر جو حضرت شیخ کی ادنیٰ مریدوں اور طالبوں میں سے ایک تھی خوش ہوئے۔
(مراقبہ میں) عالم روحانیت کی سیر کے لئے نکلے۔ حضرت شیخ بھی باطنی طور روانہ ہوئے۔ حضرت
ذات باری تعالیٰ کی جنت میں اُن کی ملاقات کی سنگم ہوئی۔ حضرت سید محمد ہمدانی نے اس وصال
کمال پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے حضرت شیخ سے دریافت فرمایا کہ کسی اور کو بھی وہاں
تک پہنچایا ہے ؟۔ یہ کہنا ہی تھا کہ چاروں بابا بام الدین، بابا زین الدین، بابا نصیب الدین اور
بابا نصر دین کی پاک روحیں سامنے حاضر و ظاہر ہوئیں ـــــ

ان حالات کے پیش نظر تاریخ نویس بالکل ٹھیک لکھ گئے ہیں کہ :
از نوروزی آثار بزرگی در ناصیہ ایشاں ہویدا بود و در اشعار کشمیری طبع موزون داشتند
نکتہ ہائے عالی مشتمل بر نصائح و معارف میگفتند در سی سالگی توفیق توبہ یافتند و بعد از توبہ
... ما ... ت ماکولات از گوشت حیوانی و نان غلات پرہیز میکردند ... ریاضت
... دساختند و بمقتضای وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ از علوم ... بہرہ ورگشتہ ... بدایت
... ولی داشتند در نہایت بصحبت قطب ربانی سید محمد ہمدانی بعیت از خلفا ایشان شدند

ترجمہ : لڑکپن ہی سے حضرت شیخ کی پیشانی پر بزرگی کی علامتیں اور نشانیاں ظاہر
... کشمیری شعر کا ملکہ طبیعت میں موجود تھا۔ اس لئے بڑے بڑے نکتے جو نصیحتوں ... اور علم
... پر مشتمل ہیں بیان فرماتے تھے۔ تیس سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی۔ اس توبہ کے
... بعد کھانے وغیرہ کی لذتوں مثلاً حیوانات کا گوشت اور غلہ کی روٹی سے بھی پرہیز ... ترک

Marfat.com

کیا۔ ریشی طریقہ میں نیاپن پیدا کیا اور "خدا کا تقویٰ کرو خدا علم لدنی عطا کریگا" کی کہاوت کی رو
سے اللہ نے حضرت شیخ کو علمِ لدنی کا حصہ عنایت کیا۔ ابتدا میں اویسی طریقہ کی تربیت پاتے
رہے۔ بعد میں قطب ربانی حضرت میر محمد ہمدانی کی مصاحبت میں پہنچے اور آپ کے خلیفوں میں شامل ہو

پس صاف اور ثابت ہے کہ حضرت میر سید محمد ہمدانی سے حضرت شیخ العالم جو بیعت ہوئے
ہیں۔ وہ ایک رسمی بیعت تھی یا یوں کہئے کہ ایک زینتی بیعت تھی سونے پر سہاگ چڑھانے
کے لئے۔ اس میں اس ہمارے شیخ کبیر کی کسر نفسی۔ کبر شکنی' پندار شکست اور بیخودی مضمر ہے
ورنہ ناقابل ابطال امر واقع یہی ہے کہ اس بیعت سے پہلے ہی حضرت شیخ باطنی تربیت [illegible]
طارم اعلیٰ پر جاگزیں و جانشین ہو چکے تھے ـــ یہاں قدرتی طور پر جو سوال ابھرتے ہیں وہ
ہیں کہ یہ باطنی تربیت کیا ہے اور اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے ؟۔ جواب سمجھنے سمجھانے کے [illegible]
ضروری ہے کہ بطور تمہید یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ علم و عرفان کے حصول کی نوعیت دو طر[illegible]
کی ہوتی ہے۔ ایک ہے کسب و کشش۔ اسکو کسبی کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے [illegible]
طالب علم و عرفان کسی استاد کے سامنے زانوئی شاگردی تہہ کرتا ہے، بیعت کرتا ہے اور اس [illegible]
علم و عمل کے اسباق درجہ بدرجہ لیتا پڑھتا دہراتا ہے اور کافی وقت صرف کرنے خوب محنت
مشقت کرنے کے بعد کچھ علم و عرفان حاصل کر لیتا ہے اور [illegible] کہلاتا ہے۔ دوسر[illegible]
نوعیت لدنی ہے۔ لدن کے معنی ہیں پاس، نزدیک لدنی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے
پاس سے محض فضل و کرم سے کسی کو اسکی تلاش و طلب، کوشش و کشش [illegible]
[illegible] معرفت میں عطا کرے۔ اس لئے علم و عرفان لدنی وہ علم و عرفان ہے جو کسی خوش [illegible]
کو ادھر کی کوشش کسب و جذبہ طلب کے بغیر ادھر سے ہی عطا ہو۔ یہ باطنی عطیہ ہوتا ہے جو
یکدم دیا جاتا ہے یا باطنی طور آہستہ آہستہ باطنی تربیت کے تحت بغیر ظاہری واسطہ [illegible]
و وسیلہ کے القا کیا جاتا ہے۔ نکتہ تو صرف اتنا ہے کہ ظاہری تربیت [illegible] کا ذریعہ [illegible]

Marfat.com

علم لدنی کا قصہ موسیٰ و عبداً من عبادنا میں موجود ہے۔ عام طور پر یہ عبد حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت مانی گئی ہے۔ اس کے علم کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے کہ "آتیناہ من لدنا علماً" ہم نے اُس اپنے بندہ کو علم لدنی عطا کیا ہے۔ اسی قبیل میں اصحاب کہف کی جماعت ہے۔ جن کو "رحمت لدنی" یعنی "رُشد" و ہدایت ربنا اور معرفت و حقیقت "من لدنا" نصیب ہوئی تھی۔ یہ ہوا اللہ کی طرف سے کسی بندہ خاص کو علم لدنی عطا ہونا۔ اسی طرح پیغمبر جو سرچشمہ ہدایت و رحمت و تربیت روحانیت ہوتا ہے سے بھی یہ عطیہ یہ فیض کا ملنا کسبی بھی ہوتا ہے اور لدنی بھی۔ جو حواریین و صحابہ پیغمبر کی ظاہری اور کھلی صحبت و ہم نشینی میں پہنچ کر بہتر و غیر خفی تعلیم و تربیت سے اپنی استطاعت کے مطابق کسب فیض و جلب منفعت کرتے رہے۔ انکی تربیت کسبی اور انکا کسب کردہ و حاصل کردہ علم و عرفان کسبی کہلاتا ہے یہ تو عمومی ہے۔ لیکن کوئی خوش نصیب و مقبول ازلی پیغمبر برحق کی خدمت میں پہنچے بغیر بظاہر صحبت و ہم نشینی میں آئے بغیر ان باطنی تربیت سے فیضیاب ہوتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلعم کی تاریخ نبوت میں اسکی مثال حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ کی پاک زندگی کے حالات اختصار کے ساتھ حوالہ جات مندرجہ ذیل کی بنا پر ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ لیکن پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت اویسؓ رسول اللہؐ کے مبارک زمانہ میں ہی اس عالم فانی میں وارد ہوئے تھے لیکن حضورؐ کی ظاہری صحبت اور جسمانی ملاقات میں نہیں آئے وجہ آگے آتی ہے اس کے باوجود حضور نے اپنی مبارک زبان سے انکا ذکر خیر فرمایا ہے اور انکی روحانی عظمت کی نشاندہی کی ہے اسکی بناء پر متعلقہ کتاب حدیث میں انکے بیان کا ایک خاص باب باندھا گیا ہے اور موصوف کا تذکرہ اطلاعاً صحابہ نہ ہونے کے باوجود صحابہ کے تذکروں میں بھی آیا ہے اور موصوف کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ لیکن توصیف تو سونا کی گئی ہے صوفی صحابہ یا صوفیائی تابعین میں گردانے گئے ہیں۔

مشہور مورخ ابن الاثیر نے اپنے مشہور تذکرہ صحابہ موسومی اسد الغابہ

Marfat.com

فی معرفۃ الصحابہ میں آپ کا نسب نامہ یوں درج کیا ہے: اویس فرزند عامر پسر جز پسر مالک پسر عمرو پسر مسعدہ .... پسر... قرن۔ اسی قرن کے ساتھ حضرت اویسؓ نسبت میں قرنی مشہور ہوئے ہیں اور یہ جو کسی کسی نے قرن کو یمن کا حصہ قرار دے کر یا نجد کی جگہ مانکر قرنی نسبت مانی ہے غلط ہے۔ چنانچہ مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی پانچویں جلد میں اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔ علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات فارسی شرح مشکوٰۃ میں بھی اس غلطی کو درست کیا ہے۔ ان تینوں حضرات نے لکھا ہے کہ جوہری نے جو اویس قرنی (را ساکن سے) کو نجد کی ایک جگہ قرن کی طرف منسوب کیا ہے غلط کیا ہے۔ دراصل حضرت اویس قرنی نسبت میں اپنے پر دادا قرن (را پر فتحہ) پسر رومان پسر ناجیہ پسر مراد کیطرف منسوب ہیں۔

ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپکی والدہ ضعیف اور ناتوان تھیں اس لئے آپ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں مشغول رہے۔ شتربانی کر کے روزی کماتے تھے اس سے جو قلیل آمدنی ہوتی تھی اس سے بھی کچھ نہ کچھ بچا کر غربا کو دے آتے۔ رسول اللہؐ کی ظاہری دیدار کے لئے یمن سے مدینہ تک کے سفر کا مانع اپنی والدہ کی خدمت بتائی گئی ہے۔ لیکن حضرت عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں اور شہزادہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں اور حضرت داتا گنج سید علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں "غلبہ حال" بھی ایک اور وجہ رسول اللہؐ کی زیارت کی رکاوٹ کی بیان کی ہے۔ فارسی تذکروں کشف المحجوب وغیرہ میں غلبہ حال کے ثبوت میں خلیفہ ثانی جناب عمر فاروقؓ کے سوالات و استفسارات کے جوابات درج ہیں جن میں لوگوں نے خلیفہ کو یہ بتایا ہے کہ "اویس ایک دیوانہ ہے جو شہر کی آبادی میں نہیں آتا ہے نہ کسی شخص کے پاس بیٹھتا ہے لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے۔ اور جب وہ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا ہے۔ غم اور خوشی نہیں جانتا ہے"۔ حضرت اویس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ:۔

Marfat.com

"اس عاشقِ رسولؐ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جس کے نزدیک حضورؐ کا دنیا سے چلا جانا اور یہاں رہنا دونوں یکساں ہیں اور جس نے جنگ احد میں حضورؐ کے دندانِ مبارک شہید ہونے کی متابعت اور فرطِ محبت میں اپنے سارے دانت شہید کر دیئے" (رسالہ ہدیٰ دہلی سال ۱۹۷۶ء پرچہ جون) حضرت اویسؓ کا رسول اللہؐ کے فرطِ محبت میں اپنے دانت نکلوانے کی روایت کے ماخذ فارسی تذکروں میں ملتے ہیں۔ راقم ہیچمدان کی اس وقت تک کی تحقیقات کے مطابق فارسی میں سب سے پہلے کی تلمیح حضرت اویسؓ کے دندانِ خود شہید کرنے کی روایت کی تلمیح سلطان الاولیاء شیخ ابو سعید ابوالخیر (۳۵۷ - ۴۴۰) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ کی اس رباعی میں موجود ہے:

افتادہ منم بگوشۂ بیت حزن
غمہائی جہاں مونس غمخانۂ من
یارب تو بفضل خویش دندانم را
بخشائی بروح حضرت اویس قرن

طہران کے پروفیسر سعید نفیسی نے جو کتاب "سخنانِ منظوم ابو سعید ابوالخیر" کے عنوان سے مرتب کر کے انجمن بہمن کی نشریات کے تحت طبع کرائی ہے۔ اس میں اس رباعی کا نمبر ۴۸۰ ہے۔ اور ۴۸۰ کے حواشی میں پروفیسر نفیسی لکھتے ہیں: "ویس قرن" مقصود اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن قرن از قبیلہ بنی مراد معروف باویس قرنی زاہد مشہور است کہ در سال ۳۷ ہجری درگذشتہ و پیغمبر را دیدار نکردہ و پیغمبر وی را محترم می شمردہ است گویند در جنگ صفین با علی ابن ابی طالب انباز شد و در آں جنگ کشتہ شد" سخنانِ منظوم ابو سعید ابوالخیر [illegible] ایک اور فارسی حوالہ جو میرے پاس موجود ہے "تمہید در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ کرمانی" ہے۔ یہ کتاب "ایرانشناسی انستیتو (INSTATUTE [illegible]) [illegible] ازاں سے یہ جامع و مقدمہ فرانسیسی مستشرق ژان اوبن ([illegible] AUBIN) [illegible] بر کتاب [illegible]

نہ معلوم کس کرم فرمائی کا نتیجہ ہے کہ پریس سے نکلتے ہی مجھے بھی "قسمت ایران شاہی" نے سال ۱۹۵۹ء
میں جبکہ راقم امر سنگھ کالج سری نگر میں متعین تھا اس کا ایک نسخہ نمونہ SPECIMEN
(COPY) اور دو مطبوعات خود یعنی العاشقین اور شرح قصیدہ خواجہ ابوالہیثم احمد بن حسن جرجانی
کے ساتھ بھیج دیا ــ (قیاس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں (اور یہ محض قیاس وظن ہی ہے) کہ شاید
میرے اپنے شاگرد رشید پروفیسر ڈاکٹر گردھاری لعل تکو جس نے تہران یونیورسٹی سے
ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے اور آج کل امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں فارسی کے پروفیسر ہیں کے
ذکر خیر سے ایران شاہی انسٹیٹیوٹ نے یہ پارسل مفت میں بھیجا۔ مجھے اس وقت یہاں شکریہ ریکارڈ کرنے
کا موقع ملا ہے۔ اس لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں انسٹیٹیو ایران و فرانس خاصکر گنجینہ
نوشتہ ہائے ایرانی کے مدیر ہنری کربین (H. CORBIN)، فرانسیسی مستشرق
ژان اوبن (JEAN AUBIN) اور دانشگاہ تہران کے استاد محمد معین اور تمام اراکین
انسٹیٹیو کا مجموعی طور پر بے حد ممنون ہونے کا اظہار و اقرار کرتا ہوں۔ اس پارسل کی اول الذکر
کتاب "مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ کرمانی" میں پانچ جگہ ذکر سید التابعین یا خیر التابعین
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آیا ہے ان میں سے تین جگہ تو بینہ واقعہ شہادت دندان بہ موافقت
حضرت نبی اکرم صلعم وضاحت کے ساتھ تلمیح میں آیا ہے۔ یہ یہاں نقل کرنے سے پہلے کشف و تحقیق کی
ایک اہم ترین بات عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے یہاں کے قادری حضرات کی غلط فہمی کا ازالہ
ہو سکتا ہے۔ یا وہ اپنی خوش فہمی کے ثبوت میں حجت و دلیل پیش کر سکتے ہیں اور وہ امر
یہ ہے کہ یہ حضرت شاہ نعمت اللہ کرمانی جو سال ۷۳۱ھ میں حلب میں پیدا ہوئے ہیں اور سال
۸۳۴ھ میں دار الامان کرمان میں انتقال فرما گئے ہیں۔ "اور خطہ ماہان" میں آسودہ
ہونے ہیں اسی مجھے یہ نیز شعر والے مشہور قصیدہ پیشین گوئی کے ناظم ہیں جو زبان
زد خلائق ہے۔ یعنی عام صفا کرن کے شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمۃ و شاہ نعمت اللہ کرمانی
نہیں ہیں۔ جو اس قصیدہ کے ناظم ہیں لیکن میں نے کئی قادری دوستوں کو یہ قصیدہ اپنے

Marfat.com

شاہ نعمت اللہ قادری صفا کرلی کی طرف منسوب کرتے سُنا ہے۔ ... کتاب میں اس قصیدہ کے کچھ اشعار نقل کئے گئے ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے اپنی تاریخ ادبیات ایران جلد ۳ صفحات ۴۶۶ و مابعدین مع انگریزی منظوم ترجمہ کے ساتھ درج کئے ہیں۔ "مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمت اللہ کرمانی" میں حضرت اویس قرنی کا بموافقت نبی کریم اپنے سارے دانت شہید کرنے کے واقعہ کا ذکر تین بار آیا ہے۔ ایک جگہ کی عبارت نقل کرتا ہوں بڑی دلچسپ ہے:۔

وقتی کہ سن شریفش بچہار سال و نیم رسید شخصے شرح و دندان کندن سید تابعین اویس القرنی در موافقت دندانِ مبارک رسول خدا صلعم کہ در غزای تبوک از سنگ مخالفان آزار اغیاب حاضر بود بخاطر گذرانید کہ چوں خدا و رسول او را بایں امر تکلیف نفرمودند او چرا ایں ستم برخود پسندید۔ در ہماں شب آں سلطان العاشقین در واقعہ آں نور طیبیں و طاہرین آمدہ بلسان حال مضمون ایں ابیات بدایشان خواند: شعر

ای دُرِّ دریای دین بحر صفا
من بعشق حضرت جدِّ شما
درون سی و دو دندانِ طمع
کندم از دنیا و عقبیٰ بے فزع
عاشقِ صادق بعشقِ روی یار
گر کشد خود را ازو معذور دار

ترجمہ: حضرت شاہ نعمت اللہ ساڑھے چار سال کی عمر کے تھے کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت شاہ صاحب کے والد بزرگوار سے شاہ صاحب کی موجودگی میں سید التابعین حضرت اویس قرنی رح کے اپنے دانت حضرت رسول خدا صلعم کی متابعت و موافقت میں نکلوانے کا قصہ چھیڑا جو جنگ تبوک میں کافروں کے پتھر دل ... زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے۔ اس پر

Marfat.com

حضرت شاہ صاحب کے دل مبارک میں یہ خیال ابھرا کہ جس چیز کی تکلیف خدا یا رسولؐ خدا نہ دی ہو وہ تکلیف اپنے اوپر پسند کر کے کیوں طاری کی جائے۔ اسی رات میں سلطان العاشقین حضرت اویس قرنی خواب میں نہیں بلکہ ظاہر میں اس نور بطین وظاہر میں شاہ نعمت اللہ کے سامنے حاضر ہوئے اور بزبان حال ان ابیات کا مضمون و مطلب و معنی سنایا :

"اے دین کے دریا کے موتی اے صدق و صفا کے سمندر میں نے آپ کے جد بزرگوار حضرت رسول خدا کے عشق کے صدق و وفا کے ثبوت میں دنیا و عقبیٰ کے طمع کے ۳۲ دانت اکھیڑ دیئے ہیں کسی خوف و خطرہ بغیر۔ عاشق صادق اپنے معشوق کے دیدار کے شوق میں اگر خودکشی کرے تو اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔"

اسی کتاب میں یہی بیان اور دو جگہ بھی مذکور ہے۔ لیکن جنگ تبوک کے بدلے دونوں جگہ جنگ احد لکھا ہے اور یہی واقعتاً صحیح ہے۔ ایک جگہ حضرت شاہ صاحب کی عمر ۲½ ۴ سال کے بجائے ۵ سال لکھی گئی ہے۔ ایک اور جگہ حضرت اویس القرنی کی صفت تھے ولی اہل عزائم (اولی العزمان حضرات کے ولی) اور دوسری جگہ انکی تعریف حضور فی شانہ قال سید الانس والجان انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن ... کی گئی ہے یعنی سردار انس وجن رسول رحمت صلعم کے ان لفظوں سے جو حضور نے حضرت اویس قرنی کی شان میں فرمائے ہیں کہ مجھے حضرت خدائے رحمٰن کی خوشبو یمن سے حضرت اویس قرنی کی ذات پاک سے آتی ہے۔ میں ان کی ذات میں خدائے رحمان کی خوشبو پاتا ہوں سونگھتا ہوں۔

حضرت اویسؓ کی اس نبوی تعریف کی تلمیح فارسی شعرا نے "بوئے قرن یافتن" یا "بوئے یمن یافتن" وغیرہ سے کی ہے۔ مضحکہ خیز نہ ہو یہ بات اگر کہا جائے کہ میرے مرشد بلند مآل حضرت اقبالؒ نے بھی اپنے اس شعر میں بوئے یمن کے لفظ میں۔ حضرت اویسؓ کی بوئے رحمان انہیں سونگھ کر دہ رسول خداؐ کی طرف تلمیح کی ہے کیوں کہ اویسؓ یمنی تھے۔ اقبالؒ کا شعر ہے:

5

ـہ بوئے یمن آج بھی اسکی نواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اسکی نواؤں میں ہے

حضرت اویس قرنیؓ کا دندانِ مبارک شہید کرنے کے واقعہ کے علاوہ داراشکوہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

"چوں کہ پیغمبرؐ وصیت کردہ بودند کہ خرقۂ مرا باویس رسانید..... امیر المومنین عمرؓ با امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما خرقۂ مبارک را نزد اویس بردہ درخواست دعا نمودند۔

ترجمہ: چونکہ حضرت پیغمبرؐ برحق نے وصیت کی تھی کہ میرا یہ خرقہ حضرت اویس کو دے آنا چاہیئے۔ اس لئے عمر و علی رضی اللہ عنہما نے یہ خرقہ مبارک حضرت اویس کو پہنچا دیا اور دعا کی درخواست کی۔

رسول اللہ صلعم کی اس مبینہ وصیت درباره خرقہ مبارک خود کا ماخذ راقم کو اپنے پاس موجود کتابوں میں کہیں نہیں ملا۔ خدا جانے شہزادہ داراشکوہ کہاں سے لایا ہے۔ راقم نے اسے یہاں نقل کی ہے کہ شاید قارئین حضرات میں سے کوئی صاحب نفحات۔ ریاض الصالحین، نزہتہ المجالس، مجالس النفائس، نزہتہ الارواح، سواطع البرہان، روضتہ الریاحین وغیرہ میں اسکا ماخذ پائے اور اسکی نشاندہی کر سکے ۔ فارسی تذکروں سے جو راقم کے پاس موجود ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفۂ ثانی جب اپنے عہد خلافت میں مکہ تشریف لے گئے تو اہل یمن سے معلوم ہونے پر کہ حضرت اویسؓ بھی مکہ میں تشریف لائے ہیں اور مکہ سے باہر صحرا میں اونٹوں کی نگہبانی کر رہے ہیں حضرت علی کے ہمراہ چل کر حضرت اویسؓ کی ملاقات سے مشرف ہوئے لیکن ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اور ابن الاثیر نے حضرت جابرؓ تک روایت کی سند پہنچا کر اسد الغابہ میں اور علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں اسی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب یمن والوں کی کمکی فوجیں جہاد کے لئے آئیں تو خلیفۂ عمرؓ ان سے دریافت کرتے کہ تم لوگوں میں

Marfat.com

اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے" ؟ ۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سوال کا جواب ہاں پاکر جناب خلیفہ عمرؓ حضرت اویس کے پاس تشریف لے گئے اور دونوں کی مقدرہ ملاقات وقوع میں آئی ۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ حضرت اویس کوفہ جانا چاہتے ہیں. تو حضرت خلیفہ نے کوفہ کے گورنر کو اسکی اطلاع دینے اور اس سے استقبال کرانے کی پیش کش کی. تو حضرت قرنی نے یہ کہکر مراعات کی یہ پیشکش قبول نہیں کی کہ "مجھ کو پچھلے لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے اگلوں میں رہنے سے جن کے نام مشہور ہیں مطلب یہ کہ شہرت اور ناموری مجھکو پسند نہیں ۔ گمنامی اور خمول مجھکو زیادہ پسند ہے" (لمعات الحدیث جلد العین صفحہ ۵) ۔ ملا علی قاری امام الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قرنیؓ کی اس طبعی پسند کی توجیہہ یوں بیان کی ہے :

اِنَّ وَجْہَ حِفَائِہٖ اَنَّہٗ کَانَ مُسْتَجَابُ الدَّعْوَۃِ فِیْ مَادَّۃِ الْاِسْتِغْفَارِ وَلَوْکَانَ ظَاھِرًا لَتَوَجَّہَ اِلَیْہِ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ مَسْتُوْرًا اَوْغَیْرَہٗ ۔ فَلَا یُمْکِنُہٗ الْاِسْتِغْفَارُ لِلْکُلِّ وَلَا اِمْتِنَاعُہٗ عَنِ الْبَعْضِ لِمَا یُوْجِبُ مِنَ الْاِیْحَاشِ وَ کَشْفِ الْحَالِ ۔ مرقات جلد ۵ صفحہ ۶۴۷ ۔

ترجمہ : لوگوں سے حضرت اویس قرنی کے چھپے رہنے کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ اللہ نے آپ کو استغفار (طلب مغفرت) کے معاملہ میں مستجاب الدعوات بنایا تھا یعنی لوگوں کے گناہ بخشوانے کی جو دعائیں آپ کی زبان مبارک سے نکلتی تھیں وہ قبول ہوتی تھیں اس لئے اگر چھپے نہ رہتے تو لوگ بھلے بھی اور برے بھی، پوشیدہ حال والے بھی اور معلوم حال والے بھی، آپ کے پاس امنڈ آتے اس لئے تمام کے تمام لوگوں کے گناہ بخشوانے کا امکان جاتا رہتا اور بعض لوگوں کو روکنا بھی ممکن نہیں تھا ۔ کیونکہ روکنا وحشت پیدا کرنے اور حال منکشف کرنے کا موجب بن جاتا ۔

تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ حضرت اویسؓ کوفہ گئے اور حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے دور خلافت تک انکو (گمنامی و پوشیدگی ایکی طبعی پسند ہونے کی وجہ سے) کسی نے نہیں دیکھا تھا

Marfat.com

کہ صفین کی جنگ چھڑ گئی اور آپ حضرت علیؓ کے ساتھ شریک ہوئے اسی جنگ میں شہید ہوئے اور اسی میدان میں مدفون ہوئے، یہ ہیں اختصاراً حالات زندگی پاک قرنیؓ آپکے مستجاب الدعوات ہونے کی خبر خود حضرت اصدق الصادقین مخبر صادق رسول برحق صلعم نے دی ہے۔ البتہ اس خبر کو خلیفہ فاروق اعظمؓ نے مشتہر کیا ہے۔ حضور صلعم نے لا یدع بالیمن غیر ام لہ (وہ یمن کو چھوڑتے نہیں کیونکہ ایک ماں کے بغیر انکا کوئی رشتہ دار نہیں) فرما کر اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت اویسؓ نے عیال و اولاد کے پریم، پیار، محبت، شفقت، میل ملاپ میں پھنس کر والدہ کی محبت، خدمت، تابعداری، فرمانبرداری، توجہ، تفکر گھٹنے اور والدہ سے خیال ہٹنے کے احتمال کے خوف و خدشہ کی وجہ سے ایثاراً مطلقاً نکاح ہی نہیں کیا ہے اور والدہ کی جدائی ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے یمن سے نہیں نکلے اور رسول رحمت صلعم کی خدمت اقدس میں ظاہری طور جسماً حاضر نہیں ہوئے ہیں۔ اس نیت سے نکاح نہ کرنا صرف گناہ و خطا نہیں ہے بلکہ عین طاعت گذاری و وفا شعاری ہے اور وہ عمل صالح ہے جو موجب اجر و ثواب و فلاح آخرت ہے کیونکہ عمل کا بھلا یا غیر صالح اور اس لیے ذریعہ ثواب یا موجب عذاب ہونا بفرمان حدیث نبویؐ انما الاعمال بالنیات نیتوں پر منحصر ہے۔ یہ حضرت اویسؓ کی خاص صفت ہے اور تاریخ اخلاق حسنہ و اعمال صالحہ و تصوف و تقوی اسلامی میں پہلی اویسی خاصیت یا اویسیت ہے۔ یہ وصف آپکے مجموعہ فضائل تقوی میں اس قدر روشن ہے کہ حضرت رسول خدا نے وھو بھا بر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ (وہ اپنی والدہ سے حد سے زیادہ اچھا سلوک کرنے، تابعداری فرمانبرداری کرنے والا اور اسکا غم کھانے والا ہے۔ اس سے وہ مقام حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ کسی چیز یا بات پر اللہ کی قسم کھا بیٹھے تو اللہ نذر بالضرور اس قسم کو سچا کر دیگا) فرما کر حضرت اویسؓ کو پیغمبرانہ صفت سے متصف اور فرمان خداوندی ویحیو اللہ قی کے مخبر عیسوی سے مفتخر بتایا جاتا ہے اور اویسی مقام نے اس درجہ قرب الٰہی اور رعایت و عنایت نامتناہی سے سرفراز و ممتاز ہونے کا اعلام کیا ہے کہ صاحب مقام اعنی حضرت ویس قرنی جیسے حضرت مستجاب الدعوات ہوتا ہے جو قبیلہ ربیعہ و قبیلہ مضر کی لاتعداد بھیڑ بکریوں کے

Marfat.com

اون کے بالوں کی تعداد کے گنہگاروں خطاکاروں کے گناہوں کی شفاعت کر کے بخشوائیگا سبحان اللہ
شاید خود صاحب مقام کو یہ معلوم نہ ہو اور بزبان حال کہہ رہا ہو:

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی — کچھ ہماری خبر نہیں آتی

یہ مقام ناقابل مرام حضرت اویس رض کو اس سلطان روحانی کمال سے ملا جس کا شہرہ انکے ذات اقدس رسول کل قوم ہادیہ ہے۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت اویس قرنی نے حضرت رسول ص کے ساتھ ظاہری جسمانی رائی العین ملاقات نہیں کی ہے۔ اس لیے عقل سلیم کا فتوی اسکے بغیر کچھ بھی نہیں ہے کہ یہ تربیت اور فیض یا نا ظاہری نہیں ہے باطنی ہے براہ راست بلاواسطہ حضرت رسول اکرم ص سے کیونکہ درمیانی واسطہ تاریخ میں کوئی ثابت نہیں۔ اور اس باطنی بلاواسطہ براہ راست روحانی بیعت تربیت و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کا نام حضرت اویس رض اس کے اول الاولین یعنی پہلوں میں پہلے سعید و مسعود ہونے کی وجہ سے انکی ہی مناسبت میں اویسیت پڑا۔ اسلئے اویسیت یا اویسی ازم پیر و مرشد سے براہ راست بلاواسطہ باطنی تربیت کو کہتے ہیں اور اسی کی علامت یا تمثیل ہے اور اس طرح ہمارے ان چنے گئے خوش نصیب بندگان جواز لی مقبول اور ابدی مسعود ہونے کی وجہ سے باطنی تربیت پاتے رہے ہیں کے سلسلہ کو سلسلہ اویسیت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کشمیر کی تاریخ روحانیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کا پہلا نمائندہ یہاں حضرت شیخ العالم جناب نورالدین نورانی نندہ ریشی رح کی ذات بابرکات ہے۔ جو اپنے مرتبہ و مقام کے رو سے کشمیر اور کشمیریوں کے بلا لحاظ مذہب و ملت علمدار بنے اور مرجع خلائق بنے ان کے قرۃ العین انکے دلوں کے چین ہوئے۔ اس لئے کیا مسلمانوں کیا ہندوؤں کیا اوروں کے قبلہ حاجات ہوئے۔ اور مرکز فکر و ذکر و مصدر رحمت و روحانیت۔ ہاں کشمیر میں اویسیت کا اپنا مقامی نام ریشیت لگا ہے اور خود شیخ العالم نے اپنے وقت سے پہلے کے جو چند ریشی گنے ہیں ان میں سب سے پہلا ریشی جناب نبی احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا ہے اور دوسرا ریشی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو گنا ہے۔ میرے عزیز دار جمند دوست پروفیسر حاجنی نے صحیح لکھا ہے:-

Marfat.com

"تاریخی لحاظ سے ریشیوں کے تین بڑے گروہ گذرے ہیں اولاً" وہ ریشی جو حضرت شیخ نورالدین نورانی رہ کے دور سے پہلے گذرے ہیں ثانیاً حضرت شیخ کے ہمعصر ریشی ثالثاً وہ جو شیخ العالم کے بعد حضرت بابا ہردی ریشی کے عہد تک وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے۔ ان تین طبقوں میں سے ابتدائی دور کے سبھی ریشی قریب قریب گمنامی کے عالم میں رہے۔ ان چند ریشیوں کے نام حضرت شیخ العالم نے ہم تک پہنچا دیئے ہیں۔ ان پر گذشتہ چھ سو سال کے دوران بہت کم تحقیق ہو چکی ہے اور اس قسم میں زلکا ریشی، میراں ریشی، رمہ ریشی، پلاس من ریشی آتے ہیں" (رسالہ علمدار حصہ اول) مورخ حسن شاہ کھویہامی مرحوم کی قرارداد کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ "یہ چاروں ریشی اسی سرزمین (کشمیر) کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں"۔

حضرت شیخ العالم کے بعد جو حضرات اویسیت کے ساتھ منسلک ہوئے ان میں سے کسی نے حضرت شیخ کی تقلید میں ریشیت کو اپنایا، کسی نے حضرت اویس کے مبارک نام سے حصول برکت کے لئے یا فرط محبت کے تحت اویسی نام یا اویسی سلسلہ اختیار کیا۔ اس قبیل کی مثال جناب سید محمد امین منطقی اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کا مزار و مرقد متبرک عالیکدل پل کے قریب بر لب دریا واقع ہے۔ اور انکی اس زیارت گاہ کی وجہ سے محلہ کا نام ہی محلہ اویسی صاحب ہو گیا ہے۔ ثقات کبرویہ میں حضرت سید محمد امین منطقی اویسی کے حالات یوں مذکور ہیں:

"در اوائل تربیت اویسی داشتند چنانچہ در تذکرۃ الاولیاء در ذکر شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ در ابتدای حال اویسی بوده گفته آمده که سید محمد امین مجذوب بوده و از قدمای ایشان اشغال بوده در اویسی قرار گرفته مشغول و مستغرق بود که وجود خود را در آنحضرت محو نموده پیش نظر خود مشاهده نمود لہذا تخلص خود اویسی نمود چنانچہ مولانا جلال الدین رومی بہنگام غلبۂ حال نفی الشیخ از میرجم خود روح شیخ شمس الدین تبریزی قائم مقام خود دیده در یک دیوان جانی تخلص خود نام او آورده اند لہذا بدیوان شمس تبریز مشہور است"۔

ترجمہ: ابتداء میں اویسی تربیت پاتے رہے۔ چنانچہ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ ابتدائی حال میں اویسیہ اویس بنے رہتے تھے۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت سید محمد امین منطقے نے بھی یہی ورد و وظیفہ اختیار کیا تھا اور اس ورد میں کثرت کے ساتھ مشغول رہکر اس قدر منہمک اور غرق حال ہوئے کہ اپنا وجود مٹا پاکر حضرت اویس میں مدغم اور حضرت اویس رضی کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرتے اسی وجہ سے اپنا تخلص بھی اویس ہی انتخاب و اختیار کیا تھا۔ جس طرح مولینا جلال الدین رومی فنا فی الشیخ کے مقام کے غلبہ حال میں اپنے جسم کے آئینہ میں اپنے پیر و مرشد شیخ شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہما کی روح پاک دیکھتے تھے۔ اس لئے اپنے اشعار کے ایک دیوان اپنے تخلص کے بدلے اپنے مرشد کا نام پاک درج کیا اور وہ دیوان آج بھی دیوان شمس تبریزی کے نام سے مشہور ہے ۔

اس بات کا ثبوت کہ باطنی تربیت و بیعت اویسیت ہے حضرات اولیاء کے حالات و تذکرہ جات میں اور مصطلحات تصوف میں ملتا ہے مثلاً حضرت میاں میر لاہوری (۹۵۷-۱۰۴۵ھ) کو جنکی ارادت و عقیدت و بیعت براہ راست و بلا واسطہ حضرت پیر پیران حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی حضرت سے بطریق اویسی تربیت حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ اسی فحات میں درج ہے:۔
کشف ملکوت از والدہ خود حاصل فرمودند۔ فیوض باطنی از روحانیت جناب حضرت غوث الاعظم رض بطریق اویسی یافتند"

ترجمہ: ملکوت کے حالات کا کشف اپنی والدہ سے حاصل ہوا تھا۔ باطنی فیض جناب حضرت غوث الاعظم پیر پیران سے اویسی طریقے سے پایا"۔

اس لئے سوال ہے کہ یہ "طریق اویسی" کیا ہے۔ جواب میری تحقیق سے یہی ہے کہ بس باطنی تربیت۔ براہ راست و بلا وسیلہ و بغیر ذریعہ بیعت تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و روحانی پاکیزگی و کسب کمال سلطانی۔
اسی طرح اہلدر رینی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ :۔

اوایل اویسی بود۔۔۔ صاحب کشف و کرامات، و خوارق بسیار نمود۔۔۔۔ طے مکان حاصل

Marfat.com

داشت خداوندم اکمل الدین فرمودہ :-

ہم وحید الدین اہلد ریشی - یافت از حق بر ہمہ پیشی (حضرت شیخ عبدالوہاب نوری)

ترجمہ :- پہلے پہلے اویسی ہو کر رہے - بڑے کشف و کرامات والے اور بہت خرق عادات ظاہر فرمائے - میرے پیر و مرشد مولانا حضرت اکمل الدین (میرزا محمد کامل بیگ خان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :- وحید الدین اہلد ریشی نے بھی تمام پر حضرت حق سے برتری پائی -

---

ہے تو اویسیت باطنی تربیت کا نام - لیکن جو اسکی علامتیں یا خاصیتیں اس سلسلہ یا اس طریق تربیت کے بانی (حضرت اویس ؓ) سے ظہور میں آئیں یوں گنی جاسکتی ہیں -

ا - بہ نیت صالح نکاح سے اجتناب کرنا - ۲- قناعت کرنا - ۳- قناعت سے بھی کم اور قلیل آمدنی سے غرباء و مساکین کے لئے کچھ بچانا - ۴- یعنی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ایثار کرتے ہیں کہ اوروں کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود فاقہ ہی سے ہوں اور جو نفسانی خود غرضیوں حرص اور بخل سے بچایا گیا - وہی تو فلاح پانے والے ہیں) کے قرآنی کو المفلحون کے مصداق بننا (۳) قربانی کا ہی نہیں بلکہ ایثار کا نمونہ ہونا - (۴) نفس کشی کرنا - (۵) ترک لذات کا شیوہ اختیار کرنا (۶) خمول اور گمنامی کا دلدادہ ہونا - (۷) چھپے رہنا (۸) نمود و نمائش سے بچنا (۹) سخت ریاضت و عبادت شاقہ کا بجالانا (۱۰) پیر و مرشد کے فرط محبت میں نہ صرف اپنے دانت توڑنا بلکہ خودکشی کے لئے تیار ہونا - نہ صرف یہ ہونا بلکہ نفس کو تمام قسم کی غذائیت سے آہستہ آہستہ پرہیز کرا کرا اپنا وجود محو کرنا وغیرہ وغیرہ مقابلہ بغور کیجئے تو یہی خاصیتیں ریشیت میں بھی تجزیہ کے عمل سے پائیں گے ——— ••

Marfat.com

○ پروفیسر محمد عبداللہ شیدا

ریشیت اور اسلام

ریشیت اور اسلام کے موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے سب سے پہلے جو تصور ذہن کی سطح پر ابھرتا ہے وہ اس لفظ کی اصلیت اور ماہیت کے بارے میں ہے۔ ریشیت سے کیا مراد ہے؟ اس لفظ کا ماخذ کیا ہے؟ ریشی کون تھے؟ انہوں نے اس لقب کو کیوں اختیار کیا؟۔ ریشیت کا ہندو جوگیوں سنیاسیوں اور تارک دنیا برہمنوں سے کیا تعلق ہے؟ یہ اور اس قسم کے کئی سوالات ہیں جنہیں ابتدا ہی میں حل ہونا چاہیئے۔

ریشی سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو خدا سے اپنی مکتی اور نجات کے لئے کلام موزون میں دعا مانگے۔ لیکن اصطلاحاً "ریشی" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو معرفت الٰہی کی تلاش میں لذات دنیا اور مادی چیزوں سے کنارہ کش ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے اور روحانی قوت حاصل کرتا ہے۔ یہ لفظ کشمیر کے عارفوں، زاہدوں اور عابدوں کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ کشمیر سے باہر جب ہم مسلمان صوفیاء کے مختلف گروہوں اور سلسلوں کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وادی سے باہر اس لفظ کا کوئی وجود نہیں اور نہ صوفیائے کرام کے کسی گروہ نے اپنے آپ

Marfat.com

کو ریشیت سے منسوب نہیں کیا ہے اور نہ اپنے لیے ریشی کا لقب اختیار کیا لامحالہ ہمیں اس کی تحقیق اور تلاش کرنی ہوگی اس ضمن میں مختلف ماخذوں سے ریشیت کی جو تعریف اور توضیح سامنے آتی ہے وہ اس طرح ہے :

فتحات کبرویہ میں ہے :

بدانکہ ریش بزبان کشمیری زہد و تقوی را نامند و ریشی کسی است کہ متقی و مرتاض و تارک باشد و ریشیان کشمیر از انجا کہ بحکم دع نفسک و تعال از لذات بالکل برخاستند و بتقوی و زہد براستند و تزکیہ نفس و تصفیہ قلب و تجلیہ روح آراستند بایں اسم سرافرازی یافتند تا آنکہ دنیا و آخرت را بر طلاق نفس و ہما حرامان علی اہل اللہ بر تافتند تجلیات ذات و صفات الٰہی را تعالیٰ شانہ دریافتند لم یشاہدہ داخل ظلہ کسی کہ طالب وصل خداست بر مطلوب نبرد راہ بغیر از فنا ہیچ نتی یافت ۔

و ریش بفارسی دو معنی دارد یکی جراحت دوم پر و بال و این ہر دو معنی مناسب حال صوفیا نست چہ بجراحت دل طلب بہم رسانند و از مرتبہ طالبیت مقام مطلوبیت دریابند و بعشق پر و بال نمایند و بفضای اعلیٰ علیین طیران نمایند ۔

و ریش بزبان عربی لباس فاخرہ و جمال را گویند. قال تعالیٰ در آیہ کریمہ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ [٢٢] و لباس التقوی عطف تفسیر شمرند لباس التقوی تخصیص است بعد تعمیم پس معنی آیہ چنیں باشد واللہ سبحانہ اعلم ای فرزندان آدم تحقیق فرود آوردیم از عالم غیب بعالم شہادت بر شما پوشش از عمل افعال و صفات کہ بداں پوشیدہ گردد قلوب شما از عیب بد کردنات و لباس فاخرہ یعنی تقوی کہ عبادت از عمل واقعیت و آں مخفی و منظور عارف است اشارہ بخیر ...

---

٢٢ - اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھک سکے اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے ۔ (الاعراف ٢٦)

Marfat.com

ترجمہ

جاننا چاہیئے کہ ریشیت کشمیری زبان میں زہد و تقوی کو کہتے ہیں اور ریشی وہ ہوتا ہے جو پرہیز گار ریاضت کرنے والا لذاتِ دنیا کو ترک کرنے والا ہوتا ہے۔ اور کشمیر کے ریشی اپنے نفس کو روک دو کے تحت لذات نفسانی سے بالکل علیحدہ ہو گئے اور زہد و تقوی سے اپنے آپ کو آراستہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے نفس کو پاکیزگی قلب کو صفائی اور روح کو نور سے آراستہ کر کے یہ نام اور سرفرازی حاصل کی۔ اور دنیا و آخرت دونوں سے منہ موڑ کر خدا کی ذات اور اُس کے صفات کی تجلی سے فیض حاصل کیا۔ جیسا کہ میرے مرشد نے کہا ہے۔

جو شخص خدا کے وصل کا طالب ہوتا ہے۔ وہ مطلوب تک پہنچنے کے لئے فنا کے سوا کوئی اور راستہ اختیار نہیں کرتے۔

اور فارسی میں ریش کے دو معنی ہیں ایک زخم دوسرے بال و پر اور یہ دونوں معنی صوفیوں کے مناسب حال ہیں کیونکہ وہ جراحتِ دل سے طلب حاصل کرتے ہیں اور طالبیت کے مقام سے مطلوبیت کا مقام حاصل کرتے ہیں اور عشق کے بال و پر کھول کر اعلیٰ علیین کی بلندیوں پر پرواز کرتے ہیں۔

ریش عربی زبان میں لباس فاخرہ اور جمال یا زینت کو کہتے ہیں جیسا کہ آیۂ کریمہ یا بنی آدم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ سے ظاہر ہے۔ اور یہاں عطف کو وضاحت کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ لباس التقوی تعمیم کے بعد تخصیص کا کام دیتا ہے لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے عالم غیب سے عالمِ شہادت کی طرف لباس اُتارا افعال اور صفات کی تجلی کا تاکہ تمہارے دل اُس سے موجودات کے ہر عیب سے پوشیدہ رہیں اور لباس فاخرہ یعنی لباس تقوی سے تجلی اور اور اغیت مراد ہے جو عارف کو مشاہدۂ غیر سے بے پرواہ کر دیتی ہے ——— ●●

بابا نصیب الدین غازی اپنے نورنامہ میں اس گروہ کا تعارف کراتے ہوئے

Marfat.com

لکھتے ہیں۔ "درویش و پرہیزگاران کشمیر را ریشی می نامند نسبت یعنی لباس تقوی را کہ زاہدان درشت و سخت پوشند ماخوذ از آیہ کریم سبحانی کہ اللہ تعالیٰ فرمود ریشا" ولباس التقوی یعنی لباس کہ برائے تواضع می پوشند چوں پشمینہ درشت و کہنہ (کہ) فقیراں می پوشند مشہور و معروف شد ند معروف ریشیان است۔

گویا فتحات کبرویہ اور بابا نصیب الدین غازی دونوں ریشیت کو کشمیر کے زاہدوں اور عابدوں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور پھر جس طرح فتحات کبرویہ میں ریشیت کا ماخذ قرآن حکیم کی ایک آیت سے اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بابا نصیب الدین غازی بھی اسی آیہ کریم سے استخراج کرتے ہیں اور پھر جس طرح صوفی کی خصوصیت جامہ صوف بتائی گئی ہے اسی طرح ریشی کی خصوصیت بھی پشمینہ درشت و کہنہ بتائی گئی ہے۔

آئین اکبری میں ابوالفضل نے کشمیر میں ریشیوں کا ذکر جس انداز سے کیا ہے۔ دلچسپی سے خالی نہیں لکھتے ہیں:۔ "و شائستہ کردار ایں بوم گروہ برہمن اگرچہ از تقلید گزینی و عادت پرستی رہائی نیافتہ اند لیکن بے ساختگی بایزدی نیایش پرداز ند بر مخالف کیش زبان بغیارہ نکشایند و زبان خواہش و تکاپوی نداند درختان میوہ دار برنشانند و سرمایہ روزگار مردم شود گوشت نخورند و زن نکنند نزدیک دو ہزار کس ازیں گروہ باشند (آئین اکبری جلد دوم ص) توزک جہانگیری میں بھی تقریباً انہی الفاظ میں اس گروہ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ البتہ جہاں آئین اکبری میں گروہ برہمن کہا گیا ہے۔ وہاں توزک جہانگیری میں طائفہ فقرا کہا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

"طائفہ از فقرائی باشند کہ آنہارا ریشی گویند اگرچہ علمی و ذوقی ندارند لیکن بے ساختگی و ظاہر آرائی نے زیند و ہیچکس را بدی گویند زبان خواہش و پای طلب کوتاہ دارند گوشت نمی خورند و زن نمی کنند پیوستہ درخت میوہ دار در صحرائی نشانند بایں نیت کہ مردم ازاں منتفع برگیرند قریب دو ہزار کس ازیں گروہ بودہ باشند۔ (توزک جہانگیری

جہانگیر زمرہ ابوالحسن ص ۱۴۸

مسلک ریشیت کی سب سے زیادہ اور مکمل وضاحت بابا داؤد مشکوتی نے کی ہے انہوں نے اپنی کتاب اسرار الابرار میں اس مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی دوسری عربی تصنیف منہاج الریشیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے :-

فعلم ان الریشی هو المرتاض من الزهاد والعباد والمتجرد عن الازواج والاولاد والمراغب عن النقود والعروض والعقار ولا یختار السکونة الا فی الجبال من ناحیة الارض والاقطار شعره ولا یاخذ للغذاء الا حلاله فی المساعدة یعطی السائل مما عنده من الغذاء ولا یوثر فی نفسه الا ما یلیق الیه للغیر ولا یتاذی منه النفس والهوام والطیر وغیر الادمی والوحوش والبهائم یتوجه الیه تعالی بصرف الهمة کلها والعزائم ... بانواع والخلوات والسهر والجوع ویتوسل بالتوبة والصدقة والذکر والانابة والخشوع مستفادة عن الحضور حتی یسقط حرکة اللسان و یجری دون اختیاره ثم یمحق الحروف ویبقی المعنی ثم ینزع العدد ویصیر حالة مستدیمة ثم یغیب عن جمیع الاشیاء ذاهلا ... عن نفسه وصفات هذا المذکورة ثم یستغرق فی التوحید الالهی و هو مستفاد من المشاهدة ومن هنا اکل نور من الانوار متلاشی ومضمحل فی نوره تعالی وتقدس کانوار النجوم فی نور الشمس ومنه قول الجنید قدس سره التوحید معنی یضمحل فیه الرسوم ویندرج فیه العلوم ویکون الله کما لم یزل ولا یتغذی الا من الحلال الطیب ومن ثم اختار بعضهم للکسب بیدیه ولما لم تعیه ایضا حلالا ... الغذاء العامة والحضرات الصوفیة من الهندباء والانساج کما من

Marfat.com

مأخوذ من ريشة الطير لانها اذا انفردت عن الطير وتفردت منه لا
يكون لها اختيار من الريح حتى يذهب به حيث يشاء من الارادة
والدلالة كما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم مثل القلب كمثل
ريشة بارض فلاة تقلبها الرياح ظهرا لبطن فالريشي كذلك من الله تعالى
لحقه تفرده اخماص تجرده وقال ابو الفقراء قدس سره هو من
يشبه لباس التقوى لان اكثر ما يلبسون غليظ مثل جلد الخروف او
بالبيض معلم ۔ وقد يطلق بالفارسية وينسب الى الخروج لان اكثر اوقاتهم
افاضت الدموع كالمجروح في اي حال كانوا بحكم ما ورد
ما من عبد مؤمن يخرج من عينيه دموع وان كان مثل راس الذباب
من خشية الله تعالى ثم يصيب شيئا من حر وجهه الا حرمه الله على النار
فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا ۔

ترجمہ

جاننا چاہیئے کہ ریشی وہ ہے جو عابدوں اور زاہدوں میں سے مرتاض اور
ریاضت کرنے والا ہے وہ مجرد اور [illegible] ہوتا ہے [illegible] رغبت وہ ہر نقد وجنس اور
زراعت سے اعراض کرتا ہے اور پیٹھ موڑتا ہے وہ دور افتادہ جنگلوں اور پہاڑوں میں
سکونت اختیار کرتا ہے اور شام کو کھانا نہیں رکھتا صبح کے لئے کچھ نہیں رکھتا اور
کھانے پینے کی چیز اس کے پاس ہو اس سے سائل کو ناامید نہیں کرتا اور اپنے واسطے وہی چیز پسند
کرتا ہے جسے لینے کی دوسرے کو خواہش نہ ہو اس کے ہاتھ سے نہ آتا کپڑے میں ملبوس [illegible]
[illegible] کو تکلیف نہیں پہنچتی [illegible] وحشی جانوروں اور [illegible]
پہنچ سکتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ [illegible]
وہ اللہ کا قرب [illegible] خوشی اور روزہ داری [illegible]

Marfat.com

اور وہ توبہ خیرات ۔ ذکر دائم عاجزی اور تواضع کو اپنا وسیلہ بناتا ہے ۔ اور وہ مضبوطی کیساتھ باحضور رہتا ہے یہاں تک کہ گر جاتا ہے ۔ اور اُسکی زبان بے حرکت ہو جاتی ہے ۔ اور وہ بے اختیار ہو کر مست اور دیوانہ وار چل پڑتا ہے ۔ پھر لفظ مٹ جاتا ہے اور معنی باقی رہتے ہیں ۔ عدد اور شمار وحدت میں مل جاتے ہیں اس کا حال ہمیشہ ایک جیسا ہوتا ہے ۔ اور ظاہر و باطن کی تمام چیزوں سے بشر غائب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس اور مذکورہ صفات سے بھی ۔ پھر ریشی توحید حال میں غرق ہو جاتا ہے اور وہ مشاہدۂ نور الٰہی سے حاصل کرتا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ انوار میں سے ہر نور خدا کے پاک و برتر کے نور میں ناچیز ، متلاشی اور مضمحل ہے ۔ جس طرح ستاروں کا نور آفتاب کی روشنی میں ماند پڑ جاتا ہے ۔ اور اسی معنی میں حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توحید کے معنی ہیں [illegible] رسوم و عادات کا [illegible] ہو جانا اور علوم کا توحید الٰہی میں ضم ہو جانا ۔ اور خدا تعالےٰ چونکہ لم یزل اور لایزال ہے ۔ ریشی سوائے مطلق حلال کے رزق نہیں کھاتا اور ان میں سے بعض ریشی اپنے ہاتھ سے کسب و کار کر کے رزقِ حلال کماتے ہیں اور اگر اس میں بھی خالص حلال نہیں ملتا تو صاف پانی اور صحرا کی سبزی یعنی ہند اور اوبھاک پر گذارہ کرتے ہیں ۔ اور ریشی کا لفظ ماخوذ ہے اور ریشیہ الطیر سے جس کے معنی یعنی پرندے کا پَر ۔ اگر اس سے جدا ہو جائے اور تنہا رہ جائے تو اس کو اپنے اوپر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ہوا اسے اُڑا کر جس میدان اور وادی میں چاہتی ہے لیجاتی ہے ۔ جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ دل کی مثال پرندے کے پر کی مثال ہے جیسے ہموار زمین میں ہوا کبھی اوپر اور کبھی نیچے لے جاتی ہے بس یہی دل ریشی کا ہے جیسے اپنے اوپر خدا تعالیٰ شانہٗ سے کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اس کا تفرد اور اس کی تنہائی ہمیشہ اُسی کے ساتھ ہوتی ہے ۔ اور دوسروں کے ساتھ وہ محض مجرد اور بے تعلق ہوتا ہے اور کہا ابوالفقراء نصیب مسکین قدس سرہٗ نے کہ یہ (لفظ ریشی) آیہ کریمہ سے ماخوذ ہے ۔ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ یعنی لباس تقویٰ اور پرہیزگاری پہنے ہوتے ہے کیونکہ اکثر ریشی جو چیز پہنتے ہیں وہ موٹا بھدا کھردرا اور سیاہ کپڑا ہوتا ہے جو کبھی سیاہ و سفید

Marfat.com

دھاری دار اون کا ہوتا ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ اس کی نسبت فارسی کے لفظ ریش سے ہے۔ جس کے معنی زخم کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ریشی اکثر اوقات زخمیوں کی طرح آنسو بہاتے ہیں جس حال میں بھی ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی مومن بندہ ایسا نہیں جس نے خدا کے خوف سے اپنی دو آنکھوں سے آنسو بہائے چاہے وہ مکھی کے سر کے برابر ہو جو اسکے چہرے پر ٹپک پڑے اور خدا نے اس پر آتش دوزخ کو حرام نہ کیا ہو۔ پس رشو بہت زیادہ اور آنسو بہت کم۔

ان مختلف شواہد و آثار میں اکثر باتیں مشترک ہیں تقریباً تمام تذکرہ نگار ریشیت کی تعریف میں متفق ہیں۔ اور اسے قرآن مجید سے ماخوذ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ریشیوں کے زہد و تقویٰ، پرہیزگاری دنیا اور مال دنیا سے بے تعلقی، خدمت خلق بے ریائی اور ریاضت شاقہ کے سبھی معترف ہیں۔ مادی لذات سے کنارہ کش ہو کر ان لوگوں نے تعلق باللہ اور عرفان الٰہی کی منزلیں جس طرح طے کی ہیں وہ ان کی امتیازی خصوصیات ہیں یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے صوفیائے کرام ممتاز اور منفرد ہیں اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ریشیان بھی صوفیائے کا ہی ایک گروہ ہے۔ اگرچہ صوفیوں کے معروف و معلوم سلسلوں میں سے ان کا تعلق کسی خاص سلسلے کے ساتھ نہیں بلکہ مسالک ریشیت کو تصوف کا ایک الگ سلسلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس پر مقامی رنگ غالب ہے اور جن کے بعض اعمال و افعال تارک دنیا سادھوؤں اور سنیاسیوں سے مشابہ ہیں اور شاید کچھ ایسے ہی اعمال اور اشغال کو دیکھ کر اور انہیں خالص اسلامی عبادت سے ہم آہنگ نہ پاکر آئین اکبری کے مصنف ابوالفضل کو مغالطہ ہوا ہے اور اس نے ان کے لئے گروہ برہمن کی اصطلاح استعمال کی ہے لیکن ریشیوں کی راہبانہ زندگی کے باوصف یہ گروہ سے اسلامی شعائر سے وابستہ تھا بلکہ انہوں نے اسلام کی تبلیغ و ترویج میں اہم کردار انجام دیا ہے۔

قبل از اسلام کشمیر کے خدا پرست عابدوں اور زاہدوں کو ریشی کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ گپھاؤں، غاروں، جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے تھے۔ جنگلی پھل پھول اور گھاس پات

پر گذارہ کرتے ۔ آرام و آسائش لذّات نفسانی اور مادی خواہشات سے الگ ہو کر عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے ۔ پھر جب تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں کچھ مسلمان صوفیا اور مبلغ یہاں آ گئے تو ان کی تبلیغ اور تعلیم سے آہستہ آہستہ یہاں کے کچھ لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے ان میں کچھ برہمن اور ریشی بھی تھے پھر ان بزرگان اسلام کو بھی اسی ریشی کے لقب سے پکارا گیا ۔ لیکن اس دور کے ریشیوں کے بارے میں کوئی تذکرہ دستیاب نہیں تمام مورخ اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ خود ان ریشیوں کا کوئی کلام بھی دستیاب نہیں ۔ البتہ حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ نے اپنے زمانے سے قبل کے ریشیوں کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے ۔ فرماتے ہیں ؎

ریشی آئی پتھم ریشی
ریمن اوس پیٹھ زندہ ننگہ تن
منگتھ کھارہن دشکہ کوہشی
تیمہ سر ہن نہ پتھ دَن

حضرت شیخ کے کلام سے ہی ہمیں ان کے چند پیشرو ریشیوں کا ذکر ملتا ہے ۔ ؎

اوّل ریشی احمد ریشی دوّیم حضرت اویس آو
تریّم زلکہ ریشی ژوریم حضرت پلاس آو
پونژیّم ریشی رمہ ریشی شییّم حضرت میران آو
ستیم کو زہم ہش نادشی بہ کس ریشی مئے کیا ناو

اوّل الذکر دو ریشیوں کو چھوڑ کر جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اویس قرنیؓ مراد ہیں اس اشلوک میں پانچ ریشیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں پانچویں ریشی خود شیخ العالم ہیں۔ باقی چار ریشی یعنی زلکا ریشی پلاس ریشی رمہ ریشی اور میران ریشی کے بارے میں کوئی تفصیلات معلوم نہیں اسقدر یقینی ہے کہ یہ چاروں ریشی اسی ملک کے باشندے ہیں ۔ حضرت شیخ العالم کے کلام میں بھی ان چاروں ریشیوں کا ذکر ملتا ہے ، حضرت شیخ فرماتے ہیں ۔ ؎

Marfat.com

ڈنڈک ونکی زُلکا ریشی — کرُتھ پھل کھیتھ کرِتھ سۄے
ان کھڈنگ تھوُون تہٕ ہندن — کربندن توشہٕ خودائے

ریش وَنی بُڈ میران ریشی — ژُندر ساسس ان زل چھو
اوٕ دیہ ہوت آکاش گوو ہے — تیُتھ مئے وَرد تو دِ ہو

تمُ حضرت رُمہ ریشی — جنتس مشز اَزن جائے
صدر رحمت تمن چندن — کربندن توشہٕ خودائے

براہٕ ابیاے سی پلاس ریشی — تمُ چھرستس پوز وژائے
اکھ دما موخش نہٕ زاہہ رُہ — کربندن توشہٕ خودائے

شیخ العالم کے ان چار اشلوکوں سے متذکرہ چار ریشیوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ

(۱) زلکا ریشی ڈنڈوک کے جنگل میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ ڈنڈوک ون کامراج کے علاقہ حمل کے ایک جنگل کا نام تھا جسے آج کل رفیع آباد کا نام دیا گیا ہے۔ حاجنی صاحب کے خیال میں "کوئی کشمیری بزرگ مشرف بہ اسلام ہو چکا ہوگا اور اس نے مقامی بودھوں اور برہمنوں کے عقیدے سے متاثر ہو کر سوکھے پتوں پر زندگی بسر کی ہوگی"۔

(۲) حضرت میران ریشی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ریش ونی کے مقام پر عبادت اور تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے یہ جگہ صفاپور (سوناواری) کے قریب واقع ہے۔ اشلوک سے اس کی [illegible] بھی لگتا ہے جو ۸۳ سال بیان کی گئی ہے حضرت میران ریشی کے بارے میں شیخ العالم کا مندرجہ ذیل اشلوک تاریخ حسن میں یوں درج ہے۔

تمُ حضرتہٕ میران ریشی — کرِ نِدِ نفس سیتی کرُتھ نیائے

Marfat.com

پان آنزمن قترن دندرن کربندی توشہ خود اے

یعنی میران ریشی نے بڑے نفس کے ساتھ جنگ قائم رکھا اور نفس کو جلا جلا کر پانی بنا کر صرف دانتوں کو تر کرتا تھا دیتے تھے۔ اور آکاش گودی سے یہ مطلب نکالا گیا ہے کہ میران ریشی کی لاش ہوا کے دوش پر سوار ہو کر کسی دوسری جگہ پہنچ گئی۔

(۳) رُمہ ریشی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے جنت میں اپنی جگہ بنائی۔ رُمہ ریشی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے طویل عمر پائی۔ عمر بھر سیاحت کرتے رہے۔ انگول ریشی، شیبان ریشی اور لدر من ریشی ان کے خاص خادم بتائے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی تبلیغ اسلام کا مرکز ہارون میں قائم کیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رُمہ ریشی راموناڑی گاؤں میں دفن ہے۔

(۴) پلاس من ریشی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ "پران ابیاس" کرنے والے تھے جس کے معنی دائمی حبس نفس بتائے گئے ہیں۔ پلاس من لدر من کا بھائی بتایا جاتا ہے۔ یہ دونوں بھائی رُمہ ریشی کے ہاتھ پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ آگے حضرت شیخ فرماتے ہیں

پتھ کالہ یم ریش بو وی
تمو تھ کوزر بجبہ دشائے
زُو یہ مؤر چھکھ سو ورو ندرن
کر بندرن توشہ خود اے

یعنی یہ ریشی پرانے زمانے میں تھے اور انہوں نے خدا کی بندگی جیسی چاہیے تھی ویسی کی میں ان پر جان و تن قربان کرتا ہوں۔

لدر من ریشی گوڈسکو کے رہنے والے تھے یہ پلاس من ریشی کے بھائی تھے خلاص من اور یاسمن ریشی پلاس من ریشی کے دو بیٹے تھے۔ کہتے ہیں خلاص من کا نام ابتدا میں کیلاش من تھا یہ دونوں بھائی چیہارہ کے کریوہ پر آسودہ خاک ہیں۔ سورن ریشی خلاص من کا چیلا تھا خدا کی بندگی اور عبادت گزاری میں حد درجہ کی محنت و مشقت کرتا تھا۔ علاقہ ناگام کے ایک گاؤں کا رہ

Marfat.com

چالیس سال تک گپھا میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کرتا رہا ۔

حضرت شیخ العالم کے دور تک پہنچ کر ریشیت کا دور اول ختم ہو جاتا ہے اور یہاں سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے ۔ پہلے دور کے ریشیوں کی زندگی میں اسلامی اور غیر اسلامی شعائر اور رسوم کچھ اس طرح گڈمڈ ہو گئے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنا مشکل ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اگرچہ اس سرزمین تک بہت پہلے پہنچ چکا تھا ۔ لیکن میر سید علی ہمدانی رح کی تشریف آوری تک یہ مقامی اثرات رسوم و عبادات اور غیر اسلامی اور مشرکانہ شعائر پر غالب نہیں آیا تھا ۔ اسلامی عقائد و عبادات کے ساتھ بہت سے ہندوانہ اور مشرکانہ عقائد و رسوم جاری تھے خود بادشاہ وقت مسلمان ہوتے ہوئے مشرکانہ رسوم و عبادات پر عمل پیرا تھا اُسکے نکاح میں بیک وقت دو بہنیں تھیں ۔ جن میں سے حضرت امیر نے ایک کو طلاق دلوائی اور پہلی بار یہاں اسلامی احکام اور شریعت کو نافذ کیا ۔ تاریخ کبیر میں لکھا ہے ۔

" تا وقت ورود ایشاں دریں شہر احکام اسلام چنداں جاری نہ بودند بلکہ رسوم شرک و کفر مروج و معمول بہ اکثر مردم میبودند ـــــ یہی دور حضرت شیخ کی پیدائش کا زمانہ ہے ۔ حضرت شیخ کے والدین کشتواڑ کے راجاؤں کی اولاد سے تھے ان کے والد سلر سنز نے یاسمن ریشی کی صحبت میں رہ کر اسلام قبول کیا تھا اور ان کا نام شیخ سالار رکھا گیا تھا ۔ مورخ حسن اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے شیخ کے ہم عصر مورخ ملا احمد کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک دن شیخ سالار اور ان کی بیوی صدرہ موج یاسمن ریشی کے پاس بیٹھے تھے اسی اثنا میں ان کے ہاتھ میں ایک گلدستہ لے کر وہاں پہنچی یاسمن ریشی نے لل دید کے ہاتھ سے گلدستہ لیکر صدرہ موج کے سر پر رکھ دیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اب فرزند صالح عطا کرے جو ہماری اہلیت اور ہمارے مسلک کا وارث بن جائے ۔ یہ دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی اور صدرہ موج کے بطن سے بتاریخ یوم دہم ذی الحجہ ۷۷۹ھ ایک فرزند تولد ہوا ۔ جو آگے چل کر شیخ العالم کے نام سے مشہور ہوا ۔ اسرار الابرار میں بہ اشعار ملتے ہیں ۔

" منقول است کہ در تاریخ دہم ذی الحجہ ہفت صد و ہفتاد و نہ حضرت شیخ نور الدین قدس سرہ تولد یافت و بعد از سی سال ریشی شد و بعد از تو شصت سال ناں نخورد ......

گردانید و طریقۂ رہبانیت و برہمنہ واہی ساخت اگرچہ پیشں ازاں تازہ بود۔ یعنی شیخ العالم ۷۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور تیس سال کی عمر میں ریشی ہوئے توبہ کے بعد چھ سال تک روٹی نہیں کھائی۔ آپ نے ریشیت کو از سرِ نو تازہ کیا رہبانیت اور ہندوانہ طریقوں کو ترک کیا اگرچہ یہ چیزیں اس سے قبل بہت مروج تھیں۔

اسرار الابرار کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العالم تیس یا چھتیس سال کی عمر تک ریشیت کے اُسی مسلک پر قائم رہے جس میں رہبانیت اور دوسرے ہندوانہ مراسم اور عبادات ملے ہوئے تھے پھر آپ نے توبہ کرکے رہبانیت اور دوسرے ہندوانہ طریقوں کو ترک کیا اور ریشیت کو ایک نیا رنگ و روپ عطا کیا جس میں قرآن وسنت کی اتباع اور اس کی تبلیغ و ترویج کو اپنا نصب العین بنایا۔ میرے اس خیال کی تائید خواجہ اعظم دیدہ مری کی تاریخ کشمیر (واقعاتِ کشمیر) کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے: "درسن سی سالگی توفیقِ توبہ یافت واز رہبانیت کہ دراں وقت شائع بود روئے برتافت و بشعار اسلام در راہِ ریاضت وجاں بازی شتافت یادگار متقدمین و افتخار متاخرین شد بسبش صورۃً ومعناً تمام لطف وجمال ہمتش ظاہراً و باطناً مصروف متابعت محبوب ذوالجلال علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب المتعال سر دفترِ ریشیانِ کشمیر است۔ پھر ریشیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "ریشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہداں وعابداں در ریاضت سخت وصعب تر باشد و خود را از اولاد ازدواج فارغ دارد و دست از جمیع آرزوہا وہوا وہوس بردارد چہ جائے ملک ومال" پھر حضرت شیخ کی زندگی خصوصاً ابتدائی دور کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ "وجناب این شیخ باکمال درین امور ازین طبقہ متفرد وممتاز بود و زہد وتقویٰ را بغایت الغایت فرمود چوں ابتدائے کار حضرت شیخ جذبۂ الٰہی بود و از اشعلۂ زعشق نامتناہی درگرفت وکار با آہ ونالہ واشعار شیریں مقال داشت واندک ہمتی محجوب صوریہ را ہم کہ تعلقاتِ زن وفرزند بود برداشت

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

Marfat.com

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

(واقعاتِ کشمیر صفحہ ۳۰)

پھر خود شیخ العالم کے اپنے کلام سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ آپ ابتدا میں رہبانیت اور ترکِ دنیا کے طریقے پر عامل تھے اور بیوی بچوں سے ترکِ تعلقات کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن بعد میں حقیقت ان پر منکشف ہو گئی اور وہ اس طریقے سے تائب ہو گئے۔ فرماتے ہیں ؎

نفر بابہ جنگل کھسن گٔیم خاصی
متہ دزِپ یہ آتہ بُڈ عبادت
وُچھو تہ یہ اُس بُڈ بدنامی
سرہ اُس کرِنی کنی کتھ

وَنَن سرگال واندر آسن
گوپھن گگر بران واس
پانژھ دکھ یم انتہ مل کاسن
تِتہ بانزن آسن تِم چھ خاص

نر گژھ اکس تاج الانس مرس
گر کوزر رسول خدایہ بری نوہ شس آو

شیخ العالم کے مسلک میں یہ تبدیلی غالباً اس دور کے دوسرے علما اور صوفیا کی صحبت کا اثر تھا جیسا کہ "اسرار الابرار" سے معلوم ہوتا ہے کہ "بسیار مشائخ کہ میر سید علی ہمدانی را دیدہ بود میر سید

Marfat.com

ہمدانی" و میر سید محمد ہمدانی و معاصران ایشاں قدست اسرارہم صحبت داشتہ تجربہ کار بود"

اگرچہ میر سید علی ہمدانی سے آپ کی ملاقات محل نظر ہے تاہم سید حسین سمنانی، میر محمد ہمدانی اور دوسرے ہم عصر بزرگوں سے ملاقات میں کوئی شک نہیں ۔ ابتدا میں آپ اویسی طریقے پر تھے اور کسی پیر طریقت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی چنانچہ "اسرار الابرار" میں لکھا ہے کہ "مشہور است کہ درمیان ایں گروہ و نزد مشائخ باشکوہ کہ اویسی بود - و آں طریقت کہ شیخ طریقت بظاہر بنود - و شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ گفتہ کہ کامل از اولیاء اللہ باشد کہ ایشاں را مشائخ طریقت و کبرار حقیقت اویسیاں نامند و ایشاں را در ظاہر بہ پیری احتیاج بنود" لیکن بعد میں آپ نے حضرت میر محمد ہمدانی کے ہاتھ پر "کبروی طریقے" پر بیعت کی اور حقیقت میں آپ کی اس روحانی تبدیلی کا سلسلہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا یہیں سے شروع ہوتا ہے ۔ حضرت میر محمد ہمدانی نے جناب شیخ کو خط ارشاد بھی عطا کیا جو خانقاہ معلیٰ سرینگر میں آج تک موجود ہے اور اس پر ۱۵ رجب ۸۱۴ھ کی تاریخ درج ہے اس خط ارشاد میں بھی طویل چلہ کشی اور خلوت نشینی کی اجازت دی گئی ہے اور اس کی کوئی اور توجیہہ کی جا سکتی کہ مقامی اثرات اور مسلک ریشیت کا یہاں زبردست غلبہ تھا اور میر ہمدانی عرصہ تک یہاں تبلیغ و ترویج اسلام کا کام انجام دیتے ہوئے یہاں کے لوگوں کی نفسیات سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے اور یہ حقیقت جان چکے تھے کہ مقامی ریشیوں کی نفس کشی اور ترک لذات کا لحاظ کئے بغیر یہاں کوئی تبلیغ کارگر نہیں ہو سکتی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تبلیغ دین میں اس حکمت سے کام لیکر ریشیت نے ایک بہت ہی مفید رول ادا کیا ۔ یہاں کے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے ضروری تھا کہ سینکڑوں تک لے تے ان کے ذہن میں خدا رسیدگی پاکیزگی اور بزرگی کے جو تصورات ہندو دھرم اور بدھ مت نے پیدا کئے تھے ۔ ان کا اثر توڑا جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب دعوت دین کا کام کرنے والے خود نفس کشی ترک لذات اور تزکیہ نفس کے اصولوں پر عامل ہوں اور ان کا یہی عمل غیر مسلموں کی کشش کا باعث ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ شیخ العالم اور ان کے ریشیوں کو رہبانیت نہ سہی ترک لذات

Marfat.com

کے طریقے پر سختی سے عمل کرنا پڑا اور ترکِ لذات کے ساتھ ساتھ عدمِ تشدد۔ نفس کشی خدمتِ خلق اور انسان دوستی کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر وہ ہندوؤں اور بودھوں کے پیشواؤں برہمنوں اور راہبوں کے مرکزوں تک پہنچ گئے اور انہیں انہیں کے ہتھیاروں سے مفتوح کرلیا۔ ریشیوں کی عملی زندگی کے حالات دیکھ کر برہمن اور بودھ ان سے بے حد متاثر ہوئے تھے اور پھر ان کی بات سننے کے لئے آمادہ ہوئے تھے جسکے نتیجے میں ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

ریشیوں کی عملی زندگی کے بارے میں مضمون کے ابتداء میں ہی بہت سے شواہد پیش کئے جاچکے ہیں ان کی اسی زندگی کا اثر تھا جس نے ہر دعوت کا وہ ماحول پیدا کیا جہاں بغیر کسی جبر و اکراہ کے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے گویا ریشیوں نے قرآن حکیم کے اس حکم ہی ۳
لا اکراہ فی الدین کو اپنی دعوت اور تحریک کا رہنما اصول بنایا تھا۔ ریشیوں کی تبلیغ ۵
میدان بہت وسیع تھا کیونکہ وہ عوام کے ہر طبقہ تک پہنچ سکتے تھے۔ وہ یہاں کے لوگوں کو ان کی اپنی زبان میں دین کی باتیں بتا سکتے تھے یہ سہولت باہر سے آنے والوں کو میسر نہ تھی۔ ان کی زبان فارسی تھی اور وہ خواص اور علماء تک ہی پہنچ سکتے تھے جبکہ ریشی نہ صرف مقامی زبان بلکہ عادات رسم و رواج اور مزاج سے بھی واقف تھے [illegible] کشمیر کے ہر طبقے پر چاہے وہ [illegible] ہوں [illegible] سے مسلمان ہوگئے تھے یا ریشیوں کی [illegible] سے انہوں نے اسلام [illegible] ریشیوں کا زبردست اثر رہا اور نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ غیر مسلموں پر بھی اس کا خوشگوار اثر پڑا [illegible] گروہوں کو باہمی اتحاد و اتفاق اور [illegible] کے ماحول میں زندگی گزارنے کا موقع دیا۔ چنانچہ آگے چل کر جن لوگوں نے [illegible] سرانجام دی انہوں نے بھی [illegible] ہمدانی اور شیخ العالم کے طریقہ [illegible]

شیخ العالم اور ان کے بعد آنے والے ریشیوں نے تبلیغ دین کی خاطر بہت بڑی قربانیاں دیں اور اپنی نفس کشی اور خدمت خلق سے ایک دور رس نقش پیدا کر لئے اور کشمیر کو ایک امتیازی خصوصیت بخشی۔ شیخ العالم کے اکثر خلفاء اور متبعین آپ کے ذریعہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے

Marfat.com

زین الدین ریشی کشتواڑ کے بدرہ کوٹ کا رہنے والا زینہ سنگھ تھا۔ بابا بام الدین ریشی بم زو مندر کا بم سادھو پجاری تھا بابا لطیف الدین ریشی کا نام آوت رینہ تھا، جو مرلوواڈ ون کا حاکم تھا۔ بابا نصیر الدین کا نام اترو راوتھر تھا اسی طرح خواتین میں شنگہ بی بی، وتہ بی بی۔ دہت۔ بی بی وغیرہ مشہور ہیں پھر آپ کے خلفاء کے خلفاء کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ خود شیخ العالم نے ۳۶۰ ریشیوں کی روحانی تربیت کی جنہوں نے ان کے مشن کو جگہ جگہ پہنچایا۔ یہ لوگ جسم پر ایک اونی پیراہن پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں اور سر پر مستطیل دار ٹوپی پہنتے تھے۔ روکھی سوکھی جو کی روٹی ہندا اور اوپل ہاک پر گذارہ کرتے۔ اکثر ریشیوں نے عمر بھر گوشت نہیں کھایا۔ بعض نے شادی نہیں کی اور مجرد رہ کر خدمت دین کرتے رہے۔ یہ انہی لوگوں کی مساعی جمیلہ کا اثر ہے کہ آجتک کشمیر کو "ریشی واری" یا ریشیوں کی زمین کہا جاتا ہے۔

شیخ العالم کی زندگی اور ان کے خدمت دین کا اندازہ لگانے کے لئے ہمارے پاس ان کے کلام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ اس کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے بارے میں ان کا نظریہ بالکل واضح اور قرآن و سنت کی روشن شاہراہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ انہوں نے قرآنی تعلیمات اور اس کی روح کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے اور اس لحاظ سے ان کے کلام کو کشمیری زبان میں کلام اللہ کی تفسیر کہنا بے جا نہ ہوگا۔ وضو و طہارت کے مسائل سے لے کر معاش و معاد تک کے مسائل میں حضرت شیخ نے بہت ہی پُر اثر انداز میں رہنمائی فرمائی ہے۔ توحید، رسالت، آخرت، نفس پرستی کا انجام وغیرہ اس کے خاص موضوعات ہیں جن کی تفصیل پیش کرنے سے مضمون کی تنگ دامانی مانع ہے

Marfat.com

○ سیف الدین قادری

ربیت کی غایتِ اولیٰ

اس پُرکشش کائنات کے پیچھے کس صاحبِ کاف و نون کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اس پردۂ زنگاری کے عقب میں کس دستِ حسین کی کارفرمائی مصروفِ عمل ہے۔ اس لگے بندھے نظام کی گرفت کس کی حکیمانہ قدرت کی مرہونِ منت ہے۔ شمس و قمر اور سیاروں و ستاروں کی دنیا کس نورِ لم یزل سے تاباں و درخشاں ہے۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو۔ درختوں کی ہریالی۔ میووں کی ترشی و شیرینی۔ دریاؤں کی روانی۔ کوہساروں کی بلندی۔ سمندروں کی وسعت و گہرائی اور ریگستانوں کی خاموش و پُرروق رفعت کس کی عظمت و حکمت کی غمازی کر رہی ہے۔ وہ حسین آفریدگار کب سے موجود ہے۔ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ اس تک رسائی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ صفات کی جلوہ آرائیوں سے متلذذ ہونے کے ساتھ ساتھ ذات کا مشاہدہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ یہ ہیں وہ سوالات جو بنی نوعِ انسان کو ہمیشہ قلق و اضطراب میں ڈالتے رہے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ انسانوں میں ایسے بھی لوگ پیدا ہوئے۔ جو مستقل شعوری طور پر اس فطری آواز کو مادی دنیا کے شور و شغب میں دباتے رہے اور ضمیر کو فریب دے کر سلاتے رہے کہ اس سے آگے کچھ بھی نہیں۔ آدمیت کی آخری منزل یہی نظر آنے والی مادی دنیا اور وسیع و عریض کائنات ہے اور اس کے آگے نہ کچھ ہے اور نہ ہی

Marfat.com

کچھ سمجھنے یا جاننے کی ضرورت ہے۔ مگر ان فریب کاریوں کے باوجود انسان مشاہدۂ ذات کے لئے علامتِ استفہام بن کر سرگرداں و پریشان رہا۔

خداوند کریم کی شانِ ربوبیت اور صفتِ رحیمیت نے آگے بڑھ کر آدم مبہوت کی دستگیری کی۔ اور ورطۂ حیرت و استعجاب سے نکالنے اور معرفتِ ذات سے سرفراز کرنے کے لئے مختلف ملکوں اور قوموں میں وقتاً فوقتاً اپنے پاس بندے اور عارفین الواصلین مبعوث فرمائے۔

وانِ مِّن اُمَّۃ اِلّا خلا فیھا نذیرٌ۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی ہادی نہ بھیجا گیا ہو۔ مذکورہ حقیقت کی طرف دلالت کرتی ہے۔

حُسنِ ازلی کی طرف رہنمائی کرنے والے یہ اربابِ بصیرت جنہیں مختلف ملکوں اور قوموں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ اپنا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور انسانوں کو فطری راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے منزلِ حقیقی کی نشاندہی کرتے رہے۔

انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ خُلِقَ الاِنسَانُ عَجُولاً۔ اس لئے رہنماؤں کے اُٹھ جانے کے بعد ہی عجلت پسندی نے ان فطری طریقۂ کار کو چھوڑ کر غلبۂ عشق و شیفتگی کی عجلت کی وجہ سے کسی کی تلاش میں اپنے کو آلام و تکالیف میں ڈالتا رہا۔ اور دنیا و مافیہا سے بیزار ہو کر جنگلوں میں گھومتا رہا۔ اس نے خود ہی یہ مفروضہ گھڑ لیا کہ میرے اور محبوب کے درمیان اگر کوئی دیوار حائل ہے تو وہ اپنا جسدِ خاکی اور دنیائے فانی کی لذتیں یہ دیوار ہے۔ اس لئے محبوب تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس کے بغیر اور کوئی صورت ہو نہیں سکتی کہ اس دیوار کو ڈھا کر پار جھانکنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ اس خیال نے آدم خاکی کو دنیا کی گوناگوں نعمتوں ہی سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے بھی بیزار کر دیا اور یہ مسلسل فاقہ کشی ان تھک ریاضت۔ شب و روز کی بیاباں نوردی اور لگاتار بیداری سے دامنِ محبوب کو تھامنے اور وصلِ محبوب سے سرفراز ہونے کی سعی کرتا رہا۔

Marfat.com

یہی وہ زندگی ہے جسے راہبانہ زندگی کا نام دیا گیا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ طرزِ حیات اختیار کرنے کی وجہ ان لوگوں کی عیش پرستانہ زندگی بنی۔ جو ہادیانِ حق کے وارث بن کر نہ صرف یہ کہ الٹی چال چلنے لگے بلکہ ان پاکبازوں کے لائے ہوئے نسخہ ہائے معرفت کی بھی تعریف کر گئے۔ اور خدا کا نام لیتے ہوئے خدا بیزار زندگی گزارنے لگے۔

بہرحال سبب اور وجہ کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ انسان معرفتِ خداوندی کی تلاش میں فطری راہ سے بھٹک گیا اور ایک راستہ اختیار کر گیا جس کا نتیجہ بھول بھلیوں میں گھوم گھام کر بے نیل و مرام واپس لوٹنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس زندگی کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ

یعنی اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی خوشنودی میں انہوں نے یہ بدعت نکالی۔ —— (سورۃ حدید)

اس راہبانہ تصور نے انسان کے دل و دماغ کو اس طرح مسخر کیا تھا کہ یہ تصور توڑنے کے لئے خداوند کریم کو اعلان کرنا پڑا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ

اے محمدؐ! ان سے پوچھو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا۔ اور کس نے خداوند کریم کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں —— (سورۃ اعراف)

حیرت یہ ہے کہ جب پیغمبر کریم علیہ الصلوٰت والتسلیم کے ذریعہ خداوند کریم نے اس بدعت سیئہ کا استیصال کرنا چاہا۔ ان کے سامنے بھی لوگ راہبانہ آرزوئیں لیکر آتے تھے۔ اور مسائل پوچھتے رہتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ صحابہ میں سے ایک صاحب نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

Marfat.com

دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہ کرونگا اور عورت سے کوئی رابطہ نہ رکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا۔

اما واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی

خدا کی قسم میں تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ (نفلی روزہ) رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جس کو یہ طریقہ پسند نہ ہو اُس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ لا تشددوا علی انفسکم۔ اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں۔ (ابو داؤد)

ایک دفعہ فرمایا۔

رھبانیۃ ھذہ الامۃ الجہاد فی سبیل اللہ

اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے (مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ)

یہاں پیر رومیؒ اور مرید ہندی کی گفتگو یاد آئی

مرید ہندی (اقبالؒ) استفسار کر رہا ہے

کاروبارِ خسروی یا راہبی کیا ہے آخر غایتِ دینِ نبیؐ ؟

پیرِ رومیؒ

مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ

Marfat.com

تاریخ کہتی ہے کہ رہبانیت کا سلسلہ حضرت عیسیٰؑ کے دو سو سال بعد ان کے نام لیواؤں میں شروع ہو گیا۔

عرب اور عرب کے ملحقہ جات سے نکل کر جب ہم ہندوستان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی رہبانیت خداوند کریم تک رسائی کا واحد ذریعہ مانا جاتا تھا۔ جوگی اور سنیاسی بدن پر راکھ مل کر اور اپنے کو صعوبتوں اور اذیتوں میں ڈال کر جنگلوں کی زینت بنتے جاتے تھے اور بنتے جاتے ہیں۔ اور اسے خداشناسی کا نام دیا گیا ہے۔

جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز کی چمنستانِ کشمیر میں تشریف آوری سے پہلے یہاں کی سرزمین بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں تھی۔ ایسے ہی لوگوں کو یہاں کی زبان میں —— جو غالباً سنسکرت سے ماخوذ تھا —— ریشی کہا جاتا تھا۔ کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ بے نفس بھی تھے اور انسان دوست بھی اور ان کے اس طرز زندگی نے ان کو سماج میں ایک خاص مقام عطا کیا تھا۔

چونکہ اسلام کسی خاص زبان اور قوم تک محدود نہیں اسی لئے اسلام نے کبھی بھی زبان سے تعصب نہیں برتا بلکہ جہاں کہیں کوئی اصطلاح کسی خاص منشاء کو واضح کرنے کے لئے نظر آئی اُسے استعمال کیا۔

مثال کے طور پر دورِ اول میں ہمیں صوفی کا لفظ کہیں نظر نہیں آتا۔ متقین، صالحین، مومنین، شہداء وغیرہ الفاظ خدا کے پاک بندوں کے لئے استعمال ہوتے رہتے تھے۔ مگر صوفی کا لفظ زیر استعمال نہیں تھا۔ اسلام عرب سے نکل کر عجم کی طرف گامزن ہوا تو دورِ تابعین میں صوفی اور تصوف کے الفاظ نے جنم لیا اور ہم اس کو اپنا بھی لیا۔

کشمیر میں ریشی کا لفظ —— جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا —— خدا پرست اور انسان دوست شخصیت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے یہاں کے نیک سیرت اور بلند فطرت نازنین اس لفظ کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرتے رہے۔ ہاں ان بزرگوں

Marfat.com

نے خداجوئی کی اُس راہ اور طریق کار سے اعراض کیا۔ جسے راہبانہ تصور رکھنے والے رشیوں نے اپنایا تھا۔ یہاں ہم اپنے اس قول کو ثابت کرنے کے لیئے اس بزرگ ہستی کا کلام پیش کریں گے۔ جنہیں مسلمانہ رشیوں کا امام ہونے کا فخر حاصل ہے اور وہ ہیں ہمارے پیرومرشد جناب شیخ نورالدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ وقدس اللہ سرّہ العزیز۔

آپ فرماتے ھیں۔

نصر بابہ جنگلن گھُسن گیئہ خسائی
مے دوپ یہ آسہ بڈ عبادت
وُچھتھ یہ اُسِ بڈ بد نامی
مَر اُسِ کرن کُنی کتھ

اپنے خلیفہ جناب نصیرالدین علیہ الرحمہ سے فرماتے ہیں کہ جنگلوں کی طرف جا کر بیاباں نوردی کرنا بہت بڑی غلطی ہے مجھے خیال تھا کہ غالباً یہی عبادت ہوگی۔ حالانکہ یہ عبادت نہیں بدنامی ہے کیوں کہ محض ایک ہی بات جاننے اور پہچاننے کو کہا گیا تھا جس کے لیئے جنگل کی راہ لینا ضروری نہیں تھا۔

اور آگے بڑھیئے اور دیکھیئے راہبانہ تصوّر کو کس مثالی انداز اور زوردار الفاظ میں مٹایا جارہا ہے۔

ارشاد ہوتا ھے:

وَنن پیٹزی تہ واندر آسن
گگر گوپھن برن واسن
یم پانژن وقتن اگہ مل کاسن
نشہ آسن پاژن تیجھ چھہ خاص

جنگلوں اور غاروں میں سکونت کرنا تو بندروں اور چوہوں کا کام ہے۔ ہاں اگر

Marfat.com

Marfat.com

و حضرت شیخ بہاؤالدین زکریائی ملتانی از راہ باطن در تربیت ایشاں سعی بلیغ کردند
نادرو درایات نصرت آیات حضرت میر سید محمد ہمدانی بے اجازت مرشد ظاہری بہ ریاضت
مشغول بودہ بمرتبہ توحید و عرفان رسید - چوں عارف معارف ربانی حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ
دریں دیار لطیف تشریف شریف ارزانی فرمود بمقتضائے فعوذی الکشیخ فی قومہٖ
کاالنبی فی امیہ نسبت مسلسل بحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم برخود لازم دانستہ
بشرف قدمبوسی حضرت سیادت بناں مشرف شدہ مرید گشت۔

خوارق السالکین المعروف بہ تاریخ ہادی صفحہ ۱۳۴

ظاہر ہے کہ جس اولوالعزم نے حضرت میر سید محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز جیسے
صاحبِ علم و پابند شریعت عارف باللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت لی ہو اس کی نظروں
میں راہبانہ غار نشینی اور بے مقصد صحرا نوردی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

رہبانیت سے اعراض کرنے کے معنی یہ نہیں تھا کہ حضرت شیخ دنیا پرست بن
گئے اور دنیا دارانہ زندگی اختیار کر گئے۔ بلکہ انہوں نے اپنی حیات طیبہ میں اُسی فقر کو اپنایا
جس کی مثال رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے اور جس فقر پر حضور پُرنورؐ بار بار
فرماتے تھے۔ الفقر فخری مجھے اپنے فقر پر ناز ہے کیوں کہ یہ فقر اضطراری نہیں
فقر اختیاری تھا۔

حضرت شیخ کامل علیہ الرحمہ اسی فقر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقر جھے دوزخ دُرُن ھوڑو
فقر جھے اُنک تہ پلک ژور
فقر چھے مشک تے بلیہ خوشبوئے
فقرس بیٹھ ٹیس روڈے دڈرو

Marfat.com

تس پچھے ییتہ گنتہ تہ اوہدے
نفرکس عمر ییس وہ وہرس شروہو
تسے زحمت تہ شر رحمت وندے
تس کانہہ کن شیوان چھہ نگاہ یوریو
سے گو ترتھ لو سپندے
یہ کینہہ شراہ خوداین تہ رسولن دوپو
تہ ییمہ پوان سہ شراو گرندے

حضرت شیخ کے ان اشلوک سے جہاں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فقر کی کیا قدر و قیمت [illegible] وہاں یہ حقیقت بھی صاف نظر آتی ہے کہ راہ عرفان میں اور زندگی کامیاب منزل تک پہنچنے [illegible] سب سے اچھی رہنمائی بے داغ اور بے ضرر ہے وہ جناب رسول عربی ﷺ کی رہبری و پیشوائی ہے۔

جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے مقدس ساتھیوں نے کس طرح فقیرانہ زندگی گزاری اور اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر خود فاقہ مستیوں کے باوجود کیسے صبر و ثبات سے کام لے کر معرفت حق کی دولت ابدی حاصل کی۔ اس کے لئے چاہئے کہ ان نورانی ساتھیوں کی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے۔ اور پھر اس روشنی میں حضرت شیخ کامل اور ان کے مقدس ساتھیوں کی زندگیوں کو پہچاننے کی کوشش کی جائے۔ جس سے معلوم ہو گا کہ یہ سلسلہ جس کی امامت کا فخر جناب شیخ العالم کو حاصل ہے راہبانہ غار نشینی اور دنیا سے کنارہ کشی پر نہیں بلکہ اسوہ رسول اور اسوہ صحابہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔

سلسلہ ریشیاں سے تعلق رکھنے والے پاکبازوں کی مقدس زندگیوں سے متاثر ہو کر ابوالفقراء حضرت بابا نصیب الدین غازی علیہ الرحمہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

Marfat.com

روشنائی شمع دیں از ریشیاں است
رہ نمائی رہ یقین از ریشیاں است
دل نوازی مردم اہل نیاز
از صفائی باطنی دل از ریشیاں است
بر جہائے قلعۂ کشمیر را
استوار از بارگاہی ریشیاں است
ریشی یعنی دردمند ہر زماں
آرزوی ہر زماں از ریشیاں است
ریشی یعنی خرقۂ تقوی لباس
خرقۂ تقوی لباس ریشیاں است
ریشی یعنی صوفی صفوت نشاں
صوفی صاف نشاں از ریشیاں است
من کجا و نعت و پاکی ریشیاں
پاکی عالم زحب ریشیاں است

نور نامہ

از بابا نصیب الدین غازی [?] علیہ الرحمہ

بابا داؤد مشکوتی ان لفظوں میں ریشیت کی تعریف کرتے ہیں۔

اعلم ان الریشی المرتاض الزاهد العابد یغیب عن جمیع الاشیاء ظاهراً و باطناً حتی عن نفسه و صفاتها المنیر نوره ثم یستغرق فی التوحید و قول الجنید قدس سره التوحید معنی یضمحل فیه الرسوم و یندرج فیه العلوم و یکون الله کما لم یزل فالریشی کذالک رضی الله تعالی

Marfat.com

مِنَ اللّٰہِ تعالیٰ تحفۃٌ [illegible] و انہا من تجارۃ

حضرت بابا داؤد مشکواتی اسی عبارت کو آگے چلا کر بیان کرتے ہیں کہ دراصل ریشی کا لفظ ریشیاں [illegible] انہوں نے اس لئے پسند کیا ہے کہ یہ لفظ خداوند کریم نے قرآن پاک میں استعمال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ

اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔

اعراف

حضرت بابا داؤد مشکواتی فرماتے ہیں کہ ریش کا لفظ [illegible] پر بھی دلالت کرتا ہے [illegible] جو [illegible] ہوتا ہے اور یہ [illegible] اختیار کرتا ہے [illegible] ریشی [illegible] خدا [illegible] کے خوف و خشیت سے لرزاں و ترساں ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے [illegible] کہ ریشیت ایسی تقویٰ شعاری [illegible] خدا ترسی اور [illegible] کا نام ہے جس کا [illegible] نبی [illegible] شیخ نورالدین نورانی [illegible] ہو [illegible] کر۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

اَنِس اَکھ دول یاے کیُتھ سینز رکھ
یامَت ہ وزِ رُکھ پیر ہنز جاے

ان اشعار میں دیکھیے کس طرح ہمارے پیر و مُرشد زندگی کے تمام معاملات میں جنابِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چہار یارانِ باصفا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو رہبر بنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اپنی ساری زندگی انہی مقدس نورانی ہستیوں پر قربان کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

آگے چل کر اور بھی صاف تر اور واضح تر لفظوں میں کس شوق و محبت سے جنابِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یُٲری یٲری لگی زِ ہا تَس پیغمبرس
یُس سپدِس دورس رحمت چھ جٲری
کٲڈ بیلہ ہکھ لگہ روزِ محشرس
تَس کُن اُمید وار آسَن سٲری
حضرت صدیقِ اکبر رضؓ تس دُر دانس
یُس اول صاحبؓ ہیوٚت پانس سیتی
عمر خطابس رضؓ تس پہلوانس
ییمہ جنگ کوٚر شیطانس سیتی
حضرت عثمانس رضؓ ابنِ عفانس
ییمہ کتھ کرِ فُرقانس سیتی
حضرت شاہس رضؓ شیرِ یزدانس
ییمہ ژوٚٹ کھیٚنہ مہمانس سیتی
رسول خوٗدایس شاہ سُلطانس

Marfat.com

یُس اُمرت یَنِہٕ ہیٖنہٕ پانَس سیٖتی

ایک صاحبِ نظر کے واسطے یہ عشق و محبت اور تعظیم و تکریم سے بھرے ہوئے اشعار یہ جاننے کے لئے کافی ہیں کہ جناب شیخ نورالدین علیہ الرحمہ نے اپنی صوفیانہ اور خداپرستانہ زندگی کس طرح اور کن کی تقلید میں گزاری اور یہ کہ وہ دوسرے سیارے جو اس نظام شمسی کے گرد گردش کرتے تھے اور جن کی حضرت شیخ کامل سے روحانی وابستگی سے ایک سلسلہ وجود میں آیا جسے سلسلۂ ریشیہ کہا جاتا ہے کس سنت کی اتباع میں معرفت خداوندی حاصل کرتے رہے اور دوسروں کی رہنمائی کرتے رہے۔

حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ اپنی مشہور کتاب دستور السالکین میں اس لئے سلسلۂ ریشیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

درکشمیر گروہی است از زاہداں کہ ایشاں را ریشی می گویند مقتدای ایشاں حضرت شیخ نورالدین ریشی بود کہ در قریۂ چرار آسودہ است

در مخالفت نفس بکم خوارگی و بیداری و ذکر و فکر و کم آزاری اہتمام تمام داشت و در عبادت اقتدا بامام ابو حنیفہؒ میکرد۔

بہرحال

جُسنٕک واحدُ ونبارٕ اُتناشتی

سلسلہ نقشبندیہ ہو یا کبرویہ۔ سہروردیہ ہو یا اویسیہ۔ ریشیہ ہو یا قادریہ یا کوئی سلسلہ ہو۔ ان سلاسل کے وجود میں آنے کا مقصد اور ان کی غایت ایک ہی ہے اور وہ ہے معرفتِ ذات اور تمام سلاسل کا رہنما ایک ہی ہے اور وہ ہیں سید العارفین امام الاولین والآخرین جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے تمام عارفوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

Marfat.com

○ بی-این-پارمو

شیومت اور ریشیت

عام طور پر ریشیت ایک طرزِ زندگی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور شیومت غور و فکر کا ایک خاص انداز نیز ایک فلسفۂ حیات و کائنات کو کہتے ہیں — ریشی[۱] سنسکرت کا ایک لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں پاک دعائیہ۔ نعت یا نظم کا گانے والا۔ مصدر رِش ایک اور مصدر درِش جسکے معنی ہیں "دیکھنا" سے ملتا ہے۔ رشی اُس مردِ کامل کو کہتے ہیں جسکی چشمِ باطن ظاہری دیواروں کو پھاند کر مادی ماحول سے پرے اسرارِ حق سے واقف ہوتی ہے اور جو لا منتہا کے چشمۂ نور سے فیض حاصل کر کے خدا کی حمد و ثنا کے الہامی گیت گاتا ہے۔ ریشی انفرادی یا اجتماعی طور پر دیوتاؤں سے مخاطب ہو کر صنفِ شعر سے مسرور ہوتا ہے۔ ایسے رشیوں میں زمانہ سلف کے ریشی کُتسا۔ اتری۔ ریبھا۔ آگستیہ۔ کُشکا اور وششٹھ گنے جاتے ہیں۔ بعد کی نسلوں میں ریشی قبیلے کے دانشمند مفکر۔ راہبر اور عقل و فراست کے منبع کے ساتھ منسوب ہوتا رہا ہے۔ تعلیمی لحاظ سے ریشی عام آدمی، دیوتا اور اسُر سے الگ گنا جاتا تھا۔ ایسا مانا گیا ہے کہ الہامی کتابیں وید ریشیوں کے ہی دماغ میں عالمِ غیب سے اُتر آئیں اور وہی انکے مصنف ہیں۔ ویدوں کے متبرک شلوکوں کو ریشی بانی بھی کہتے ہیں۔ برہمن جو ہندوؤں کی متبرک کتابیں ہیں اور ویدوں کا حصہ ہیں

۱۔ SANSKRIT– ENGLISH DICTIONARY BY SIR MONIER -WILLIAMS.

Marfat.com

ان میں سپت رشی یعنی سات رشیوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ سات رشی ہیں: گوتم، بھاردواج، وشوامتر، جمدگنی، وشسٹھ، کشیپ اور اتری۔ علاوہ ازیں تین رشیوں کے نام بھی اس طرح ملتے ہیں: دکھشا، بھرگو اور نارد۔ کل ملا کر دس رشیوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ ماریچی رشی، اتری، انگیرا، پلاہا اور وشسٹھ وغیرہ پرجاپتی یا قبیلے کے بزرگ سردار بھی مانے جاتے تھے۔

زمانۂ وسطیٰ میں رشی ایسے شخص کو کہتے تھے جو پرہیزگار، متقی، تارک الدنیا، علم لدنی سے آگاہ۔ خدا پرست اور کشف و کرامات میں کامل ہو۔ انکے سات درجے یا اقسام بتائے جاتے ہیں۔ دیو رشی، برہم رشی، راج رشی، مہارشی، پرام رشی، شروتہ رشی اور کند رشی۔ راجے، مہاراجے اور عوام رشیوں کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور سماج میں انکا درجہ بہت اونچا سمجھا جاتا تھا۔ رشیوں کے آشیرباد یا سراپ یعنی بددعا سے متعلق بہت انت واریتیں (MYTHICAL STORIES) روایتی طور ابھی موجود ہیں۔ اکثر رشی دنیاوی جھنجھٹ سے دور جنگلوں اور گپھاؤں میں گوشہ نشینی اختیار کرتے تھے۔ تپسیا اور ذات حق کی عبادت میں منہمک رہتے علم معرفت کی کتابیں لکھتے اور لوگوں کو فیضان پہنچاتے تھے۔ تریدبھگوت گیتا، رامائن، اور چھ درشنوں کے مصنف ویاس رشی، والمیک رشی، گوتم، کپل، پاتنجلی وغیرہ بتائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ ہندوستان میں زمانۂ قدیم سے ہی رشیوں کا ایک سلسلہ چلتا آیا ہے۔ اور ان گنت ایسے رشی ہیں جنکے نام تواریخ کے اوراق میں درج نہیں ہیں۔ اور شاستروں کے گہرے تخیل ان کے ذریعے ہی معرض وجود میں آئے ہیں۔

کشمیر بھی ابتدا سے ہی رشیوں کا گہوارہ رہا ہے۔ اور خود اس سرزمین جنت نظیر کی وجہ تسمیہ بھی ایک رشی سے منسوب ہے۔ کہتے ہیں ستی سرت پانی ... انسرت کے بعد [illegible] انسانی آبادی کا آغاز کشیپ رشی سے ہی ہوا۔ اور اس وادی کا کشیپ مر نام پڑا۔ اور وہی رشی درحقیقت موجودہ کشمیریوں کے بابا آدم ہیں۔ کشمیر کے شیو شاستر بھی رشیوں اور منیوں کے الہامی 'واک' مانے گئے ہیں۔ تنترالوک میں درج ہے کہ کلجگ کے اثر سے رشیوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور

1. KASHMIR SHAIVAISM BY J.C. CHATTERJEE. PP. 5,7.
2. (RESEARCH & PUBLICATION DEPTT. SRINAGAR 1962).

Marfat.com

دنیا عدم معرفت کی وجہ سے لاعلمی اور جہالت کی تاریکی کے لپیٹ میں آگئی۔ اور بالآخر درواسا رشی کو وحی سے شیو بھگوان کا ارشاد ہوا کہ وہ کشمیر شیومت (ترکا) کا پھر سے پرچار کریں۔ اس شاستر کے تین حصے ہیں۔ (۱) آگم (یعنی ابدی) (۲) سپند شاستر اور (۳) پریتہ بھجنا شاستر آگم شاستر تو الہامی شاستر مانے جاتے ہیں اور انکے مصنف نامعلوم ہیں۔ ان میں مالنی وجیا، وگنیانہ بھیرو، ماتنگا، مرگیندرا، رُودریامله وغیرہ بتائے جاتے ہیں۔ ان شاستروں میں سب سے برتر شیو سوتر ہیں — جن میں ذاتِ حق کی واحدانیت کا سبق سکھایا گیا ہے۔

ایسا مانا جاتا ہے کہ آٹھویں صدی کے اختتام اور نویں کے آغاز میں کشمیری شیومت کا پرچار واسگپت رشی نے کیا۔ انہوں نے ہی شیو سوتر کے الہامی ظہور کو کتابی شکل میں پیش کیا۔ سپند شاستر کی پہلی کتاب سپند سوتر یا سپند کارکا جو شیو سوتر کی شرح ہے خود واسگپت یا ان کے شاگرد اور پیرو بھٹ کلٹ کی لکھی ہوئی مانی جاتی ہے۔ پریتہ بھجنا شاستر کشمیری شیومت کا فلسفہ ہے۔ اس فلسفہ کی ایک کتاب کا نام شیو درشٹی ہے اور اسکا مصنف سدھ سوماند ہوا ہے۔ دوسری کتاب ایشور پریتہ بھجنا سوماند کے مشہور شاگرد اُتپل آچاریہ نے لکھی ہے جو منظوم ہے۔ پریتہ بھجنیا فلسفہ کی کئی ایک شرحیں ہیں۔ پریتہ بھجنیا ومرشنی اور پریتہ بھجنیا وورتی ومرشنی دونوں ابھنوگپت کی لکھی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے شیو فلاسفی پر ایک مشہور کتاب تنتر الوک لکھی ہے جس میں اس مت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر ہم ابھنوگپت اور ان کے متقدمین شیو فلاسفی کے تشریح کاروں کو رشی نام سے پکاریں تو بے جا نہ ہوگا۔ ابھنوگپت قدیم رشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور کہاوت ہے کہ آخر کار اپنے بارہ سو چیلوں سمیت بیروہ کی ایک غار میں وحدۃ الوجود کا ترانہ گاتے ہوئے داخل ہوئے اور اس طرح دنیا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے۔

چودھویں صدی کے شروع لگ بھگ ۱۳۲۰ء میں ذولچو نامی ایک منگول نے کشمیر پر حملہ کیا۔[1] اس حملے میں یہاں کی بیشتر آبادی تہہ تیغ ہوئی۔ مکانات اور اناج کے

1. RAJA TARANGINI BY PROF. S.K. KOUL.

Marfat.com

کو ٹھبا ژند ر آتش ہوئے۔ غرضیکہ آٹھ مہینے تک قیامت کا سماں طاری رہا۔ اور اس کے اثرات دُور رس اور شدید نکلے۔ معلوم نہیں غار نشین ریشیوں کا کیا حشر ہوا۔ تاریخی ذرایع سے کسی ریشی یا منی کا ذکر نہیں ملتا۔ ۱۳۷۷ء میں شیخ العالم شیخ نور الدین نورانی پیدا ہوئے۔ انکے کلام میں زمانۂ ماقبل کے چند ایک ریشیوں کا حوالہ ملتا ہے، کہتے ہیں:

اوّل ریشی احمد ریشی
دوئیم حضرت اویس آو
ترئیم ریشی زُلکا ریشی
ژورُیم حضرت میران آو
پوٗنژیُم ریشی رُمہ ریشی
شیٗیُم حضرت بُلس آو
ستوِم زُرسم دشنا ہشی
اکُس ریشی مےٚ کیاہ ناو

پہلا ریشی احمد ریشی تھا اور دوسرا ریشی حضرت اویس تھا۔ تیسرا زُلکا ریشی تھا اور چوتھا حضرت میران۔ پانچواں ریشی حضرت رُمہ ریشی ہوا ہے اور چھٹا حضرت بلاس ریشی تھا۔ ساتویں ریشی کو ریشیوں نے زُمہ [illegible] حضرت چھپائے ہیں۔ یہ کون ریشی تھا اور میرا نام کیا ہے؟ ان ریشیوں کے بارے میں قطعی اور حتمی رائے قائم کرنا کہ یہ کشمیری تھے یا بیرون ملک کے ریشیوں اور خدا دوست شخصیتوں کی طرف اشارہ ہے مشکل ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل شلوکوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سوائے احمد ریشی اور اویس ریشی دیگر ریشی کشمیری ہی تھے۔ شیخ العالم کہتے ہیں ؎

تمہ ڈنڈک ونکہ زُلکا ریشی
ڈینٹھ چیلہ کرہان سوے

Marfat.com

پوختہ بھگت اوس ہکت سے
تتھی مےٚ ور دِتو دِیہ ۔

زُلکا ریشی ڈنڈک وَن میں رہتا تھا۔ (ڈنڈک وَن علاقہ حمل میں ایک جنگل کا پُرانا نام ہے[1] یاد رہے اتر پردیش میں ایودھیا کے علاقے میں بھی پراچین ڈنڈک وَن کا جنگل ہوا کرتا تھا جہاں رامچندر جی بن باس کے دوران رہتے تھے۔ کشمیری ڈنڈک وَن جائے خود ایک الگ جگہ ہے) زُلکا ریشی ڈنڈک وَن میں رہ کر صرف جنگلی جڑی بوٹیوں اور پھل کھا کر گزارہ کرتا تھا۔ وہ پکا بھگت یعنی خدا دوست تھا اور نجات حاصل کر چکا تھا۔ شیخ العالم خدا سے داعی ہیں کہ انکو بھی ایسا ہی وردان ملتا۔ ایک اور "شُرک" میں کہتے ہیں۔

ریشی وَنکی میران ریشی
زُندرِہ سَس اَن جل چیہ
ادِےٚ یہ ہیوت آکاش گوٚرے
تتھی مےٚ ور دِتو دِیو

میران ریشی ریشی وَن جنگل میں رہتا تھا۔ (کہتے ہیں[2] یہ صفا پور کے پاس پہاڑی پر ایک جنگل کا نام تھا) ایک ہزار چاند کے (مہینے) یعنی لگ بھگ ۸۳ برس زندہ رہا (تپسیا اور ریاضت) کی بدولت خدا کے نور سے بھرپور رحمتِ حق ہوا۔ میرے معبود مجھے بھی ایسا ہی وردان عطا کر۔

رُمہ ریشی اپنی لمبی عمر کی وجہ سے آج تک زبان زدِ عام ہے۔ کچھ لوگ رُمہ ریشی کو خواجہ خضر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت پلاس سے اشارہ ہے پلاس من ریشی کیطرف بابا[3] نصیب الدین غازی اپنے نور نامہ میں تین بھائیوں خلاص من ریشی، پلاس من ریشی ا

---

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر حسن۔ صفحہ ۱۰۷ (ایڈیشن جنوری ۱۹۶۰ء)

[2] تذکرہ اولیائے کشمیر حسن صفحہ ۱۰۸ [3] نور نامہ بابا نصیب الدین غازی۔ صفحہ ۱۱۴

Marfat.com

یاسمن ریشی کا ذکر کرتے ہیں۔ جو شیخ العالم کے وقت سے بہت پہلے کشمیر میں رہتے تھے۔ اور کاسنی [illegible] اور اتپل ساگھ کھا کر جنگل کی خلوت میں عبادت کرتے تھے۔ یاسمن ریشی کے ساتھ حضرت شیخ کی ولادت کا معجزہ بھی وابستہ کیا گیا ہے۔

بہر حال ان باتوں سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ ریشیوں کا سلسلہ کشمیر میں پرانے زمانے سے چلتا آیا ہے۔ شیخ العالمؒ اسی روایت کے مطابق غار نشین ہوئے۔ اور عبادت و ریاضت میں برسوں محو رہے۔ حد درجے کی نفس کشی۔ خواہشات جسمانی نیز حواس خمسہ پر مکمل قابو، کام، کرودھ، لوبھ، موہ پر ضبط، تن آسانی اور تن پروری سے پرہیز۔ یہ ہیں انکی ریشیت کی چند خاصیتیں۔ کہتے ہیں ۲۶ برس کسی قسم کا اناج تناول نہیں کیا۔ صرف کاسنی اور اتپل ساگھ اُبال کر کھاتے تھے۔ کچھ وقت ایک گائے کے دودھ پر گزارہ کرتے رہے حبسِ نفس اور ذکرِ حق میں رات دن گذارتے، اور منازلِ معرفت طے کرتے رہے۔ دنیاوی مال و متاع۔ جاہ و حشمت کو فانی سمجھ کر ان سے گریز کرتے۔ ایک اونی غرقہ یا 'پھرن' پہنتے۔ اپنے مُریدوں اور لوگوں کو عذابِ قبر اور عذابِ محشر کی یاد دلاتے۔ نیک راستے پر چلنے کی تلقین کرتے۔ خدا دوستی اور حق شناسی کا درس دیتے۔ گناہوں سے پرہیز اور نارِ جہنم سے بچنے کی ترکیب سکھاتے۔ سماجی برابری اور انسانی اخوت پر زور دیتے۔ قول و فعل سے کسی جاندار کو اذیت پہنچانا گناہ سمجھتے تھے۔ جو تعلیم دوسروں کو دیتے اُس پر پہلے خود عمل کرتے۔ حلال و حرام کا خیال اس قدر تھا کہ انھوں نے ایک گائے کا دودھ پینے سے قطعی انکار کیا کیونکہ اس گائے نے غیر کے کھیت میں جاکر پیٹ بھر لیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گھاس کاٹنے والی لڑکیوں کو تنبیہہ کی کہ خواہ مخواہ بے گناہ گھاس کو کیوں کاٹتی ہو۔ اہنسا یعنی عدم تشدد کا اس قدر خیال تھا کہ جب بھی ہوا میں پھولوں کی خوشبو [illegible] دہکتی ہوئی لکڑی منہ میں ڈال دی اور اپنے آپ کو [illegible] زندگی گذارتے رہے اور [illegible] درجہ بدرجہ [illegible]

[illegible] تذکرہ اولیائے کشمیر از [illegible] ص ۱۱۲

Marfat.com

حال میں عمل ارتقاء جاری رہا۔ یہاں تک کہ وقت آنے پر انہوں نے اُس روحانی حقیقت کا ذاتی تجربہ (انوبھو) کیا جو ایک سادھو، سنت، فقیر، درویش یا صوفی کا نصب العین ہوتا ہے، کہتے ہیں:

لا الٰہ الا اللہ صحیح کوزم
وحی کوزم بننے یان
وجود تراوتھ موجود سوزم
اتھ ووتس لامکان

میں نے ذاتی تجربہ کیا کہ خدا واحد و لاشریک ہے۔ (یہ مقام مجھے تب حاصل ہوا جب میں نے اپنے آپ کو جلاکر راکھ بنایا۔ ظاہری دنیا کو چھوڑ کر دائم الابد حقیقت کا ذکر کرتا رہا۔ تبھی تو میں پہنچا۔ یعنی وہ حالِ تصوف اور مقامِ حق جو زمان و مکان کی بندشوں بالاتر ہے۔

یہ ایسا روحانی تجربہ ہے جسکا اندازہ صرف معرفت کی منزل پر پہنچا ہوا خدا دوست رشی ہی کر سکتا ہے۔ اسی موضوع سے متعلق ایک اور "شلوک" یہ ہے:

دِیتُن گاش ڈیُونٹھُم ونہ کتھ گٹہ
برِنگس دبہ، سوبہ کاٹھ
دِلک درواز کتھ مالِہ وَٹہ
سونس کتھ دمہ کاژُک واٹھ
خوداے ڈیُونٹھُم کُس مالہ کھٹہ
جانس ستی جھم جان سنگاٹھ

اب میں نے روشنی دیکھی اسے اندھیرا کیسے کہوں۔ ریحان کو "پھوبوٹی" کیسے کہوں۔ دل کے دروازہ کو کیسے بند کردوں۔ اور سونے کو کانچ سے جوڑ دوں۔ میں نے خدا کو دیکھا ہے۔ یہ حقیقت کیسے چھپائے رکھوں۔ میری روح خدا کے ساتھ مل کر ایک ہوگئی۔

Marfat.com

اور دو شلوک اس طرح ہیں :

دۆیت ترأوِتھ پان یُس منْدرے[1]
سُے زۆن سمسارس کنْدرے زاد
پرتہٕ پان یُس ہیتوٕ ہی دیٖنْدرے
تِھے بۆوٕ سنْدرے ترٕنْد آد

دوئی چھوڑ کر جو اپنے آپ کو ہی پانے کی کوشش کرے۔ وہی اصلی معنوں میں اس دنیا میں پیدا ہوا۔ جو شخص اپنے آپ کو اور غیر کو ایک جیسا سمجھ لے وہی بندہ دنیاوی سمندر کو پار کر گیا۔

پٲنٕ پانس پاپ نِوارِے
یُس مُنْدٕ سنْزٕن دۆپ بنیٖے
دوی وُستھ چھے تارٕ ترٕن
اکھ کارن تہٕ بنیٖہ کرنی

جو شخص مُندہ سنزکے بتائے ہوئے راستے پر چلے وہ اپنے گناہوں سے آپ ہی چھٹکارا حاصل کرے گا۔ راستہ یہ ہے کہ علم کی وجہ اور عمل میں دوئی اپنی چھوڑ کر ... یہی حصولِ معرفت کا واحد راستہ ہے۔

ان دو شلوکوں میں شیومت کا جوہر مضمر ہے۔ شیو فلسفہ کی رو سے اصل کل کائنات واحد ذاتِ حق ہے جس کو شیومت ماننے والے TRANSCENDENTAL SIVA یعنی وہ حقیقت جو صفات تو درکنار، تصورات سے بھی بالاتر ہے۔ یہی ذاتِ حق اپنی مرضی سے خود مختار ہونے کے ناطے اپنی طاقتِ ازلی (SAKTI) سے روئے کائنات بن کر ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور جاندار اور بے جان مخلوق کی شکل اختیار کرتی ہے۔ جس کو شیو کا جلوہ (IMMANENT SIVA) کہتے ہیں۔ اور اس طرح ہر شے میں ایک مادی ذرے سے کر

[1] دوہ دتر اوِتھ پوٗز یُس منْدرے
سُے سمسارس کنْدرے زاد
(مرتب)

Marfat.com

پیکرِ انسان تک جو وجود میں آتی ہے خود ذاتِ حق موجود ہوتی ہے۔ جسکو ہم انسانی روح بھی
کہتے ہیں اور رازِ زندگی (LIFE FORCE) بھی اس عقیدے کے مطابق انسانی روح اور
روحِ کائنات ایک ہی لافانی ذات ہے۔ عالم غیب اور عالم وجود کی روحِ رواں ایک ہی ذاتِ
پاک ہے۔ جس میں کوئی اور جزو تحلیل نہیں ہے۔ یہ ذات ابدی ہے اور دو مخالف حرکتوں کا تقاضہ
کرتی رہتی ہے۔ ایک قدرتی حرکت سے اپنی ہی تجلی سے پھیل جاتی ہے اور دوسری حرکت سے
ہزاروں کیا لاکھوں سالوں (کلپوں) کے بعد پھر سمٹتی ہے۔ اور ظاہری ہستی ظہور سے
پرے ہستی میں مدغم ہوتی ہے۔ اس حالت کو پرلئے کہتے ہیں۔ اس فلسفہ کا نچوڑ یہ ہے کہ خدا
واحد اور لاشریک ہے۔ ہر چیز میں آتما کا جوہر (ESSENCE) موجود ہے۔ کائنات پرش
کا اپنا ہی پھیلاؤ ہے۔ یہ فلسفہ ہے وحدت (ADVOIT OR NON-DUALISM
کا اور اسکی رو سے دوئی یعنی خدا اور بندہ۔ خالق اور مخلوق کا تخیل ختم ہوتا ہے۔ اور چونکہ
ہر شے میں ذاتِ حق موجود ہے۔ اس لئے اپنے اور غیر میں بنیادی فرق نہیں۔ ایک شیوی فلا
اصولاً وحدت الوجود کا قائل ہے۔ اور شیوی سادھو روحانی ارتقار کے عمل سے تپسیا
ریاضت سے کام، کرودھ، لوبھ، موہ اور حواسِ خمسہ پر ضبط سے، بے رنگی زندگی
اور اپنے مرشد کے بتائے راستے پر چل کر حبسِ نفس اور ذکرِ حق کی محنت شاقہ سے اپنا
یعنی ذاتِ حق کی پہچان کرتا ہے۔ اور آتما کو پرماتما میں مدغم کرنے کی کوشش میں لگا ر
ہے۔ اس طرح من و تو، اپنا اور پرایا کا فرق مٹ جاتا ہے۔ شیو یوگی ذاتِ حق کے نور
منور ہو جاتا ہے۔ ا[illegible] روحانی کیفیت کا تجربہ کرتا ہے اس حال کو سادھی کہتے ہیں۔
کا مقصد جینے اور مرنے کے چکر سے نجات یا مکتی حاصل کرنا ہے۔ اور اس عمل ([illegible]ROCESS
پہلا مرحلہ ہے ذہن سے دوئی کا خیال مٹانا۔ حضرت شیخ العالم نے بھی اپنے شلوکوں
اس کا ذکر کیا ہے۔ اور دوئی سے چھٹکارا پانا نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، کہتے ہیں

پُر تہ پان یُس ہیو ہے وِشِندے سے بوہ سینِدے تراوِتھ آو

Marfat.com

یہی عقیدہ شیومت اور ریشیت کا سنگم ہے۔ اور یہی تصور دونوں کا سنگِ بنیاد ہے۔
یہاں مراد اس ریشیت سے ہے جسکے بانی حضرت شیخ نورالدین ولی ہوئے ہیں۔ اور جو سلسلہ ریشیاں انکی حیاتِ پاک سے وادی کشمیر میں شروع ہوا۔ اس سلسلہ کے چند ریشیوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔
بابا بام الدین، بابا نصر الدین، حضرت شیخ زین الدین (زینہ ریشی) بابا لطیف الدین ریشی، بابا قیام الدین ریشی، لچھم ریشی، بابا قطب الدین ریشی، روپہ ریشی، بابا ہردے ریشی بابا دریا ریشی، زدگی ریشی وغیرہ۔ ان ریشیوں کی سوانح عمری اس بات کی عملی شہادت ہے کہ یہ معمول کی زندگی سے کنارہ کش ہوکر جنگلوں، گپھاؤں، درختوں کی کھوکھوں میں رہتے۔ نفس کشی اور مسکینی انکا شیوۂ زندگی ہوتا تھا۔ ازدواجی زندگی سے پرہیز کرکے تنہائی میں رہتے تھے۔ اکثر انکے ساتھ چند مرید انکی خدمت میں حاضر رہتے۔ طریقت کے راستے پر گامزن ہوتے۔ عشق الٰہی میں مست و سرشار رہتے۔ دن کو روزہ رکھتے اور افطار مٹھو بھر پانی سے کرتے اور نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے۔ گوشت، مچھلی وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔ جنگل کی جڑی بوٹی اور پھل وغیرہ پر گذارہ کرتے۔ سلوک اور معرفت میں کامیابی حاصل کرنے میں کوشاں رہتے اور ہر سانس کے ساتھ ذکرِ خدا میں مصروف رہتے تھے۔[1] بابا داؤد خاکی، بابا ہردے ریشی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہیں جنوں، انسانوں، فرشتوں، چشموں اور پہاڑوں کی روحوں کا کشف حاصل تھا۔
قناعت ریشیوں کا شیوہ تھا۔ کچھ ریشی کھیتی باڑی کرکے اپنی روزی کماتے تھے۔ اور کبھی ایک ریشی شہود، قرب، دیدار اور وصال جو تصوف کے مقام ہیں طے کر پاتے تھے۔ وصال اور دوئی کا خاتمہ لازم و ملزوم ہیں۔ خود ہی ساجد اور خود ہی مسجود، عاشق اور معشوق کا الگ الگ تصور مٹ جاتا ہے۔ حقیقی رنگ میں خدائی ہی خدائی ہے۔ یہی عقیدہ شیومت کی بھی بنیاد ہے۔ انوبھو کرنے والا فرد، انوبھو کرنے کا عمل اور جس شے کا انوبھو (تجربہ) کیا جائے۔ یہ سب شیو کی ذات ہی میں

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر از حسن، جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶

Marfat.com

اس ضمن میں شیخ العالم کہتے ہیں ۔ ؎

یخ تُلکتُر تہٕ شِین
بیُون بیُون پاٹھہِ کرٕی آشین
یامتھ کھوٗتکھ پوزٕ کن رو
تامتھ ترِن تژن اکُے گوو

منجمد برف ۔ منجمد پانی اور تازہ برف تینوں خدا تعالےٰ نے پیدا کی ہیں ۔ اور ظاہری نظر میں الگ الگ دکھائی دیتے ہیں ۔ جونہی مشرق سے سورج چڑھتا ہے تینوں ایک ہی شے یعنی پانی میں بدل جاتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جب گیان یعنی معرفت کا سورج انسانی دل و دماغ میں چمک اٹھتا ہے تو ہر چیز میں ذاتِ حق دکھائی دیتی ہے اور دوئی اور ظاہری تفاوت ختم ہو جاتا ہے ۔ وحدت الوجود جس پر شیومت کی بنیاد اساس ہے کا اظہار حضرت شیخ العالم بھی یوں کرتے ہیں

؎ پانٕے پنٕچ تہٕ پانٕے شرٕاکھ
پانٕے پانس اوان گرٕ اکھ
پُیے تتِ سُے چُھے میتی
سُے چُھے پرُتھ شاہِ رٕتھ میاں
سُے چُھے پیادہٕ سُے چُھے رتھی
سُے چُھے سوُرے گُپتھ پانٕسے

خود ہی قصاب اور خود ہی چھری ۔ خود ہی دکاندار اور خود ہی خریدار ۔ یہاں عالم وجود میں ہے وہی لامکان میں دائم الموجود ہے ۔ وہی ذاتِ حق ہر شے میں ہے ۔ وہی پیادہ اور وہی رتھ گاڑی میں سوار ، اور وہی بعید النظر راز کے پردے میں پنہاں ۔

شیومت سے متعلق شری جگدیش چندر چیٹرجی لکھتے ہیں :-

" THIS CHAITANY OR PARAMA SHIVA IS THE REALITY

Marfat.com

WHICH UNDERLIES, AS ITS INNERMOST AND TRUE SELF, NOT ONLY EVERY EXPERIENCING BEING BUT ALSO EVERYTHING ELSE IN THE UNIVERSE, BOTH SEPARATELY, I.E. INDIVIDUALLY, AS WELL AS A TOTALITY, I.E. AS THE ENTIRE UNIVERSE AS A WHOLE.

AS THE UNDERLYING REALITY IN EVERY THING AND BEING IN THE UNIVERSE, PARAMA SHIVA IS ONE AND THE SAME IN THEM ALL ......[1]"

یعنی پرم شو ہر شے [illegible] موجود ہے۔ [illegible] لکھتے ہیں:

"AND AGAIN, THE ENTIRE UNIVERSE SO CONSTITUTED, FROM SHIVA TO THE EARTH, FLASHES IN IDENTITY WITH THE BLISSFUL PARAMASHIVA."[2]

[illegible]
[illegible] ہوتی ہے اور پرم شو ہی کا ظہور ہے۔

اس ضمن میں شیخ [illegible] فرماتے ہیں۔

[illegible]
[illegible]

ہمارے نزدیک [illegible]
[illegible] ہم جان جاتے ہیں کہ دنیا کی گوناگونیت زندگی دراصل واحد ذات حق کا

1. KASHMIR SHAIVISM BY J.C. CHATTERJEE. P. [illegible]
2. [illegible]TYABHIJÑAHRDAYAM TRANSLATED BY KURT F. LEIDECKER [illegible] 20. [illegible] LIBRARY [illegible]

Marfat.com

دور پھیلا ہوا ہے۔

اس طرح واضح ہوتا ہے کہ ریشیت اور شیومت ان علمی تفکر و تخیل اور عملی زندگی کی بنیاد پر علم ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ اور اگر کہیں کہ عقیدت کے ایک ہی دھاگے میں منسلک ہیں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ پھر بھی یہ کہنا ضروری بن جاتا ہے کہ شیومت کے پیروکار لازمی طور پر ریشیوں کی طرح گوشۂ تنہائی اختیار کرنا۔ یا انتہائی نفس کشی ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ فرق شیخ العالمؒ اور للہ دید کے دو شلوکوں سے صاف ہوتا ہے جنکا موضوع لگ بھگ ایک ہی ہے۔ شیخ العالمؒ فرماتے ہیں: ؎

کھیہ کھیہ کران یڈ نو آیم
ہی زُو ییتے کھیتہ
کائی کھیومُت گژھی نہ یہ
ہی زُو پائس پیتہ

کھا کھا کر میرا پیٹ نہیں بھرا۔ اے مری جان بس اتنا ہی کھاے۔ وقت آنے پر کھایا پیا سب ضائع ہوئے گا۔ اے میری جان صحیح راستہ پہچان لے۔ للہ دید جو شیومت کی پیرو تھیں کہتی ہیں: ؎

کھینہ کھینہ کران کُن نو واتکھ
نہ کھینہ گژھک اہنکاری
سومے کھے مالہ سومے آسکھ
سمہ کھینہ مژرنے برمن تاری

کھا کھا کر کسی منزل پر نہیں پہنچوگے۔ اور نہ کھانے سے مغرور ہو جاؤ گے۔ لہذا اے میری جان درمیانہ کھانا کھا۔ اور درمیانہ کھانا کھانے سے عرفان کے کواڑ کھل جائیں گے۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ کچھ شیومت کے عقیدتمند گوشت مچھلی وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور

Marfat.com

گرہستی سادھوؤں کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح موجودہ زمانے کے ریشی قول و فعل سے اصلی ریشیت سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔

الغرض ریشیت اور شیوریت دونوں ہم کو انسانی برادری، اخوت اور بھائی چارے کا سبق سکھاتے ہیں ———— (۷)

نوٹ: اگرچہ کلام شیخ کا ایک معتدبہ حصہ کا موضوع ہے تاہم اور بھی موضوعات ایسے نہیں جن کو شیخ نے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ مثال کے طور پر احساسِ گناہ، بے علمی کا اندوہ، جزا و سزا کا خوف وغیرہ۔ بلاشبہ اس قبیل کے موضوعات سے متعلق متعدد اشعار بے جان اور بے کیف نظر آتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں یہی موضوعات محض ایک تخلیقی لمس پا کر حقیقی فن کی دھڑکن بن جاتے ہیں۔ شاعر کو گھونگے کے مشابہ جاننا۔ جس طرح گھونگا اپنے لمس کار ریلوں (FEELERS) کے ذریعے آس پاس کی چیزوں کو بڑی احتیاط اور نرمی سے چھو چھو کر دریافت کرتا ہے ٹھیک اسی طرح ایک شاعر الفاظ کو بروئے کار لا کر اپنے اس موضوع سے یا اپنے اس تجربے کے خد و خال کو ٹٹول ٹٹول کر دریافت کرنے اور پہچاننے کی کوشش کرتا ہے جس کا شعور [illegible] دھندلا سا احساس [illegible] کو بھی شعر [illegible] ایک [illegible] احساس کی [illegible] میں اتار کر اور [illegible] کے طور پر دریافت کرنا ہوگا ————

———— [illegible]

⊙ محمد اسد اللہ

بدھ مت اور رشیت

ہندوستان کی قدیم تہذیب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں کی مذہبی اور تواریخی کتابوں میں رشیوں اور منیوں کا ذکر موجود ہے۔ رشی کے معنی پاک دعا حمدیہ نعت یا بھجن گانے والے کے لئے جاتے ہیں اور یہ لفظ ایسے مرد کے لئے عارف و عابد کے مستعمل تھا جس کی چشم باطن میں ساری کائنات کی حقیقت جلوہ نما ہو اور اسرار باطنی اور ظاہری عبادت کی بدولت اُسے وہ صداقت حاصل ہوئی ہو جس کے طفیل وہ سرچشمہ نور سے فیضیاب ہونے کے بعد اُس نور کے التباس اسرار و رموز کو شعری پیکروں میں ڈھال کر ادا کرنے کا کام کرے۔ متسیہ پران جو قدامت کے اعتبار سے کافی اہم ہے میں رشی کے بارے میں [illegible]۔

HE WHO HAS ACQUIRED BRAHMAUNANA TRUTHFULNESS, LEARNING, TAPASYA AND KNOWLEDGE OF THE SASTRAS IS A RISHI, WHEN THIS RISHI GOES BACK AND DISSOLVES IN THE HIGHEST UNMANI-FESTED BY BODHIYOG, HE IS CALLED PARMA RISHI, THE GREAT RISHI,[I]

I MATSYA PURAN, EDITED BY JAMNA DAS AKHTUR, PART II CHAPTER 145 P- 50-51.

Marfat.com

مزید مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ برہما کے ذہن میں جن رشیوں کا نام آیا ہے وہ اس طرح ہیں بھارگو، مارچی، اَتری، انگرا، پلہا، کرتو، منو، دکھش، وششٹھ اور پلستیہ۔ ایسے ہی انگرس، برہسپتی، چیون، اُتھا، کیشپ، اگستیہ، کردم، وشوامتر، بھاردواج، شاردوان، شرنگی، جمدگنی، سرسوتی اور ودوسا، [illegible]، چیدو اور کوشل نسل کے دوسرے کئی صاحب مرتبہ رشیوں کا تذکرہ بھی مقدس کتابوں میں ملتا ہے۔ متسیہ پوران کے مطابق نامور رشیوں کا نام یہ ہیں۔ اگستیہ، دِدھا دیومنا، اندرباہو، وے وسوتا، منو، راجہ الا، بھلا کاندر کا، رسی سوا، سنکل وغیرہ وغیرہ۔ اور شرتی، اودیکت، اندریہ، بھوت اور مہا تک رشیوں کی پانچ اقسام بھی دی ہوئی ہیں۔

رشیوں کے رہنے سہنے اور خورد و نوش کے بارے میں تحریر ہے کہ "جو لوگ [illegible] تہذیب و تمدن سے چھٹے رہے انہوں نے پھل پھول کھا کر اپنی عبادت جاری رکھی اور ------ یہ لوگ جنگلوں میں جا کر تپسیا کیا کرتے تھے۔ ان کی تپسیا کا اہم موضوع یہ تھا کہ کسی بھی جاندار کو دکھ نہ دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو اپنے جسم کو ایذا پہنچائی جائے۔ یہ لوگ تنہا بھی رہتے تھے اور باجماعت بھی...... تپسیوں کی ان جماعتوں میں پانچ پانچ سو تک افراد ہوا کرتے تھے۔ جنگلوں میں پائے جانے والے کند مول کھا کر ہی ان کی گزر بسر ہوتی تھی۔ اور خاص خاص موقعوں پر نمک اور کئی چیزیں لینے کی غرض سے وہ آبادیوں میں جایا کرتے تھے۔ لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور انہیں مطلوبہ چیزیں دیتے تھے۔ لوگوں پر رشیوں منیوں کا بہت اثر تھا۔ مگر وہ رشی انہیں دھرم کا اپدیش نہیں دیتے تھے۔ ان کے ذاتی کردار [illegible]

۱۔ [illegible] ص ۵۵

کو مانتے تھے[1]۔ جنگلوں میں اس قسم کی تپسیا کرنے والے رشیوں کو پرورجک کہتے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ان تپسوی لوگوں کی جماعتوں میں سے آبادیوں میں گھوم کر لوگوں کو اپدیش دینے والے الگ شرمن سنگھ نکلے[2]۔

غرض بدھ مت کے معرض وجود میں آنے سے قبل بھی رشی لوگوں کا تذکرہ وافر تعداد میں ملتا ہے ویدک دور کے رشیوں میں رہبانیت کا رجحان کم تھا مگر اپنشدوں کے دور تک رہبانیت اختیار کرنے والے رشیوں کا ایک باقاعدہ فرقہ تیار ہو گیا تھا اور بدھ کے زمانے تک کچھ رشیوں نے باضابطہ آشرم قائم کر لئے تھے۔ جہاں روحانی تبلیغ اور تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن ان تعلیم دینے والے رشیوں اور جنگلوں میں تپسیا کرنے والے رشیوں میں کافی فرق تھا۔ تعلیم و تبلیغ کرنے والے رشیوں کی جماعتوں کو شرمن کہتے تھے۔ بقول دھرمانند کوسمبی "شرمن سماج میں روحانی بیداری پیدا کرنے کے لئے ... برداشت کرتے ہیں شاید انہیں شرمن اسی لئے کہا گیا ہو گا کہ یہ لوگ تپسیا کے ذریعے جسم کو شرم یا ایذا پہنچاتے تھے لیکن جنگلوں میں رہنے اور تپسیا کرنے والے رشیوں کو شرمن نہیں کہا جاتا تھا حالانکہ وہ بھی تپسیا کے ذریعہ اپنے ... تھے لہٰذا زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے خاطر خود ... کرنے والوں کو ہی شرمن کہا جاتا تھا[3]۔

بدھ کے زمانے تک ایسے شرمن پنتھ یا فرقے باسٹھ تھے اور بدھ ...

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی (مترجم) ہدہ شرما ... ص ۱۰۰

[2] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۰۷

[3] 〃 〃 〃 〃 ۱۰۶

Marfat.com

تریسٹھواں[۶۳] تھا۔ لیکن پورن کیسپ، مکھلی گوسالا، اجیت کیس کنبل، پکدھ کچاین، سنجے بیلٹھ پتت اور نگنٹھ ناتھ پتت مقتدر اور بزرگ عالموں کی چھ جماعتیں تھیں عوام میں ان کا کافی احترام تھا۔ لوگوں کی فلاح و بہبود کی طرف کم دھیان دیتے تھے اور نجات کا واحد راستہ کڑی ریاضت گردانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گوتم بدھ کی جماعت نے "بہوجن ہتایہ بہوجن سکھایہ [illegible] بہت سے لوگوں کی فلاح و بہبودی کے لئے بہت سارے لوگوں کے سکھ و آرام کے لئے کے نظریہ کے پیش نظر سب جماعتوں پر برتری حاصل کر کے سارے ہندوستان کے لوگوں کو اپنے فلسفہ اور تعلیم سے متاثر کیا اور پھر ہندوستان سے باہر چین، ایران، [illegible] خراسان، ترکستان، تاتار، منگولیا، افغانستان، سرحد، بلوچستان، غرض دنیا کے [illegible] تک پھیلے پر بودھ [illegible] کا اثر و نفوذ کافی عرصہ تک جاری و ساری رہا کیونکہ گوتم بدھ نے اپنے بھکشوؤں کو یہ اپدیش دیا تھا کہ "فلاح عامہ اور لوگوں کے سکھ کے لئے آپ چاروں سمتوں میں پھیل جائیے۔ ایک راستے سے دو مت جائیے"[۱]

بدھ مت اور کشمیر:- عام خیال یہی تھا کہ مہاراجہ اشوک کے عہد (۲۷۳ - ۲۳۲ ق م) میں بدھ مت کشمیر میں آیا مگر اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اشوک سے قبل ہی بدھ مت کشمیر میں پہنچ چکا تھا۔

IT IS COMMONLY BELIEVED THAT BUDDHISM CAME TO KASHMIR IN THE REIGN OF ASHOKA. BUT THAT IS NOT CORRECT. THE NEW FAITH HAD TRAVELLED TO THE HAPPY VALLEY MUCH EARLIER. BUDHISM WAS PREVALENT IN

۱۔ بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۲۶

Marfat.com

KASHMIR IN THE TIME OF THE NATIVE KING SURRENDRA WHO RULED SOME TIME AFTER THE BUDDHA BUT BEFORE ASHOKA.[I]

بدھ مت کی آمد کے بعد کشمیر کافی عرصہ تک اس دھرم کا نہ صرف گہوارہ رہا بلکہ اس کی تبلیغ و ترویج میں بھی اہم حصہ ادا کیا۔ تبت، چین، جاپان، منگولیا اور وسط ایشیاء کے بہت سے حصہ میں بدھ دھرم کا پرچار کشمیر سے ہوکر ہی ہوا ہے۔ سرزمین کشمیر سے ایسے ایسے بودھ عالم تھے جنہوں نے نہ صرف کشمیر میں بدھ مت کی تبلیغ کا کام لیا بلکہ گندھارا، چین، جاپان، تبت، ہندوستان، ایران، منگولیا، جاوا، سماٹرا، سمرقند، بخارا، کاشغر، ختن اور بلخ وغیرہ ملکوں میں جا کر وہاں کے لوگوں کو بھی فیض پہنچایا۔

اسلام کی آمد سے قبل یہاں بدھ مت کو سناتن دھرم، شیو مت اور وشنو مت کے فلسفوں اور تحریکوں سے دوچار ہونا پڑا جس کی وجہ سے بدھ مت کے پیروکاروں کا دائرہ سمٹنے لگا۔ برہمنوں کی برتری پھر سے ابھرنے لگی بودھوں کے جو شرمن سنگھ وجود میں آئے تھے ان کا اثر کمزور پڑنے لگا۔ بدھ مت کے حامیوں اور رشی خیرت کے لوگوں نے سماجی اور دُنیاوی بندھنوں سے الگ تھلگ رہ کر غاروں، کھوؤں اور جنگلوں میں رہ کر رہبانیت کے طرز کی زندگی گزارنے کی طرف توجہ دینا شروع کی۔

یہ رشیت کا پس منظر ہے۔ کشمیر کی تاریخ رشیوں سے ہی شروع ہوتی ہے۔

I- BUDDHISM IN KASHMIR AND LADAKH BY J.N. GANHAR AND P.N. GANHAR — PAGE NO: 15.

Marfat.com

مشہور ہے کہ کشپ رشی کے نام سے اس وادی سرو سمن کا نام کشمیر پڑا مگر قبل تاریخ کے رشیوں کا تذکرہ بھی مقدس کتابوں میں ملتا ہے۔ بدھ مت کے اثر و نفوذ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ ویدانت، وشنو مت، ہندو مت، شیو مت غرض ہر مت کے بانی کار رشی کہلاتے رہے۔ اس دور میں وہ رشی بھی تھے جنہوں نے ترک دنیا اور ترک لذات کر کے رہبانی و خانقاہی طرز کی زندگی گزارنے پر زور دیا اور وہ رشی بھی تھے جو عوام کی بہتری اور ان کو دنیاوی و دینوی زندگی گزارنے کے گر بھی سکھاتے تھے۔ کشمیر میں بدھ مت کے زوال کی وجہ اس کے متوازی پنپ رہے "تنتیہ، یوگ، شکتی، وشنو مت اور شیو مت فلسفے ہیں" یہ سارے فلسفے بنیادی طور پر الگ الگ فلسفوں کے سکولوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ویدانت اور بھگوت کے اصولوں پر مبنی تھے"۔ ۱؎

ان فلسفوں کے وجود میں آنے کے بعد بدھ مت آہستہ آہستہ کمزور پڑ گیا اس کے ساتھ ہی کشمیر میں اسلام کا سورج بھی طلوع ہوا۔ کشمیر میں اسلام عرب سے براہ راست نہیں آیا بلکہ حضرت شرف الدین بلبل شاہ جب بغداد سے کشمیر آئے تو اس وقت یہاں کا بادشاہ ایک بدھ شہزادہ رینچن شاہ تھا اس نے حضرت بلبل شاہ [illegible] سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ہمدان سے آئے تو اپنے ساتھ سات سو سادات بھی لائے۔ ظاہر ہے کہ ان سات سو سادات میں سے بہت سے افراد صوفی منش اور آزاد خیال بھی ہوں گے یعنی ان لوگوں کے ذہنوں میں تصوف کا رجحان بھی موجود ہوتا جو عرب سے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا ایران پہنچا

۱؎ شہزاد رینہ، تاریخ جلد ... کشمیری ادب کی تاریخ جلد ... [illegible]

تصوف کسے کہتے ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اسلام میں تصوف کی اہمیت کیا ہے؟ یہاں ان سوالات کا جواب دینا موجب طوالت کا باعث ہوگا۔ مختصراً اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ آنحضور صلعم کے عہد میں ایسے لوگوں کا ایک گروہ تیار ہوا تھا جو دن بھر روزہ رکھتے رات بھر عبادت کرتے اور ازدواجی و دنیاوی کاموں سے کنارہ کشی کرتے اور ترک لذات کا خیال رکھتے تھے مگر آنحضور صلعم نے نہ صرف منع فرمایا بلکہ اپنی مثال دے کر ایک طویل خطبہ دے کر باز رہنے کی تلقین کی۔ یوں تو اسلام میں شریعت سے بڑھ کر تصوف کچھ نہیں ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ رجحان پنپتا گیا اور فقیروں اور درویشوں کی ایک خاص جماعت پیدا ہوگئی جو ہر وقت ذکر خدا میں مست رہتی تھی اور ان کی تعداد میں بدستور اضافہ ہوتا گیا۔ لہذا یہ لہر عرب سے مصر، ترکی، شام، عراق اور وہاں سے ایران تک پہنچی۔ پہلا شخص جس کو اسلام کی تاریخ میں "صوفی" کے لفظ سے پکارا گیا غالباً ابو ہاشم الصوفی (٢٠٥ھ) تھے تاہم اس وقت صوفی کے معنی صرف یہ تھے کہ وہ شخص جو زہد و عبادت میں غلو کرے چونکہ یہ لوگ اچھے لباس کو چھوڑ کر صوف (اون) کے موٹے کپڑے پہنتے تھے اس لئے انہیں صوفی کہا جانے لگا۔ اس کے بعد اس کے قواعد اور اصطلاحات بننے لگے۔ یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں پہنچ کر تصوف نے اسلامی روحانیت کے ایک باقاعدہ فن کی مستقل حیثیت اختیار کر لی۔ اشراقی فلسفہ، رہبانیت اور ویدانیت میں اس کے ...

... کافی مواد تھا۔

تصوف کی ایک قسم وہ ہے جس کو باطنیت کہا جاتا ہے۔ تیسری صدی ہجری میں خاص طور پر ایران میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جن کا کہنا تھا "قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور مقصود باطن ہی ہے" ... یہ لوگ باطنیہ کے نام سے مشہور ہوئے .... وہ کہتے تھے صوفی کا مذہب لامذہب ہے (صوفی کا کوئی مذہب نہیں) .... ان کا عقیدہ ...

Marfat.com

کہ شریعت کے مخاطب عوام ہیں نہ کہ خواص [illegible] وغیرہ

غرض کہ تصوف کا وہ روپ جو کشمیر پہنچا نہ صرف [illegible] تھا بلکہ جن ممالک سے ہو کر آیا وہاں کے اصل [illegible] مذاہب کے [illegible] کشمیر میں تصوف کی آمد سے قبل خراسان تصوف کا ایک بہت بڑا مرکز تھا [illegible] کے ساتھ کشمیر کے تجارتی تعلقات بہت پہلے سے تھے۔ لہذا ایران خراسان سے تصوف کا یہ قافلہ [illegible] جن ممالک تک پہنچا ان میں کشمیر بھی شامل ہے۔ اور [illegible] ان علاقوں میں بدھ مت کا بھی [illegible] اثر رہ چکا تھا۔ [illegible] کیے ہیں۔

[illegible] سرچشمہ اور منبع [illegible] پیروؤں کا اہم ترین [illegible]

[illegible] تصوف اپنے [illegible] مختلف رنگوں نے مل کر ایک [illegible] بنا دیا [illegible]

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے [illegible] موجود تھے اور بدھ مت کے پھیلنے [illegible] رو بہ زوال ہوا تو [illegible] قسم کی عبادت [illegible] اور [illegible] [illegible]

لکھا ہے "پرانے زمانے کی باتیں جاننے والے لوگ واقف ہیں کہ کشمیر کی آبادی کی ابتدا ہی سے ہی اس بہشت جیسے اطراف میں کچھ خدا پرست بودوباش رکھتے تھے ان میں ایک خدا پرست جماعت بھی تھی جس کے افراد غاروں گپھاؤں اور جنگلوں کے درختوں کی کھوہوں میں اکیلے اور تنہا بیٹھ کر اپنے پیدا کرنے والے کی بندگی کرتے تھے اور تمام مزیدار خوش ذائقہ چیزوں، نفسانی، جسمانی اور روحانی شہوتوں سے پرہیز کرکے جنگلی کاسنی جنگلی ساگ (راتیل ساگ) کڑوے میوے اور ننگے ہونے والے اناج اور وہ چیزیں ———— جو انسانی جسم کے لئے مفید نہیں تھی کر جان توڑ تپیا میں مشغول ہوتے تھے سخت تپسیا (ریاضت) اور نفسانی خواہشوں کو مارنے (نفس کشی) سے جو روحانی طاقت ان میں پیدا ہوتی تھی وہ اس درجہ کی ہوتی تھی کہ جو کچھ ان کی زبان سے اچھا یا برا کسی کے حق میں نکلے اسی وقت وہی عمل میں آجاتا تھا[1] . . . .

الغرض ان لوگوں کی عبادت، ریاضت اور کڑی تپسیا کا طریقہ گوتم بدھ اور اس سے قبل کے رشی منیوں جیسا تھا۔ اور جب اسلام کی دعوت ان حق شناسوں تک پہنچی تو انہوں نے اس دین کو خوش آمدید کہہ کے قبول کیا اور اس کے ساتھ آئے ہوئے صوفی ازم کے طور طریقوں کو اپنی ریاضت اور عبادت کے طور طریقوں میں شامل کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں کے ان رشیوں منیوں نے جب اسلام قبول کیا تو اس باہمی ٹکراؤ اور میل ملاپ سے ایک اور دبستان وجود میں آیا جو رشیت کے نام سے مشہور ہوا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے نام تبدیل کئے اور اپنی عبادات اسلامی طریقے سے کرنے لگے مگر عوام میں اپنے انہی ناموں یا رشی کی نسبت سے ہی مشہور رہے۔ ان عارفوں میں للہ عارفہ[2] (لل دید)، شیخ العالم شیخ نور الدین نورانی زندہ رشی یا سہزانند، بابا بام الدین (بومہ ساد)، بابا زین الدین (زینہ شاہ صاحب)، بابا لطیف الدین (لند ربابہ صاحب)، بابا نصر الدین (نصر بابہ صاحب) یا حضرت شیخ العالم کے وقت سے پہلے کے فارصمن، ہلاسمن اور یاسمن رشی، رمہ رشی، زلکا رشی، مالدرمن رشی، بیہان رشی وغیرہ وغیرہ قابل ذکر رشیوں کا نام لیا جا سکتا ہے

---

[1] تذکرہ اولیائے کشمیر از حسن ص ۱۰۱۔
[2] للہ عارفہ نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر مشہور ہے کہ حضرت امیر کبیرؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا۔

Marfat.com

بہ سبیل تذکرہ :۔ قرآن حکیم میں آیا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ⑦ سورۃ ۱۳ الرعد

ترجمہ :۔ اور یہ کفار یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نازل نہیں کیا گیا (حالانکہ) آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی) اس فرمان سے ہم قوی امکان رکھتے ہیں کہ ان میں تو قرآن مجید ہی کی ان دو آیات میں جو نیچے دی گئی ہیں دعوت فکر دیتی ہیں۔

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ⑧⑤ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ ⑧⑥ الانبیاء۔

ترجمہ :۔ (اور یہی نعمت) اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو دی کہ یہ سب صابر لوگ تھے اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھے۔

(تفہیم القرآن جلد سوم ص ۱۸۱ - ۱۸۲)

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ④⑧ سورۃ ص

ترجمہ :۔ اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کرو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے

(تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۳۴۳ - ۳۴۴)

ان آیات میں اور ان انبیاء کے ساتھ ان کا ذکر ہے اور نیک لوگوں میں ذوالکفل کا شمار ہوا ہے اس نام کی تشریح میں تفہیم القرآن میں ہے کہ ذوالکفل کا لفظی ترجمہ ہے صاحب نصیب ہے۔ لغت میں ذوالکفل کے معنی "صاحب نصیب" ہے۔ اور مراد ہے اخلاقی بڑائی اور ثواب آخرت کے لحاظ سے صاحب نصیب ہیں نہ کہ دنیوی فوائد و منافع کے لحاظ سے یہ ان بزرگ کا نام نہیں بلکہ لقب ہے۔

۱؎ تفہیم القرآن جلد سوم حاشیہ ۸۱

Marfat.com

سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں "آج کس مورخ کے ذخیرہ میں ایسا تیل ہے جس کے چراغ کی روشنی میں کپل وستو کا مُنی اسی شان میں نظر آئے جیسا کہ وہ واقع میں تھا"[1] کپل وستو کے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں "کپل وستو دامن ہمالیہ کے اس شہر کا نام تھا جہاں بدھ پیدا ہوا تھا اور اس کے باپ کا یہی پایہ تخت تھا انبیاء و صالحین کے ذکر میں ایک نام ذوالکفل کا بھی آیا ہے مفسرین کا خیال ہے و فی تسمیۃ ذوالکفل اقوال مضطربۃ لا تصح (روح المعانی ص ۶۷) یعنی ذوالکفل کے نام میں مختلف اقوال ہیں اور ان میں کوئی بات صحیح نہیں ہے کیا اس صورت میں اگر کفل کو کپل کا معرب ٹھہرا کر یہ کہا جائے کہ کپل والا ذوالکفل کے معنی ہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے تو روایۃً اس کے رد کرنے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ مذہبی دنیا کا اتنا عظیم انقلاب وجود جیسا کہ بدھ تھا قرآن میں اگر اس کا ذکر ہو تو کیا تعجب ہے خصوصاً اسلام سے اس کا جو تعلق ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا یہ بات زیادہ ترین قیاس ہے"[2] چنانچہ اسی کتاب کے آئندہ صفحات میں مشرقی نقیب یا مہاتما بدھ کی رحمۃ اللعالمین کی نقابت کی ذیلی سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں "گر جس طرح مغربی[3] زمینوں کو درست کرنے والے نے اپنا فرض اس طرح ادا کیا دیکھو کہ اس سے پانچسو برس پہلے مشرقی ممالک کو ایک مشرق بنانے والے بھی، جس نے دھرم کا نرسنگھا ایران سے چین کی دیواروں تک پھونکا۔ سنو! جیتے ہوئے اس نے دنیا کو کیا وصیت کی؟ اگرچہ بہت کچھ مٹ چکا ہے لیکن مٹنے سے جو چیزیں بچ گئی ہیں اس میں مہاتما بدھ کا یہ آخری فقرہ اب تک زندہ ہے جس کو اپنی زندگی ختم کرتے ہوئے خدا کے اس بندہ نے اپنے شاگرد نندہ کے کان میں اس وقت ڈالا جب اس کی سانس اکھڑ رہی تھی اور اس کا ایک مخلص ندیم اس کے قدموں کو اپنے آنسوؤں سے یہ کہتے ہوئے دھو رہا تھا۔

۱۔ النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۱۰

۲۔ " " " حاشیہ۔ ص ۱۰

۳۔ مغربی زمینوں کو درست کرنے والے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ سید مناظر احسن گیلانی

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

"آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا؟"

بدھ نے اس کے جواب میں کہا "میں پہلا بودھ نہیں ہوں [illegible] نہ میں آخری بودھ ہوں، اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بودھ آئے گا۔

مقدس منورالقلب عمل میں دانائی سے بہرہ ور مبارک [illegible] انسانوں کا عدیم النظیر سردار جو غیر فانی حقائق میں ظاہر کرتا رہا ہوں وہ بھی وہی ظاہر کرے گا وہ ایک مکمل اور خالص مذہبی نظام زندگی کی میری طرح تبلیغ کرے گا۔"

نند نے کہا اس کو کس طرح پہچانیں گے" آقا نے فرمایا:

وہ میتریا کے نام سے موسوم ہوگا"

۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں الہ آباد کے مشہور [illegible] انگریزی اخبار لیڈر میں ایک بدھسٹ کا یہ مضمون صفحہ سات کالم تین میں شائع ہوا تھا [illegible] کا ترجمہ نامہ نگار مذکور نے لکھا تھا۔

"وہ جس کا نام رحمت ہے"

کیا اس کے بعد [illegible] شک کرنے کی گنجائش [illegible] رحمت [illegible]
(بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible])
[illegible] نے
سارے مغرب کو ایک ہی [illegible] بھی حضرت
[illegible] ساڑھے چار سو سال پہلے سارے [illegible] کر دیا تھا۔
اس [illegible] ایک مشرق اور ایک مغرب [illegible] حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] دنیا کو
ایک دنیا ایک مذہب ایک کتاب ایک [illegible]
آنحضور کے مشرق اور مغرب [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] رسول [illegible] احمد ہے [illegible] آیات
میں موجود ہے۔

Marfat.com

مقدمۃ الجیش اور مبشر جانتے ہوئے اپنے جس فرض سے سبکدوش ہوا ٹھیک بجنسہ اسی فرض
کو اس نے بھی خوبی کے ساتھ ادا کیا جس کو خواہ دنیا ہی خیال کرتی ہے لیکن واقعات بتاتے
ہیں کہ وہ بھی یہاں کے ابرِ رحمت کے لیے مشرق کے کھیتوں کا تیار کرنے والا تھا اور بلا شبہ
چین، ایران، بخارا، خراسان، ترکستان، تاتار، منگولیا، افغانستان، سرحد، بلوچستان، سندھ
اور ہندوستان کے بودھوں نے رحمت کی اس بارش سے جتنا فائدہ اُٹھایا دنیا کی کسی قوم
نہیں اُٹھایا۔" [۱]

ان اقتباسات اور قرآنی حوالوں سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ مہاتما بدھ نے جس مذہب کی بنیاد ڈالی اور اس کا موازنہ میں جس ریشی تحریک سے کرنا چاہتا ہوں اور جس ریشی تحریک کے سرخیل شیخ نور الدین نورانیؒ کی تعلیمات قرآن حکیم کے عین مطابق تھیں۔ ان دونوں تحریکوں کے نظریات میں کس قدر مماثلت و ہم آہنگی ہے اور قرآن شریف میں جس ذوالکفل کا ذکر آیا ہے وہ اسی مہاتما بدھ (کپل وال) کے معنوں میں آیا ہے جو ایک عارف، شیخ اور صابر تھا۔

بدھ مت اور ریشی مت میں مماثلت و مطابقت

(۱) جس طرح بدھ مت کے بانی گوتم بدھ ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ نور الدین نورانیؒ بانی ہیں جنہیں شیخ العالم کہا جاتا ہے اور جن کا نام نند ریشی یا سہزانند بھی ہے۔ اُنہیں سرخیل طائفہ ریشیان کشمیر کہا جاتا ہے۔

(۲) گوتم بدھ جب پیدا ہوا تو اسِت رشی کو دیوتاؤں کی وساطت سے معلوم ہوا کہ کپل وستو کے شاکیہ خاندان میں بودِستوا نے جنم لیا ہے تو اسِت رشی اُسے دیکھنے گئے اور اُسے دیکھ کر کہا کہ "یہ انسانوں میں ممتاز ترین ہے" اسے بدرونے لگے وہ اس خیال سے کہ ...

---

[۱]:- النبی الخاتمؐ از سید مناظر احسن گیلانی - ص:- ۲۲-۲۶

اپنی عمر بہت کم رہ گئی ہے لہذا اُس کے فلسفۂ حیات سے مستفید ہونے کا موقعہ نہیں ملے گا۔[1]

جاتک کی "ندان کتھا" کے مطابق آٹھ برہمنوں نے بھی گوتم بدھ کے مستقبل کے بارے میں پیشگوئی کی تھی کہ یہ ممتاز ہوگا۔ اسی طرح حضرت شیخ العالم کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ للہ عارفہ نے ان کی والدہ سدرہ ماں کو ایک [illegible] پیش کیا تھا یا یہ کہ جب وہ شکم مادر میں ہی تھے تو للہ عارفہ ان کی خبرگیری کے لیے جاتی تھی۔ یا یہ کہ جب وہ پیدا ہوئے تو تین دن دودھ نہیں پیا تو للہ عارفہ تشریف لے گئیں اور یہ کہہ کر دودھ پلایا کہ جب دنیا میں آنے سے نہیں شرمایا تو اب دودھ پینے سے کیوں شرماتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ ابھی وہ چھوٹے ہی تھے تو امیر کبیر میر سید علی ہمدانی نے ان کی روحانی تربیت سید حسین سمنانی کے سپرد کی۔ اس بات کے پیش نظر کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہوگا۔

(۳) گوتم بدھ نے جب جوانی کی عمر میں قدم رکھا تو دنیا سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ شادی ہونے اور بچہ پیدا ہونے کے باوجود حبِ دنیا پیدا نہ ہوا اور ایک دن کسی بیمار، بوڑھے اور مردے کو دیکھ کر گھر چھوڑنے کی ٹھان لی۔

حضرت شیخ العالم کا بھی یہی عالم تھا دنیاوی کاموں میں جی نہیں لگتا تھا شادی اور دو بچے (بیٹا، بیٹی) پیدا ہونے کے باوجود ایک دن کتے کے بھونکنے کی آواز "وو۔ وو"[2] سے متاثر ہو کر گھربار چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔

(۴) گوتم بدھ نے بیوی بچے اور عیش و آرام ترک کر کے جنگل کی راہ لی اور گیا میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے آسن لگا کر دھیان میں رہے تاکہ اُسے حقیقت ملے اس [illegible]

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۵۵

[2] وو کشمیری لفظ ہے جس کے معنی ہیں "ہو" [illegible]

ہوئے، کڑی ریاضت اور سخت تپسیا کرتے ہیں۔ نفس کشی، فاقہ کشی اور ترک لذات کرتے ہیں آخر پر انہیں یہ سخت ریاضت اور نفس کو اذیت پہنچانا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے اور دھیان مارگ کا راستہ اپناتے ہیں۔ اِس طریقہ سے انہیں وہ روشنی ملتی ہے جس کی انہیں تلاش تھی پیپل کا درخت اب بھی گیا میں موجود ہے[1]۔ حضرت شیخ بھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر گوپھ بل کیمیوہ اِسلام آباد میں غار نشین ہو جاتے ہیں اور مہاتما بدھ کی طرح برسہا برس عبادت میں گزار دیتے ہیں اس دوران جنگلی سبزیوں پر گزارہ کرتے ہیں نفس کشی ترک لذات وغیرہ طریقے اپناتے ہیں۔ آخر کار انہیں روحانی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کی خاطر وہ غار نشین ہوئے تھے اور پھر بعد میں انہیں غار نشین ہو کر عبادت کا یہ طریقہ اچھا نہیں لگا۔ یہاں حضرت شیخ کے ہاتھوں کا نصب کردہ برین کا درخت ELM TREE چھ سو برس سے زندہ ہے۔

(۵) مہاتما بدھ جب گیان حاصل کرتے ہیں تو وہاں سے نکل کر انہوں نے اپنا پہلا اپدیش اپنے پنج ورگیہ بھکشوؤں (پانچ ساتھی بھکشوؤں) آگیات کونڈنیہ، وپ (واشپ) بھدریہ (بھدرک) مہانام اور اسجی (اشوجیت) کو دیا اور انہیں اپنا ہم خیال بنایا۔[2]

حضرت شیخ نے جب گیان حاصل کیا تو انہوں نے چار خلفاء بابا بام الدینؒ بابا زین الدینؒ

---

[1] دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں جس درخت کے نیچے مہاتما بدھ نے دھیان لگائے بیٹھے تھے وہ درخت اِس وقت موجود نہیں البتہ اِس کی جگہ اب دوسرا درخت ہے۔

[2] دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں یہ پانچ بھکشو جو بنارس کے قریب رشی پتن میں رہتے تھے ان کو ہم خیال بناتے ہیں گوتم بدھ کو کتنے سال لگے ہوں گے اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا اسی طرح حضرت شیخ نے بھی اپنے چاروں مرید ایک ہی وقت میں اپنے ہم خیال نہیں بنائے بلکہ انہیں بھی کافی عرصہ صرف ہوا۔ تاریخ اِس سِلسلے میں کوئی رہنمائی نہیں کرتی۔

Marfat.com

بابا لطیف الدین اور بابا نصر الدین اپنے ہم خیال بنائے۔

(۶) مہاتما بدھ نے اپنے فلسفہ کی تبلیغ کی خاطر جس زبان کا انتخاب کیا وہ عوامی زبان پالی تھی جس کی وجہ سے بدھ اور اس کے پیش کردہ فلسفہ کو غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ نے بھی عوامی زبان کشمیری میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اسی زبان میں شاعری بھی کی جو آج تک عوام میں مقبول ہے۔

(۷) گوتم بدھ کو جب گیان حاصل ہوا تو انہوں نے چار بنیادی یا عظیم صداقتیں (چار آریہ ستیہ) اور ایک ہشت پہلو راستہ (اشٹانگک مارگ) کی جانب راہنمائی کی۔ یعنی چار بنیادی صداقتیں یہ ہیں کرم جیون کا ایک بندھن ہے جو خواہشات سے پیدا ہوتا ہے اور خواہشات جہالت کا نتیجہ ہیں جہالت کو ختم کردو تو سمجھ لو کہ تمام تکلیفیں دور ہوگئیں ان کی جڑ کٹ گئی ان کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور ان کو ختم کرنے کا گویا راستہ مل گیا۔[۱]

حضرت شیخ نے اپنے لئے کوئی الگ راستہ اختیار نہیں کیا کیونکہ اسلام کا راستہ ہی ان کا سب سے بڑا راستہ تھا البتہ ان کی شاعری میں یہ سب باتیں موجود ہیں یعنی اچھے عمل کرنا، خواہشات کو دبانا، جہالت کو ختم کرنا، حرص و ہوا کو پیدا نہ ہونے دینا وغیرہ۔

مثلاً "ڈب مارن سہزو ہزارن (حرص و ہوا ختم کرنا اور اپنی آتما کو پہچاننا) یا

کام کرود لوب متھ مد اہنکار پتھے
دوزخ نار چھے دوان بڑائے

کریہ تہ کارن ونددار پتھے
چندرس دیار چھے مہ کر ضائع[۲]

اور جو مہاتما بدھ کا اشٹانگک مارگ یا ہشت پہلو راستہ، راسخ عقیدہ، نیک ارادہ، حق گوئی، راست بازی، رزقِ حلال، صحیح کوشش، عمدہ خیالات، اور کامل مراقبہ کے تحت یہ درج ہیں

---

[۱] ہمارا قدیم سماج از سید سخی حسن نقوی ص ۶۸

[۲] ترجمہ:- کام، کرود، لوبھ، متھ اور غرور نے (اے انسان) تمہیں اپنے گھیرے میں بند کیا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جو تمہیں دوزخ کی طرف لے جاتی ہیں۔ نیک عمل اور اچھے طور طریقوں سے تمہارے من کو شانتی ملے گی۔ نیک عمل اور نیک چلن وہ حقیقی دولت ہے جسے تمہیں ضائع نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

Marfat.com

وہ راستہ ہے جو دو انتہاؤں کے درمیان سے ہو کر گزرتا ہے' گوتم بدھ اپنے پنج ورگیہ بھکشوؤں کو اپدیش دیتے ہوئے کہتے ہیں "بھکشو! انسانوں کو دو طرح کی انتہاؤں پر نہیں جانا چاہیئے پہلی انتہا ہے عیش و عشرت کی زندگی میں راحت ماننا یہ نہایت حقیر، جاہل، عمومی اور غیر مہذب لوگوں کا کام ہے۔

دوسری انتہا ہے جسم کو ایذا پہنچانا یہ انتہائی تکلیف دہ بے معنی اور وحشیانہ فعل ہے ان دو انتہاؤں تک نہ جاتے ہوئے بدھ نے نجات دہندہ (میانی) راستہ ڈھونڈ نکالا[1]۔ اور پانچ سکندھ (صفات) پیدائش، بیماری، بڑھاپا، موت اور عزیزوں کی جدائی دانجانوں کی صحبت سے محرومی غم کا باعث ہیں خواہش زیست بھی غم کا باعث ہے۔ بیراگ سے اس کا انسداد ہوگا اور ہشت پہلو راستہ اختیار کرنا فنائے غم کا واحد طریقہ ہے یعنی غم بدھ مت کی پہلی صداقت ہے خواہش زیست دوسری صداقت ہے بیراگ تیسری اور فنائے غم چوتھی صداقت ہے یہاں کا ریشی مت بھی ان ہی دو انتہاؤں کے درمیان جانے والے ہشت پہلو راستہ پر گامزن دکھائی دیتا ہے حضرت شیخ کے کلام میں جابجا اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(۸) دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں کہ "بودستوا کو تپسیا کے لیئے دیران پہاڑ (ارانج گرہ) پسند نہ آئے اور انہیں اردویلا کا دل کش پردیش پسند آیا اس سے حسنِ فطرت سے ان کا لگاؤ ظاہر ہوتا ہے"[2]

حضرت شیخ ان سے پہلے اور ان کے بعد کے ریشیوں کی مثال لیجیے۔ ان سب نے اپنی عبادت کے لیئے وادی کے بلند ترین مقامات اور دلکش پہاڑیاں پسند کی ہیں۔ مثال کے

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۰۴

[2] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۸۱

Marfat.com

طور پر حضرت شیخ سے منسوب سب مقامات قدرتی نظارے پیش کرتے ہیں۔ موجودہ زیارت چرار شریف اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ پھر بابا بام الدین کی زیارت بمہ زو بابا زین الدین کی زیارت عیش مقام، بابا پیام الدین کی زیارت گمرگ کے دامودیر، بابا شکر الدین کی زیارت وتلب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۹) مہاتما بدھ نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی اور اگر کفل کو کپل کا معرب سمجھا جائے تو ان کا انبیاؑ و صالحین میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت شیخ کا کوئی نیا مذہب نہیں تھا بلکہ وہ اسلام کی حدود کے اندر رہ کر اپنی تحریک چلا رہے تھے بلکہ اسلام کے تمام اصول نماز، روزہ وغیرہ کے پابند تھے قرآن نے جن اولیاء اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں ان کا شمار بھی ہوتا ہے۔

(۱۰) مہاتما بدھ نے اپنے سے پہلے کے سادھوؤں سنیاسیوں یا ریشیوں کے ان چھ فرقوں کو تسلیم کیا ہے۔ پورن کیسپ، مکھلی گوسال، اجت کیس کمبن، پگدھ کچاین، سنجے بلیھ پت اور نگنٹھ ناتھ پت۔ گوتم بدھ ان کی علمی برتری اور بزرگی کو تسلیم کرتا ہے۔ حضرت شیخ بھی اپنے سے پہلے کے ان چھ ریشیوں کا تذکرہ اپنے اس شلوک میں کرتے ہیں اور ان کی برتری مانتے ہیں۔

اول ریشی احمد ریشی، دویم حضرت اویس آؤ
تریم ریشی زلکا ریشی ژوریم حضرت پلاس آؤ
پونژم ریشی رمہ ریشی شیم حضرت میران آؤ
ستم مس کوریم دشنا ہشی ہ کس ریشی مے کیشہ ناؤ

ترجمہ:۔ ریشی سلسلے میں پہلے ریشی احمد ہوتے ہیں۔

دوسرا ریشی حضرت اویس قرنی ہے
زلکا ریشی تو تیسرے ریشی ہو گزرے ہیں
اور چوتھے ریشی حضرت پلاس تھے
پانچویں ریشی رُمہ ریشی تھے
اور چھٹے حضرت میراں ہو گزرے ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ میں ریشی سلسلے کا ساتواں ریشی ہوں
مگر درحقیقت میں کوئی ریشی نہیں ہوں کیونکہ میرا مرتبہ اتنا بلند نہیں۔

(۱۱) گوتم بدھ سے پہلے جس قسم کی تپسیا مروج تھی اُس کی کیفیت وہ ساری پُت سے یوں بیان کرتے ہیں۔

"اے ساری پُت مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے چار طرح کی تپسیا کی۔ میں تپسوی (عابد) ہوا، روکھش (خشک سوکھا سڑا ہوا) جگوپسی (اہنسا کا خاص خیال رکھنے والا) پرودت (بے اعتنا) ہوا"[1] الیضاً اور اس قسم کی تپسیا کشمیر میں حضرت شیخ سے قبل تپسوی لوگوں میں بھی مشہور تھی۔

(۱۲) گوتم بدھ نے گیان حاصل کرنے سے قبل ہٹھ یوگ و فاقہ کشی کی اور جذبات و خواہشات بے خوفی اور کام دیو پر اس قسم کی تپسیا سے قابو پایا۔ اور پھر اس قسم کی تپسیا چھوڑ کر کبھی راج یوگ، شانت راج یوگ اور دھیان یوگ کی ریاضت کا طریقہ اپنایا۔ ان کا کہنا تھا۔ اس قسم کی تپسیا قطعی غیر ضروری ہے اِس کے بغیر بھی مکتی مل سکتی ہے۔[2]

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۱۰

[2] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۱۹۸ (یہ خیال ان کے دل میں طویل ہٹھ یوگ اور فاقہ کشی کے بعد پیدا ہوا اور پھر دھیان مارگ اور راج یوگ کا طریقہ اپنایا۔

Marfat.com

حضرت شیخ نے بھی بہت کڑی ریاضت کی ابتدا میں فاقہ کشی کی نفسانی خواہشات پر قابو بھی پایا اور راج یوگ کا طریقہ بھی اپنایا عمر کے آخری حصے میں کاسنی اور اتیل ساگ چھوڑ کر دودھ اور پھر صرف پانی پر گزر بسر کی۔ غار نشینی میں جنگلوں کی راہ لینا اور وہاں کڑی ریاضت کے بارے میں اپنے مرید بابا نصر الدین کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

نَصَر بابہٕ جنگلن کھُسن گیم خامی
مےٚ دوٚپ یہ آسہٕ بڑٕ عبادتھ
ژُچھ پتہٕ یہ آس بڑٕ بدنامی
یہ آس کَرزٕ کُنی کَتھ

ترجمہ:۔ اے نصر بابا جنگل کی راہ لے کر میں نے بہت غلطی کی میں نے سوچا تھا کہ یہ بڑی عبادت ہوگی مگر معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی بدنامی تھی اصل مقصد تو سچائی تک رسائی حاصل کرنا تھا۔

(۱۲) جس طرح ایک بھکشو دیودت[۱] نے راجہ اجات شترو سے سازش کر کے گوتم بدھ کو قتل کرنے کے لئے جلاد بھیجے اور جونہی وہ وہاں پہنچے تو وہ گوتم بدھ کے مرید ہو گئے۔

اسی طرح حضرت شیخ کے اپنے بچوں کی وفات کے بعد جب سلطان سکندر[۲] نے اپنے پیادہ تازی بٹ کو شیخ العالم کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا تو تازی بٹ حضرت شیخ کو دیکھتے ہی ان کا مرید ہو گیا۔ پھر ایک دن ایک رقاصہ کو انہیں راستے سے ہٹانے کے لئے بھیجا گیا رقاصہ

---

[۱] دیودت بھکشوؤں کی قیادت چاہتا تھا اور تپسیا کے کڑے اصول مرتب کرنے کے لئے گوتم بدھ سے درخواست کی جو انہوں نے رد کر دی تھی۔

[۲] کچھ حضرات اسے سلطان بڈشاہ کا عہد کہتے ہیں۔

Marfat.com

بناؤ سنگار کرکے حسن کی قیامت ڈھاتی ہوئی حضرت شیخ کے پاس پہنچی مگر ان کی ایک نگاہ سے وہ بھی زمرۂ مریداں میں شامل ہو گئی۔

(۱۴) گوتم بدھ نے عورتوں کے اصرار پر انہیں اپنے سنگھ میں شامل کیا اور باقاعدہ عورت بھکشونیاں بھی بدھ مت کا پرچار کرنے لگیں وہ بھی تجرد کی زندگی بسر کرتی تھیں اور ان کو کئی اصولوں پر کاربند رہنا پڑتا تھا۔ مہا پرجاپتی گوتمی، سوما بھکشونی کھیما اور اتپل ورنا وغیرہ عورتوں کا تذکرہ بدھ مت کی کتابوں میں خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے۔

حضرت شیخ کے وقت بھی ریشیت کے دائرہ میں عورتیں شامل تھیں ان میں دہت بی بی بہرت بی بی، شنگہ بی بی اور شامہ بی بی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۱۵) گوتم بدھ یا اس کا مت چونکہ دنیا سے بے اعتنائی برتتا ہے اس لئے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا وہ خدا کا اقرار کرتا ہے یا انکار۔ دھرمانند کوسمبی لکھتے ہیں[1] کہ وہ منکر خدا نہیں تھے۔ اور نہ دہریہ تھے یہ فقط جینوں کی طرف سے اتہام والزام ہے سید حامد علی[2] BUDHISM AND ITS DEVELOPMENT کتاب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ بودھ مت کو تخلیق کائنات کے مسئلہ سے دلچسپی نہیں ہے اور اس کے خالق سے بے اعتنائی برتنا الحاد ہے لہذا بدھ مت ملحدانہ ہے۔

بدھ مت چونکہ نیک اعمال پر زور دیتا ہے اور جب انسان نیکیاں کرتا جائے پھر وہ اس کا معتقد رہو جاتا ہے کہ اسے نروان حاصل ہو، میرے خیال میں یہ نروان حاصل ہونا بذات خود خدا کا اعتراف ہے حضرت شیخ چونکہ اسلام کے پیروکار تھے اس لئے خدا کی

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۸۵ - ۲۸۹

[2] مذاہب اور تخلیق کائنات از سید حامد علی ص ۱۲-۱۳

Marfat.com

ہستی سے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اسلام کی آمد سے قبل یہاں کے ریشیوں میں بدھ مت کا طریق عبادت تھا مگر بعد از اسلام ان ریشیوں کے رگ و پے میں خدا کا ہی تصور تھا اور یہ تصور کبھی "ہمہ اوست" کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔

یتہ تہ میثرے تتہ تہ میثرے ۔۔۔ میثرے کریتم گُل زار
ساری ترآویتہ روٹکھ میثرے ۔۔۔ میثرے ہاوتم دیدار

ترجمہ:۔ تم ہی میری دنیا اور عقبیٰ کا سہارا ہو
میرے لئے دنیا کو سورگ بنا دے
میں نے سب کچھ تیاگ تمہیں گلے لگایا ہے
میرے اللہ مجھے اپنے جلوے سے مسحور کر

(۱۶) اپنشدوں کے کرم اور بار بار جنم (آواگون) کے عقیدوں کو بدھ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انسان اپنے کرم (اعمال) کی حیثیت سے تب تک بار بار جنم لیتا ہے جب تک اچھے کرم کی بدولت اُسے مکتی سے حاصل نہ ہو جائے۔

حضرت شیخ کے ہاں یہ فلسفہ اگرچہ کھلے الفاظ میں موجود نہیں مگر ان کے کلام میں اس کی بو باس ملتی ہے مثلاً

ہرنتہ متہ منے زم دِ (اے خدا مجھے وہاں پیدا نہ کر) ۔۔۔ یا

یُس اوس تتی سُے چھُے یتی ۔۔۔ سُے چھُے پرہتہ شایہ ژٹھتہ مکان
سُے چھُے پیادہ سُے چھُے زُتھی ۔۔۔ سُے چھُے سُورے گیتہ پایان

ترجمہ:۔ وہ ہی یہاں سایہ فگن ہے وہ ہی عقبیٰ کا سہارا ہے۔

لہ بہارِ قدیم سماج از سید علی حسن نقوی۔ ص:۔ ۶۳۔ ۶۸۔

Marfat.com

ساری کائنات اُسی کے وجود کی منظہر ہے
وہی راہرو بھی ہے اور وہی رہبر بھی ہے
دنیا کے ذرے ذرے میں وہی رسا اور بسا ہے

(۱۷) گوتم بدھ نے عورت سے اجتناب کیا حرص و ہوس کی آلائیشوں سے دور رہے اور پھر اس کے بعد بھکشوؤں نے بھی تجرد کی زندگی بسر کی اور حرص و ہوس سے بچتے رہے جب حضرت شیخ بھی بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے تو پھر ساری عمر تجرد کی زندگی بسر کی ان کے خلفاء اور اس طریقہ پر چلنے والے سبھی رشیوں نے عورتوں سے اجتناب کیا گوشت نہیں کھایا اور تمام خواہشات پر قابو پایا۔ اس سلسلے میں خواجہ محمد اعظم دیدہ مری رشیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"ریشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہداں و عابداں در ریاضت سخت و صلب تر باشد و خود را از اولاد و از دواج فارغ وارد دست از جمیع آرزوہا و ہوس بر دارد چہ جای ملک و مال۔"

(۱۸) گوتم بدھ نے مختلف جگہوں کے اوصاف بیان کئے ہیں مثلاً متھرا کے بارے میں اپنے بھکشوؤں سے کہتے ہیں۔

"اے بھکشوؤ! متھرا میں پانچ برائیاں ہیں۔ کونسی پانچ؟ وہاں کے راستے اوبڑ کھابڑ ہیں وہاں دھول بہت ہے کتے بدمعاش ہیں۔ امراء بے رحم ہیں اور وہاں بھکشا ملنا بہت مشکل ہے، بھکشوؤ! متھرا میں یہ پانچ برائیاں ہیں۔ ۱؎"

حضرت شیخ نے بھی وادی کے مختلف مقامات کی سیر کی اور ان مقامات کے اوصاف

۱؎ بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۸۰

Marfat.com

کے بارے میں کئی باتیں مشہور ہیں۔ مثلاً پانتہ چوک کے بارے میں ع پانتہ چھوکھ نوشین سوکھ
تہ کور ین دِہ کھ کہتے ہیں۔

ترجمہ:۔ (پانتہ چوک کے لوگ! جن کی لڑکیوں کو تکلیف ہے اور بہو آرام کرتی ہے)

دریہ گوم ڈسٹھ مۆ ذرٗدِل اُوم

ترجمہ:۔ دریہ گوم کے لوگ باتیں بہت رسیلی کرتے ہیں مگر دِل کے کمزور ہیں۔

(۱۹) گوتم بدھ نے اپنے مریدوں کے لیے جو اصول ترتیب دے اُن میں سے یہ پانچ نمائندہ اصول ہیں: جانداروں کو نہیں مارنا چاہیئے جھوٹا نہیں بولنا چاہیئے شراب نہیں پینا چاہیئے۔ چوری نہیں کرنا چاہیئے۔ زنا نہیں کرنا چاہیئے۔[1]

بدھ مت کے پیروجن راجوں مہاراجوں اور حکمرانوں نے اِن اصولوں کو اپنا کر حکومت کی اور لوگوں میں بدھ مت کا پرچار بھی کیا ان کو چکرورتی راجا کہتے تھے۔ اشوک کی مثال ان میں سرِ فہرست ہے۔ مہاراجہ کنشک[2] اور دوسرے کئی حکمرانوں نے مہاتما [illegible] نام سے سکے جاری کئے۔ اِسلام میں پہلے اصول کے بغیر سب اصولوں کی پیروی [illegible]
حضرت شیخ العالمؒ کے ہاں اِن سبھی اصولوں کی پیروی سختی سے ملتی ہے اور [illegible] بھی ان پر کاربند دِکھائی دیتے ہیں جہاں تک ان سے حکمرانوں کی عقیدت کا تعلق ہے تو بڈشاہ ریشیوں کا بہت معتقد تھا اس کے علاوہ ایک پٹھان گورنر سردار عطا محمد خان حضرت شیخ العالمؒ اور حضرت حمزہ مخدومؒ کے مشترکہ ناموں پر ۱۸۰۹ء میں سکہ جاری کرتا ہے۔ ابوالفضل کے بیان کے مطابق مغل حکمران بھی کشمیری کے ریشیوں سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔

---

[1] بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی۔ ص۔ ۹۸

[2] علمدار کشمیر کلچرل آرگنائزیشن ص ۴۱

اسی لئے وہ لکھتا ہے کہ "کشمیر میں سب سے زیادہ قابلِ احترام لوگ رشی ہیں، روایت کی قید سے آزاد، اللہ کے سچے پرستار ہیں وہ کسی گروہ یا طبقہ کی برائی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی سے کچھ مانگتے ہیں سڑکوں کی روشوں پر اس لئے پھل دار درخت نصب کرتے ہیں کہ مسافران سے فیض یاب ہوں وہ گوشت اور ازدواجی زندگی سے اجتناب کرتے ہیں۔ کشمیر میں ان کی تعداد دو ہزار ہے[۱]" اکبر ریشیوں سے دلچسپی کا اظہار ابوالفضل کے مطابق کافی والہانہ انداز میں کرتا ہے۔

(۲۰) گوتم بدھ نے کسی جاندار کی جان لینا منع قرار دیا ہے ایک مرتبہ انہوں نے زمین کی کھدائی کا کام بھی بند کرادیا اور پھر ان کے پیرو بھی اس کی پاسداری میں نہ صرف ایسا کرنے لگے بلکہ وہ چراغ تک نہ جلاتے تھے کیونکہ چراغ پر پتنگے گرنے کا امکان رہتا تھا۔[۲]

حضرت شیخ بھی اسی خیال کے صوفی تھے انہوں نے ایک مرتبہ راستے سے چلتے ہوئے دو لڑکیوں کو میدان سے کاسنی نکالتے ہوا دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ گھاس جاندار ہے اسے کیوں کھرچتی ہو۔ اس پر لڑکیوں نے جواب دیا کہ اپنے عصا سے ہزاروں کیڑوں کی جان لیتے ہو ہمیں ایسا کرنے سے کیوں منع کرتے ہو۔ اس پر حضرت شیخ لاٹھی ٹیکنا ترک کر دیتے ہیں اس سے پہلے ہی کاسنی اور اتپل ساگ کھانا انہوں نے ترک کر دیا تھا۔

(۲۰) گوتم بدھ اہنسا اور عدم تشدد کے قائل تھے انہوں نے کبھی گوشت نہیں کھایا اور نفسانی خواہشات پر پورا قابو پالیا۔ حضرت شیخ بھی خواہشات پر قابو پانے والوں میں تھے گوشت تب سے ترک کیا کبھی کھایا ہی نہیں ایک دن مٹن میں مچھروں کو مچھلیاں کھلا

۱؎ آئینِ اکبری جلد دوم از ابوالفضل ص ۳۵۳

۲؎ اکبر نامہ جلد سوم از ابوالفضل انگریزی ترجمہ ص ۸۳۳۔۸۳۴

۳؎ بھگوان بدھ از دھرمانند کوسمبی ص ۲۳۱۔۲۳۲

Marfat.com

دیکھا، تو نفس کو خواہش ہوئی چنانچہ ایک جلتی لکڑی منہ میں ٹھونس دی۔ اہنسا اور عدم تشدد کے زبردست حامی تھے۔ اس سلسلے میں یہ شلوک ملاحظہ ہو :-

کُنڈ پو ماڑو میین ہنا زود و شمین
ہم زو کھیتھ زوس دین تے دُز ہکو برہمین

ترجمہ :- او ناداں لوگو! مچھلیوں کا شکار کا ہے کو کرتے ہو۔ اپنے فربہ جسم کو قابو میں کرلو جو لوگ جانداروں کا گوشت کھا کر نفس کے غلام بن جاتے ہیں وہ دنیا کے چکر سے آزاد نہیں ہوتے۔

(۲۲) گوتم بدھ ساری عمر مختلف مقامات پر گھومتے رہے اور اپنے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔

حضرت شیخ بھی وادی کے مختلف مقامات پر گھومے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔

(۲۳) گوتم بدھ نے اپنے پیرؤوں کو معمولی سی کٹیا یا خانقاہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ اور تب سے خانقاہوں کی تعمیر کا سلسلہ چلتا آیا۔ یہ خانقاہیں بدھ بھکشوؤں کے لئے تعلیم و تبلیغ کا مرکز بھی تھیں۔

حضرت شیخ اور اُس وقت کے ریشی بھی خانقاہوں میں رہتے تھے اور یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا۔ یہاں تک کہ کشمیری خانقاہوں کا طرزِ تعمیر بھی بودھ خانقاہوں سے ملتا جلتا ہے اسے پگوڈا طرزِ تعمیر کہتے ہیں جسے ایک کشمیری بودھ عالم گنہ ورمن جاوا سے اپنے ساتھ لایا تھا اور یہاں اُسی طرز پر خانقاہیں تعمیر ہوئیں یہاں بھی یہ خانقاہیں تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنیں۔ یاد رہے کہ اس طرزِ تعمیر کو مہاراجہ للتادت نے پرہاسپور تعمیر کرنے کے وقت اپنایا

Marfat.com

تھا چنانچہ اس بناء پر اس طرز کو پرہا سپور سٹاین بھی کہتے ہیں۔

(۲۴) گوتم بدھ کے وقت میں تمام بھکشوان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور جہاں جہاں وہ جاتے تھے وہ ان کے ساتھ ٹولیاں بنا کر چلتے تھے۔ حضرت شیخ کے مرید بھی ان کا ہر ممکن احترام کرتے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ بھی رہتے تھے۔

(۲۵) گوتم بدھ نے اپنے وقت کے تمام بڑے علماء فضلا اور سنیاسیوں سے ملاقات کی' ان کے ساتھ بحث و مباحثہ ہوا اور انہیں اپنے فلسفہ سے مطمئن کر کے ہم خیال بھی بنایا۔

حضرت شیخ نے بھی اپنے وقت کے سربرآوردہ مذہبی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ جن میں حضرت سید میر محمد ھمدانی قابلِ ذکر ہیں۔ ظاہر پرست ملاؤں سے مباحثہ و مجادلہ بھی ہوا۔ اور انہیں اپنی تعلیمات سے نہ صرف مطمئن کیا بلکہ انہیں ہم خیال بنا کر اپنے دائرہ ریشیت میں شامل بھی کیا۔ اس کے علاوہ بدھ مت کے پیروؤں اور بھکشوؤں نے بدھمت کو دور دور ملکوں میں جا کر تبلیغ کی اور دنیا کے بہت بڑے حصے کو اپنے دائرے میں لایا کشمیر کی وادی بھی اس کے دائرہ اثر میں شامل ہوئی۔ اور برسہا برس کے یہاں کے جوگی، سنیاسی رشی اور منی اس کے سایہ میں اپنی تپسیا کرتے رہے۔ اور ساتھ ساتھ ویدانت، بھگتی، شیومت، وشنومت اور پھر اسلام کی آمد کے بعد اسلام اور صوفی مت سے بھی اثر قبول کیا جس کی بدولت ریشیت جیسی ایک تحریک وجود میں آئی۔ اسلام کے ناطق اصولوں کے باوجود برسوں تک اپنا دائرہ وسیع کرتی رہی اور آج وادیٔ کشمیر کا وہ کوئی حصہ یا گوشہ ایسا نہیں جہاں کسی نہ کسی ریشی کی خانقاہ یا زیارت نہ ہو۔

بدھ مت کے پیروؤں کے لئے نروان مارگ (راہِ نجات) کی خاطر سوتا پن، سکرداگام، انا گامی اور ارہا چار منزلیں ہیں اور پھر ان کی آگے اور شاخیں ہیں۔ ریشیت کے پیروؤں کے

Marfat.com

لیے ، وہ حقیقت کی تلاش کی خاطر فنا فی الشیخ ، فنا فی الرسول ، فنا فی اللہ ، اور بقا باللہ منزلیں اور اس کی مختلف نہیں ہیں ۔ بدھ مت کے پیروؤں کے لیے سادہ لباس (لبادہ) معمولی غذا ، اور رہائش ضروری ہے ریشی مت کے پیرو بھی سادہ لباس پہنتے تھے کاسنی اور اتیل ساگ استعمال کرتے تھے بعض اوقات اخروٹ کے چھلکے بطورِ سبزی پکاتے تھے ۔ اندرائن کے پھل بھی کھاتے تھے بعض ریشی صرف پانی کا استعمال کرتے تھے حضرت شیخ نے عمر کے آخری ایام میں تقریباً اڑھائی برس صرف پانی پیا ہے اور باقی غذا کا بالکل استعمال ہی نہیں کیا ۔

کچھ ریشی لوگ ہنڈیا میں ابلتی سبزی سے یہ تک اندازہ لگاتے تھے کہ یہ جاندار ہے اور اپنے ساتھ ہو رہے ظلم کی شکایت کر رہی ہے لہٰذا انہوں نے سبزی کھانا ہی ترک کر دی ۔

اس طرح سے ریشیت میں کڑی ریاضت ، مجاہدہ نفس ، تجرّد کی زندگی اور دیگر عبادت کے ایسے طریقے ہیں کہ وہ بدھ مت کے مقابلہ میں زیادہ سخت بلکہ جین مت کے اصولوں کی شدت سے بھی زیادہ اور سخت تر ہیں ۔

عدم تشدد ، اہنسا ، تزکیۂ نفس ، اور نفسانی خواہشات کے سلسلے میں سالار ریشیت حضرت شیخ العالم ؒ کا کلام راہنمایانہ حیثیت رکھتا ہے حضرت شیخ کے بعد کے ریشیوں نے اس کلام کو اپنے لیے ناطق سمجھا اور اس کے مطابق زندگی گزاری ۔ القصہ بدھ مت اور ریشی مت کی بہت سی قدریں مشترک ہیں اور کافی حد تک مطابقت و مماثلت ہے مگر کچھ باتوں میں تفاوت بھی پایا جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ریشی لوگوں نے پہلے پہل ویدک دور کے ریشیوں ، منیوں اور پھر بدھ مت کے اصول اپنائے ہوں گے اور جب وہ اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہوئے تو ان کی عبادت کے طریقوں میں بھی فرق آیا ۔ نوافل ، روزوں ، نمازوں اور دیگر ارکان اسلام نے انہیں زندگی سنوارنے کے مزید مواقع فراہم کئے جس کی وجہ سے بدھ مت اور ریشی مت کی بہت

Marfat.com

سی باتوں میں فرق معلوم ہوتا ہے جو ایک لازمی امر ہے۔ اس کے علاوہ ایک واضع فر
یہ بھی ہے کہ بدھ مت میں خدا کا وہ تصور نہیں ہے جو اسلام نے ان ریشوں کو دیا جس ک
خوشنودی ان کا فرض اولین تھا۔ خواہ اس رضائے الٰہی مشیت ایزدی اور خدا کی خوشنود
حاصل کرنے میں ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے وہ تو یہی کہیں گے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت شیخ نور الدین نورانی رحمتہ اللہ علیہ کشمیری تاریخ کے نگار خانے کی ایک ایسی دلنواز شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی درخشندہ زندگی، دلآویز تاریخ ساز عمل سے کشمیری تہذیب و ثقافت کو چشمہ آب حیات بنا دیا ہے۔ ان کا وجود اور ان کی سدا بہار یادیں کشمیری قوم کی متاع حیات ہیں۔ ان کی ذات وادی سرو سمن پر آیہ رحمت بن کر اس وقت نازل ہوئی جب کشمیری قوم دو متصادم تہذیبوں، متفارق تمدنوں کے چوراہے پر کھڑی تھی۔ اور یہ فقط ان کی شفیق، دلنواز اور گل افشاں شخصیت کا جادو تھا کہ تقابل و تصادم کی فضا تحمل و تصدق اور خلوص و مروت کی تاریخ میں بدل گئی اور یہ ہوا ایسی چلی کہ اب تک بہشت زادگان کشمیر کے دامن خلوص و مروت، تحمل و انکساری اور تواضع بردباری کی متاع گراں بہا سے مالا مال ہیں۔

(رشید نازکی)

Marfat.com

○ غلام محمد آجر

ریشیت کی نفسیاتی تاویل

موت کے شعور کے بعد خیال کا مطلق ڈھانچہ ہی تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت کہ اپنے جسم کی اچانک تباہی کا تصور انسان پر "رقت" طاری کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے دل میں اپنے لئے "اپنے جسم کے لئے رحم کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے — یہی مقام ہے [illegible] جسم [illegible] کا لئے گریزاں اگر "رقت" کے بجائے احتمالی شعور ہی ہے تو [illegible] نفرت پرستی کا یہ شدید رجحان استوار ہوتا ہے جس کی بنیاد دنیا [illegible] سے ہٹ کر خود کا ترک ذات پر ہوتی ہے (گو یہ رجحان بذات خود عمومی سطح پر ایک طرح کی ذہنی تیش پسندی کے متصل ہو کر [illegible] ہوتی ہے)۔ ریشیت اسی رجحان کی ایک مستقل مسلک کی ایک صورت اختیار کرتا ہے۔

موت [illegible] اجتماعی لاشعور [illegible] "رقت" [illegible] ایک [illegible] دعوت [illegible] اور [illegible] حیات [illegible] ریشیت [illegible] اس دور [illegible] (R [illegible]) [illegible] عظیم [illegible] [illegible] قومی رجحان مریض پسندی ([illegible]IDITY) [illegible] ایک متوازن قومی نفسیات (ABNORMAL [illegible]) (RATIONALIST PSYCHOLOGY) [illegible]

Marfat.com

5

بنیادی اجتماعی آرکی ٹائپ کی بازیافت میں عمومی سطح پر ریشیت اور خصوصی طور پر حضرت علمدارِ کشمیر کا مقام متعین کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ریشیت کی ایک حتمی تعریف کا تعین کیا جائے۔ پروفیسر حاجنی اپنے ایک مضمون میں "ریشی" کی تعریف کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں " .... ریشی اس شخص کو کہا جائے گا جو عرفانِ حق تلاش کرتے کرتے لذاتِ دنیا سے کلیتاً کنارہ کش ہو جائے یا وہ شخص جو تلاشِ حق کے مسلک پر چل کر مادی چیزوں سے انحراف کرے اور اپنا دامن بچائے یا وہ جو معرفت کا مقام حاصل کر کے عوام الناس کی نجات اور رہبری کو اپنا شعار بنائے۔ .... ریشی لفظ نے کشمیری زبان میں اپنا صحیح مقام تلاش کرتے کرتے معنی کا وہی لباس پہن رکھا تھا جو بقول ولیم فیبر عبرانی زبان کے "ارتن" لفظ نے پہن رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ شخص اپنی فطانت اور ذہانت کے کارن لوگوں میں بزرگ اور صوفی منش مان لیا جائے' ریشی کہلاتا ہے ..... " مندرجہ بالا عبارت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں پروفیسر صاحب ریشیت کی ایک عمومی تعریف کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں ایک اضافی حوالے سے مقامی تصور پیش کرتے ہیں۔ بہر حال "عوام الناس کی نجات اور رہبری کو اپنا شعار بنانے" کا تصور مقامی طور ریشیت میں شامل نہیں۔ ایک ریشی صرف لذاتِ دنیا سے ہی کنارہ کشی اختیار نہیں کرتا بلکہ ترکِ دنیا بھی اس مسلک کی ایک شرط ہے۔ چنانچہ عوام الناس کے بجائے یہ ایک انفرادی سطح پر سلوکِ باطنی کا عالم ہے۔ کئی بزرگانِ طریقت سے تبادلۂ خیال کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس مسلک کے ماننے والوں کا بنیادی وطیرہ صرف اپنی شخصی تربیت اور نجات کے تصور سے پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ دوسروں کی اجتماعی تربیت اور نجات کی راہ میں مانع بھی نہیں ہوتے چنانچہ یہ خیال کہ یہ سیاسی سطح پر مذہبی احیا یا خاص تنظیم سازانہ صورت میں اپنے مسلک کی تبلیغ و پرچار پر یقین رکھتے ہیں تاکہ عوام الناس کی رہبری اور نجات کو اپنا شعار بنائیں قابلِ قبول نہیں جب اسلام کی تبلیغ و تحریک کا پرچار یہاں اپنی ابتدا میں تھا اور مقامی اجتماعی نفسیات، رجحانات میلانات اور دوسرے مذاہب کے اثرات کے پیشِ نظر ان بزرگوں نے اس تحریک کو گوارا بنانے غرض سے مقامی مزاج کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور اس طرح سے ریشی مسالک اور اسلامی دینیات

Marfat.com

اجزائے ترکیبی سے یہاں کی ریشیت وجود میں آئی۔ یہاں یہ حوالہ دینا کافی ہے کہ حضرت امیر کبیرؒ اصل میں شافی مسلک کے ماننے والے تھے لیکن انہوں نے اپنے پیروکاروں کو حضرت بلبل شاہ صاحبؒ کے حنفی مسلک کی تبلیغ کی ہی تاکید کی۔ یا جس وقت حضرت بابا نصیر الدین غازی نے تبلیغی کام اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تو انہوں نے بھی مقامی حالات میں نہ صرف اپنے آپ کو ڈھال لیا بلکہ مفاہمت اور اعتراضات سے بچنے کی غرض سے کئی مقامی رسوم اور طریقے بھی اپنائے۔ دوسرے حصے میں فطانت و ذہانت کی بات ہے۔ حالاں کہ ذہانت "ریشی" ہونے کے لئے کوئی ناگزیر شرط نہیں۔ ہوسکتا ہے شیخ العالم کی حد تک نابغگی کا تصور ٹھیک ہو۔

بہر حال ریشیت کی ایک حتمی تعریف یہی ہوسکتی ہے کہ ترکِ دنیا اور ترکِ لذات پر کاربند ہونے والے وہ اصحاب جو اویسیؓ بنیادوں پر تربیت سے مخصوص ہوں ریشی کہلاتے ہیں، حالانکہ ترکِ دنیا اور ترکِ لذات ایک عظیم تر تصورِ نجات کے "دروں شخصی ذریعے" ہیں نہ کہ مقصد۔ اس غرض سے کلامِ شیخ کا مطالعہ ہماری اعانت کر سکتا ہے۔ حضرت شیخؒ کی والدہ ماجدہ حضرت سُدرہ موج اور حضرت شیخ العالم کے درمیان مکالمے کا مطالعہ ہمیں ریشی مسلک کی اس سوچ تک پہنچا سکتا ہے۔

ماج :

نُندہ گوہ چھی گگر تہ ہُنی
نُندہ ہہہ تے شال موینے
نُندہ درزاہم از تلہ وچھے
نُندہ زدہ وو تہ زیجہ مو کھینے

ترجمہ :

نورالدین ہیں غار میں جو بہ جیو
واں تجھے گیدڑ ملیں گے اور شیر
نورالدین آغوش سے ہو کر جُدا
جو تمیں کیڑوں کی کریں گی قبر کو زیر

ننڈ :
گو چھ بہ وینڈے ہلنڈ ٹربے
جنڈ بہ وپنڈے پاٹی کاسے
گگرن راز شوگن بہ گنڈے
ساز عمر بہ وپنڈے گر ڈاٹے

ترجمہ :
غار پر قرباں ہیں دنیاوی محل
چیتھڑے فائق ہیں ریشم پر سنبھل
جو ہوں کو ترسے میں بہلاؤں گا من
فائق ہے عمر خضر پر لمحے کا دھن

ننڈ :
ماج سے تے بہ تم آزار سے
نشہ ہے اند مزار گو و
ماج دنیا تا ونے بازار
بہ تن گیتھ روؤس تو

ترجمہ :
ماں اب مجھے آزار ذات نہ دے
موت ہے آدمی کا آخری انجام
یہ دنیا کہ بازار بے ثبات ہے جو
اس لئے غار میں ہے اس تن کا مقام

یا نفسِ امارہ کو "تپ" سے صیقل کرکے حصولِ نجات کا جو یا بنانے کی غرض سے ترکِ دنیا شرطِ اول ہے۔

Marfat.com

۷ ڻڍي ڍي تهه کر آخر تس
پرستش کيا مشکل سئي
تقي جاتي کر پنهنس بتس
تن هو هيٺ روڌ سس تو

ترجمہ آخرت کے ساتھ اپنا من لگا
اس پرائے جگ سے کیا لینا تجھے
آخرت میں تو بنا اپنا مقام
دیکھنے "ہو" سے مرا اندر سجے

---

۸ اندوان نيرٿ تپ تڙها
اهر کرها دوه پل هاکس ته هندي
آهڙ تڙکه يوڏ پٿ کڙها
تي يوڏ کرها مسڙ هاکندي

ترجمہ گھنے جنگل میں اگر تپ کر سکوں
دوہ پل ہاکڑو اور ہندے سونا کرسکوں
آتے غوطے کو جو تپ کر سکوں
کرسکوں تو موت آساں مسکرا دوں

ان شاعروں سے جو تخلیق کلام ... خود ہیں جو ... کے سبب

لے جنگل ساگ پات کے مقامی نام -

بڑے نمائندے کی حیثیت سے علمدار کے جلیل القدر رتبے پر فائز ہیں سے پر نقطۂ نظر واضح ہو جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو کشمیر میں ریشیت یہاں کے بنیادی مذہبی مزاج سے ہم آہنگ بھی ہے اور اسلامی تصوف کے طفیل رو بہ اضافہ بھی۔ "لل دید" ۔ شیخ العالم اور دوسرے تمام بزرگ "غار" کو ایک خاص اہمیت دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ "غار" کسی پہاڑی کھوہ کے بجائے ایک اشاریہ اور استعارہ بھی ہے۔

ریشیت کی بنیاد "محبت" پر ہے۔ "محبت" انسان کو انفرادی زندگی میں اچھا بناتی ہے۔ اس کے برعکس دینیاتی جبر سماجی تہذیب و لام بندی پر یقین و اعتقاد ہے کہ انفرادی زندگی کو اجتماعی قوانین وادذن سے اچھا بنایا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں تعزیر و سزا وہ بنیادی ذرائع ہیں۔ جن کے تحت "اس انفرادیت" کو ایک متعینہ سانچے میں ڈھالنے کا مفروضہ اور منصوبہ بنایا جاتا ہے کہ فرد تو ایک جانور محض ہے صرف چند ملّا یا عالم قسم کے مفکر ہر ایک "انفرادیت" یعنی فرد کے بارے اسکی فلاح و نجات کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اس کی دونوں صورتیں (یعنی دینی اور لادینی) غاصبانہ ذرائع میں یقین کی وجہ سے ڈکٹیٹروں سے تواریخ کے ہر دور میں ہاتھ ملاتے نظر آتے ہیں ــــ "۔ ۔ ۔ ۔ عوام الناس کی نجات اور رہبری کو ریشیوں کا شعار" گردانا اسی ذہنیت کا پرتو ہے، حالانکہ ریشیت اور "نجات کے لئے رہبری" رد متحارب اور باہم مخالف رجحانات ہیں۔ ریشیت کی بنیادی اساس "محبت" ہے اور "رہبری" کا فرض ادا کرنے کا تصور خالص (CYNICISM) پر دال کرتا ہے۔

تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔ اللہ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ لوگوں کی توجہ سے کمال حاصل کرے۔ چنانچہ "محبت" ہی وہ ذریعہ ہے جسکی بدولت ہم "نجات" کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے "اولیت" شرطِ اول ہے۔ مَن لم یجعل اللہُ لہٗ نوراً فما لہٗ من نور ــــ جس کو اللہ نے روشنی نہ دی ہو اسکے لئے کوئی (کہیں بھی) روشنی نہیں۔ چنانچہ ریشیت کا بنیادی وطیرہ ہی یہ ہے کہ ترک لذات و ترک علائق اس حصولِ نور میں اسی وقت معاون ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

جب وہ "منتخب" ہو۔ ہاں ان صفات کی ترویج اور ان تعینات کی ترقی جو "حقیقت مطلق" کے پرتو کی حیثیت سے ہم میں پوشیدہ ہیں "تپ" "گیان" اور "ذکر" سے ممکن ہیں شیخ العالم کا یہ بند اس سلسلے میں قابل غور ہے ؎

پَرتہٕ پان یُس مُتھوٗ وَندے
تَس بوٗ سِیٹھا ترُٹھو آسو

ترجمہ : خود پرائے میں جو مٹ جائے روئی
ناؤ تیری پار شمبھو لگ گئی

چناں چہ اسی تصور وحدت وجود کی بنیاد پر مشہور زمانہ ضرب المثل حضرت علمدار کے ساتھ وابستہ ہے کہ "آسہ چھکھ ڈکھوان ساسہ چھکھ کتران" یعنی "ہاتھ میں عصا کیا ہے۔ جان ہزار دل کی لیتے ہو" یا "اہر کہ ہاد وپل ہاکس تہ ہندے" اسی تصور وجود مشترک سے عبارت ہے۔ اور چونکہ ہر شے میں وہی ہے اس لئے ہر شے سے "محبت" اسی سے محبت ہے۔ اور کسی شے پر ظلم اسی پر ظلم ہے۔

اس مرتبے کو پانے کے لئے قناعت اور استغنا، دینداری اور محبت، ریاضت اور محویت علم لازمی ہیں۔ ؎

کیا کرِ پانژن دہن تہ کہن
[illegible] پانہ کہن دَرِچھے وَزراو
[illegible] ساری اکی وتہ لیہن
[illegible] [illegible] [illegible] کہ نہ

ہمارے نفس خمسہ یا گیان اندریاں یعنی کان۔ رسنا۔ جیبھ۔ سرو تر اور اتوک۔

یعنی شامعہ۔ لامسہ۔ باصرہ۔ سامعہ اور ذائقہ اور دس جذبات اور گیارہ (SENTIMENTS) پرقابو پاکر ہی انسان" ابوالارواح یا پرم آتما" کا گیان حاصل کرسکتا ہے۔ اس غرض سے انسان کو اپنی تمام تر قوت ارادی کو صرف مبارزت کرکے نفس امارہ کے اڈ ن یا اڈ (ID) کی جویائی اور سرگرمی سے نجات حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس معاملے کو ہم مندرجہ ذیل خاکے سے سمجھ سکتے ہیں۔

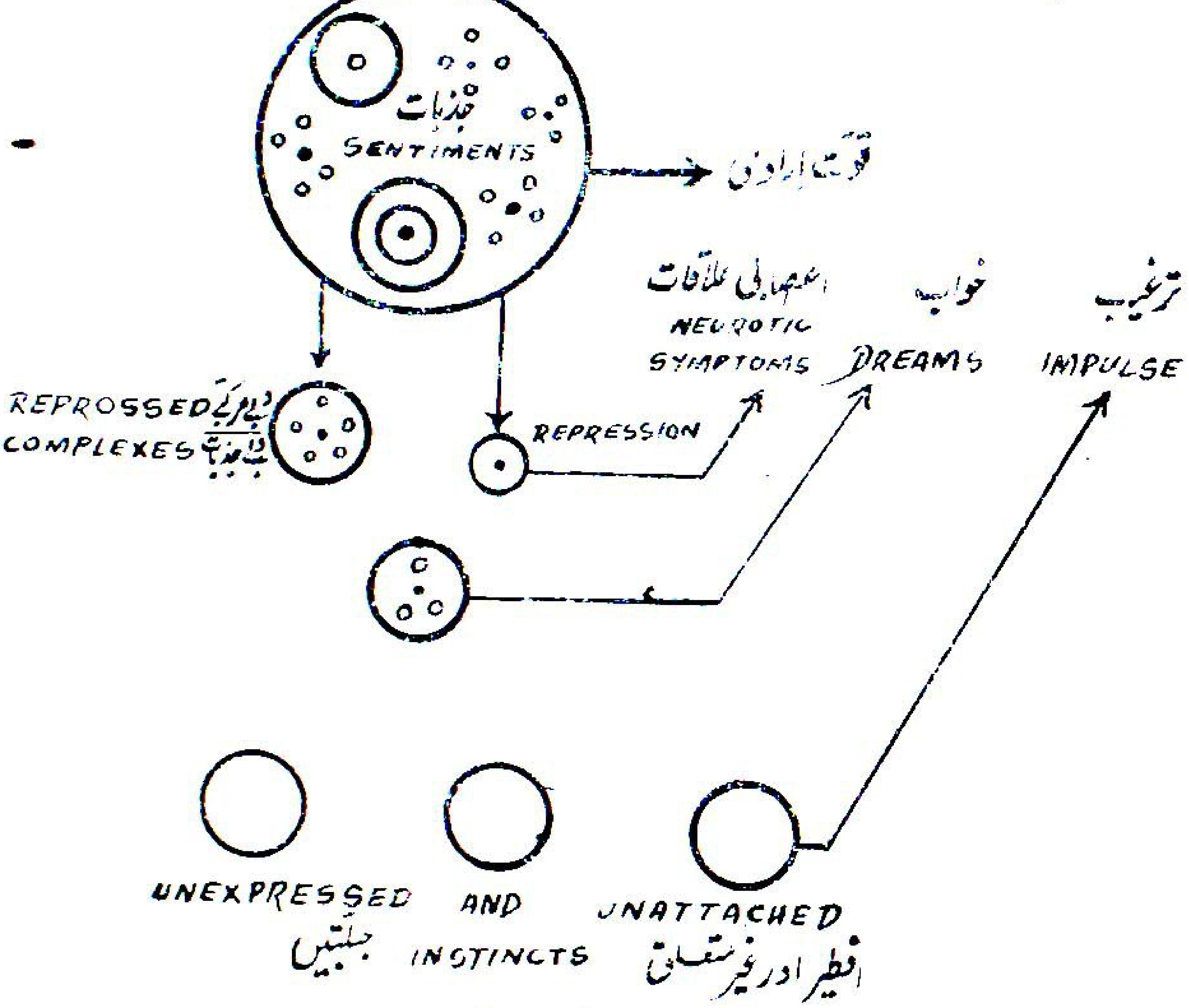

چنانچہ مندرجہ بالا خاکے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی جبلتوں جذبات اور دوسرے احساسات کی قلعہ بند قوت کے برعکس انسانی ارادے کے امکانات کی فتح کس قدر مخدوش ہے لیکن ریشیت جس وقت استغناء سے وجود کو روشناس کرکے اسکی عادت ڈالتی ہے تو دینداری کی راہ روشن ہو جاتی ہے جسکی بنا پر وہ نا اطمینان جاتا رہتا ہے۔ جو ہمارے اڈ (ID) کی فطرت ہے۔ اس طرح سے ریاضت پر جسم و ذہن مائل ہو کر محویت مطلق کے مرتبے تک پہنچنے کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ ایک بہت ہی عظیم عارفہ للا دید بھی اس "واردات باطنی" کے تجربے کو یوں نظم گرفت میں لاکر

Marfat.com

سلوک کے عرفان تک پہنچنے کا پتہ دیتی ہیں۔ ؎

کنیاہ کرِ پانٔژن دٔہن تہٕ کہن
دٔے کٔھٹن یتھ [illegible] ہم کرٕتھ گیٚے
سٔری سمہٕ ہٕن یتھ رزِ لمہٕ ہنا
اد کیازِ راوٕہے [illegible] [illegible]

کشمیر میں ریشیت کی بنیاد کسی حادثہ یا تاریخ کے کسی ایک منفرد واقعہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ تواریخی تناظر میں یہ ایک معاشرے کا مسلسل اور متواتر ارتقا پذیر تہذیب کے بنیادی خدوخال کی استواری اور روبہ نہاد فطرت ہے۔ کسی تاریخ دان کا یہ کہنا کہ تہذیب کی ابتداء [illegible] دریا کے کناروں اور گھاٹوں پر ہوئی ہے۔ ایک تاریخی کلیہ ہے۔ چنانچہ [illegible] کہا جاتا ہے کہ برفانی دور کے بعد جو آبی دور (جہلم کے طفیل) کشمیر کی [illegible] [illegible] [illegible] والے [illegible] روایتوں اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ابھرنے والی تہذیب کا مزاج [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کرنے والا ہوگا۔ (جس کا پرتو آج بھی ملتا ہے) کیونکہ [illegible] [illegible] [illegible] گرم و خشک دھوپ [illegible] انتہائی سرد خطے [illegible] ایک وسیع ترائی وغیرے (جھیل) نے گرد و بود باش [illegible] [illegible] [illegible] میں مزاحمت کرنے اور [illegible] کو اپنے [illegible] جذب کرنے اور گلانے والی [illegible] [illegible] چنانچہ کشمیری تہذیب کے بنیادی خدوخال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کوئی تامل نہیں کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] پانی کا مزاج اور فطرت کا ہونا لازمی تھا۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ابھرنے والے پانی کے بہاؤ [illegible] [illegible] اور وجود کی [illegible] [illegible] [illegible]

Marfat.com

اہتمام کے بغیر بنائے رکھنے کی فطرت کی تاثیر سے خمیر پذیر سرزمین حصے میں آئی۔

اگر تاریخ کی وسیع تر اقامت گاہوں کو کھنگالا جائے تو ہر دور میں کشمیریوں کی فطرت میں جھیل کی سی وسعت اس کے نیلگوں پانیوں کا پُرسکوت بہاؤ، فولاد کی طرح سخت برفی سیال کی مانند رواں نغمگی اور پانی کے وجود کی گداز وحدت کا اہتمام جاری و ساری ملے گا۔ (گو یہ آرکیولاجی اور تاریخ کے طالب کا کام ہے کہ آیا ناگ اور پشاچ یہیں کے اصلی باشندے تھے یا جھیل کے دور میں یہاں وارد ہوئے تھے) اگر نیل مت پران کے اساطیری کردار کاشم ویرا جس نے اپنے گرو کے حکم پر بڑی تپسیا کے بعد خادنیار کے مقام پر ایک سرنگ کے ذریعے سے جھیل کے پانی کی نکاسی کا کارنامہ سرانجام دیا تھا، کو آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال پرانا ایک تاریخی کردار مان سکیں۔ کیونکہ بقول محمد الدین فوق کشمیر کی وادی ساڑھے پانچ چھ ہزار برس پہلے جھیل تھی اور دوسری جانب سے کشمیر کا اپنا سنہ جو کہ آج ۱۹۹۸ء میں ۵۰۷۴ سنہ پ۔ر۔ ہے اسی کردار کاشم دیرا کے زمانے سے ہی چلا آ رہا ہے۔ نیل مت پران، محمد الدین فوق اور کشمیری سنہ جو کہ ۵۰۵۲ سنہ لوکک ہے بھی شہادتیں ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتی ہیں کہ کاشم ویرا کا کردار اساطیری رنگ لیے ایک تاریخی کردار ہے۔ اور کاشم ویرا کے اپنے گرو کی خواہش پر وادی کا طواف کر کے امرناتھ یاترا پر جانا اور وہاں سے واپس آ کر ستی سر کا پانی باہر نکالنے کا حکم دینا۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال پہلے بھی ریشیت یا اس سے ملتا جلتا کوئی مسلک کشمیر میں کسی نہ کسی روپ میں موجود تھا۔ یہاں کے لوگ اچانک صوفی منش لوگوں کے فدوی ہوتے ہوں سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے اور نہ نو وارد مسلمان مبلغین کے پاس کوئی ایسا چھو منتر جادو تھا کہ وہ یہاں کے لوگوں کو حلقہ بگوش درویشاں کرتے۔ جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ریشیت کے سلسلے میں کشف و کرامات اور قوت باطنی کے تصور کو اعتقاد کا گہرا تحفظ ہے وہ اسی پانی کی تہذیب سے موصوف ہے۔ آج بھی کشمیریوں کی اکثریت وہ چاہے ہندو ہوں یا مسلمان، درویش اور صوفی منش لوگوں سے دنیاوی حاجت روائی اور

Marfat.com

اور نسری کی امید رکھتی ہے یہ ایک طرف سے ہماری فطرت میں پانی کی صاف و شفاف مگر حصار بند تہذیب اور دوسری جانب سے ہمارے اجتماعی لاشعور کی ایک تہہ در تہہ پرچھائیں ہے جو تاریخ کی ہر اقامت گاہ پر نہ صرف مائل بہ وسعت رہی ہے بلکہ تواریخ کی خمیر پذیری (FERMENTIVE) فطرت اسکو آشنائے عمق بھی کرتی رہی ہے۔ بہرحال یہ قوم تہذیب و تمدن کے ہر دور میں صوفی منش اور درویش صفت لوگوں کی پذیرائی ہی نہیں کرتی رہی ہے بلکہ اس سرگرمی میں لاشعور اور بعض اوقات شعوری طور شامل رہی ہے۔

کشمیر میں" موجودہ ریشیت" کو اس تواریخی تناظر میں بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ متذکرہ ریشیت بہرحال سلوک کے سلسلے میں قدیم ریشیت سے مختلف ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۱ پر دیئے گئے خاکے کو اگر دوبارہ دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ریشیت کے رجحان میں بنیادی اعتقادی جھمگٹے (CONSTELLATION) کا مرکز موت پر مدار رکھتا ہے' یہ موت کے خوف کے بجائے اسکے "شعور" کا استعارہ ہے جو "تعین نجات" کی آرزو یا آرزو پرستی سے عبارت ہے۔ آج بھی اگر دیکھا جائے تو نہ صرف پرانی بلکہ نئی نسل بھی فرزندانہ اطاعت کی تاکید میں اُمید یا آرزو کے دامن کو غیر معمولی حدود تک پھیلانے کی روادار نظر آتی ہے۔ ہر بزرگ دوسرے سہارے برخوردار و متعلقین سے فرزندانہ اطاعت کا شعوری یا غیر شعوری طور مطالبہ نظر آتے گا۔ بادی النظر میں یہ اجداد پرستی تک طفیل نسل کی ابدیت کا "اجتماعی لاشعوری عقیدہ" نظر آتا ہے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ریشیت کے مسلک میں گرو اور چیلے کے درمیان اصلاح سینہ بہ سینہ بلکہ باطنی عقیدے کو بڑا دخل ہے۔

ریشیت دراصل "محبت" اور ایک مخصوص طرز عمل پر مبنی ہے۔ کشمیر میں انسانیت پسندی اور انسانیت نوازی' شائستہ اور رحیمانہ انسانی تعلقات پر جو زور دیتی ہے وہ یہاں کی تہذیب و تمدن کا بنیادی ورثہ ہے اور اس طرز عمل کی استواری میں ریشیت صدیوں سے ایک

Marfat.com

خاموش مگر تجریدی (ABSTRACT) سماجی اخلاقی اقدار کی صورت میں سرگرم ہے۔ بہر حال شخصیت میں محبت و نفرت کے امکانات و ابعاد (DIMENSIONS) کی صورت میں اپنے مختلف درجوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایک [illegible] طریقت [illegible] کرنے کے [illegible] نسبت کی نوعیت اور درجے کی شدت بدل جاتی ہے۔ اور [illegible] میں جو فرد [illegible] تصور اطاعت ہماری تہذیب و تمدن کا ایک بنیادی رویہ ہے سماجی سطح پر وہی وفا شعاری اور بے غرضی ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ انسانیت پسندی منفی احساسات نہیں بلکہ رواداری اور درگزر کی اپنی خصوصیات سے متاثر ہے۔ [illegible] کے لئے احترام "فردیت" وفاداری اور بے غرضی [illegible] ناگزیر ہیں۔ اور شخصیت ان تمام [illegible] کو پورا کرنے کا اذن دیتی اور حوصلہ بخشتی ہے۔

مندرجہ بالا آراء کے بعد [illegible] ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا "محبت" شخصی یا سماجی [illegible] ہے۔ [illegible] کیا یہ [illegible] سطح پر بھی ممکن ہے اور کیا یہ افلاطونی استغراق (PLATONIC DEVOTION) کے بلند سطح پر بھی ممکن ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب [illegible] کی سماجی اور فردی زندگی سے عبارت ہیں تو ہمارے یہاں مقامی تناظر میں [illegible] کشمیری [illegible] ایک طرح کی "ورلس یاترا" اس معاملے کو آئینہ دکھاتی ہے جبکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم کسی درخت کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں حالانکہ اس درخت کو کوئی ایسا عشق [illegible] ہماری دلچسپی [illegible] ہو سکتے۔

[illegible] کو زیادہ اہمیت کا [illegible] "کے حصول کی امید [illegible] اور [illegible] کی سرگرمی [illegible] تجربے [illegible] سطح پر دوچار ہوتے ہیں۔

حق تو یہ ہے [illegible]

ترجمہ

چھوڑ کر حق کو حق [illegible] پر مائل ہوا [illegible] ترک [illegible]

چنانچہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ریشیت میں دوسرے [illegible] کے [illegible] کے شعور کی بازیافت کو ہی نجات کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس رویے کی [illegible] کشمیریوں [illegible] جس سے یہاں کی رواداری کا مزاج استوار ہوا ہے۔

شیخ العالمؒ کے تعلقات اپنے دور کے بادشاہوں سے کیا تھے اور مختلف بادشاہوں نے اُن کی سرگرمیوں کو کس نظر سے دیکھا [illegible] یہ ایک [illegible] اہم سوال ہے جس کے بارے میں تذکرہ نگار اور مُصنفین بالکل خاموش ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمعصر مورخوں نے [illegible] کیوں [illegible] سوال ہیں جو ادب [illegible] تاریخ کے [illegible] ہمعصر تواریخ [illegible] دراصل بادشاہوں کی [illegible] کا واسطہ تھا انہوں نے [illegible] کی شخصیت جنہوں نے [illegible] جو تاقیامت [illegible] اس بزرگ کے تعلقات [illegible] حیران کن ہے۔ اس [illegible] کے مختلف بادشاہوں [illegible] تعلقات بہت [illegible] دوم یہ کہ اپنے زمانے [illegible] کا احساس ہوا۔ ان دونوں باتوں [illegible]

Marfat.com

○ ارجن دیو مجبور

ہندومت اور ریشیت

ہندوستان کے مختلف مذاہب کے ارتقاء میں ہندومت اور ہندو تہذیب کو ا
اہم اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تہذیب آریائی اور غیر آریائی قوموں کی وہ تہذ
ہے، جو قبل مسیح صدیوں میں ہند کی سرزمین پر پنپ کر زمینی اور سمندری راستوں سے
ہند چین جاوا ملایا اور کئی دیگر ممالک تک پھیل گئی۔ چنانچہ سنیتی کمار چٹرجی اپنی کتاب "ہند آ
اور ہندی" میں ہندو تہذیب کی اس توسیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ سر[illegible] خواہش نہیں تھی جس سے ہندو مجبور ہو کر قدیم ہند
برہمن اور بدھ — نے ناقابل تسخیر پہاڑوں، صحراؤں اور بیابانوں کو عبور کیا اور سمند
ہیبت [illegible] کا سامنا کیا بلکہ اس میں ان کے روحانی جذبہ کی کارفرمائی تھی۔ یہ سب انہ
تجارتی منافع کی خاطر نہیں کیا بلکہ اس خواہش کے لئے کیا کہ بودھ اور ریشیوں نے
اور عملی فیضان کی تعلیم دی تھی اس میں ساری انسانیت کو شامل کر لیا جائے" —— (

اس سے قبل کہ ہم اس مضمون کے موضوع کی اور چلیں یہ امر لازمی بنتا
کی تہذیبی قدروں کا ایک مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ موضوع پر بحث کرنے میں سہولت
ہو سکے۔ آج تک کہا جاتا تھا کہ آریا چونکہ کافی تہذیب یافتہ تھے اس لئے ان کے آنے

Marfat.com

ہندوستانی تمدن آگے بڑھا جس میں ویدوں کی تعلیم نے ایک اہم رول ادا کیا۔ لیکن جوں جوں تحقیق آگے بڑھتی ہے حقائق سے پردہ اٹھتا ہے۔ چناں چہ زبانوں کے مشہور ماہر سینتی کمار چیٹرجی اس بارے میں ہند آریائی اور ہندی صفحہ ۲۵ میں وضاحت سے کہتے ہیں کہ :

"نئے مواد اور نئی تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی تمدن کی تشکیل کا سہرا صرف آریاؤں کے ہی سر نہیں بلکہ اس کی بنیادیں فراہم کرنے میں ہندوستان کے غیر آریائی لوگوں کا بھی حصہ تھا۔ بلکہ بڑا حصہ تھا۔ شہروں میں بسنے والے غیر آریائی لوگوں کے سامنے آریہ محض خانہ بدوش وحشی تھے۔ اور ملک کے بعض حصوں میں غیر آریا آریاؤں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ مادی تمدن کے حامل تھے۔ یہ بات اب واضح ہوتی جاتی ہے۔ کہ ہندوستانی تمدن کے تانے بانے میں غیر آریاؤں کا حصہ کہیں زیادہ ہے" ——— ظاہر ہے کہ ہندو تہذیب میں وہ تمام عناصر شامل ہیں۔ جو اس میں قدیم کی غیر آریائی قوموں' آریاؤں' بودھوں اور ہندو عہد میں پروان چڑھے اور پھر ایک مشترکہ ہندو مت میں ایک ہو کر سما گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشہور سکالر ڈاکٹر تارا چند ہندو مذہب کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہندو مذہب میں تصورات اور عقائد الگ ہونے پر بھی اس مذہب میں زندگی کا ایک نظام تسلیم کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "تاریخ تمدن ہند" میں کہتے ہیں :۔

"موریا اور کشان عہد میں ہندوستان کے پرانے شاہی خاندانوں اور کھتری ذات کی کوئی خاص آبرو نہیں تھی۔ اور ہندوستان کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ حصوں میں عام طبقے پر بدھ مت کی تعلیمات کا اثر تھا۔ غالباً اسی زمانے میں برہمنوں نے شاہی خاندانوں کی مخصوص روایتوں پر قبضہ کر لیا۔ اب تک ان روایتوں کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اور ان کو یاد رکھنا اور بیان کرنا درباری شاعروں کا کام تھا۔ برہمنوں نے ان روایتوں کو جو اب مہا بھارت' رامائن اور پرانوں میں ملتی ہیں ایک دینی حیثیت دے دی اور یہ مذہبی تعلیمات کی اشاعت کا ایک ذریعہ بن گئیں۔ انہیں جمع کرتے وقت اعلیٰ اور ادنیٰ' مناسب اور نامناسب کا کوئی امتیاز نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو کچھ ملا زیادہ سے زیادہ جمع کر لیا گیا۔ اسی وجہ سے رزمیہ داستانوں اور پرانوں میں ہم کو مختلف زمانوں کی تہذیب

Marfat.com

اور رسمیں اور متضاد مذہبی تصورات ملتے ہیں"۔ (صفحہ ۱۲۵ سے ۱۲۶)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم ہندومت کی تمدنی قدروں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں ویدوں سے قبل کے تمدنی دور، ویدوں، برہمنوں، اپنشدوں، پرانوں، رامائن، مہابھارت اور گیتا کے علاوہ شیومت، وشنومت اور بدھ مت کے عقیدوں سے پیدا شدہ قدروں کے بھاری خزانے ملتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ہم ہندومت اور ہندو تمدن کی بات کرتے ہیں تو اس میں وہ تمام مذہبی دھارے شامل ہوتے ہیں جو قبل مسیح سے گپت عہد تک جاری رہتے آئے ہیں۔ اسی لئے ہندو تمدن میں ان تمام دوروں کے تمدن کا مشترکہ سرمایہ دستیاب ہوتا ہے۔ اس تمدن میں برہما، وشنو اور شیو جیسے دیوتاؤں کی اعلیٰ ذاتیں ملتی ہیں۔ اس میں سرسوتی (علم کی دیوی)، لکشمی (دھن کی دیوی) اور پاروتی یا درگا (شکتی کی دیوی) جیسی دیویاں ملتی ہیں۔ اس میں گوتم بدھ کی تعلیمات کا وہ جوہر ملتا ہے جو ہندوستان کی سرحدوں کو پھاند کر چین، جاپان، وسط ایشیا کے ممالک کی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں ایک اہم حصہ ادا کرتا ہے۔ اس میں شنکر کے ویدانت کا وہ فلسفہ ملتا ہے جو جنوبی ہند سے لے کر کشمیر تک بودھ مبلغوں کو ہراتا ہوا فتح کے جھنڈے گاڑتا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں شیو فلسفہ کی وہ باریک و بالا پرتیں ملتی ہیں جو صدیوں ہندوستان کا سرمایہ حیات رہا ہے۔ اس فلسفے کی بنیادیں کھوجنے لگیں تو ہم ایرانیوں سے اپنے قدیم تمدن کی سرحدیں ملانے لگتے ہیں۔ اس میں پرانوں کا وہ گراں قدر تاریخی اور تہذیبی سرمایہ شامل ہے جس سے ہمارے تمدنی ارتقاء کو سمجھنے میں بے حد مدد ملتی ہے اور ان سادھوؤں، رشیوں اور منیوں کے علمی اور تحقیقی تجربوں اور انسان دوستی کی ایک لمبی تاریخ ملتی ہے۔ ان رشیوں میں سے بہت سے تمام ... آج بھی اس مت کے ماننے والوں کے لیے باعث افتخار و عقیدت ہیں۔

اتنا ہی نہیں یہی وہ تمدن ہے جس نے درشنوں (فلسفہ) کے ایسے دریا ... جن میں آزاد خیالی کی روح واضح صورتوں میں پروان چڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ایک ...

Marfat.com

ہمیں سانکھیہ مُنی کا وہ فلسفہ ملتا ہے۔ جو مادے اور پُرشوں سے ماورا کسی ذات یا وجود کو تسلیم نہیں کرتا یا چارواک کا وہ فلسفہ ملتا ہے۔ جو جدلیاتی تصور کو ہندوستان میں پہلی بار پیش کرتا ہے اور لوکایت فلسفے کو جنم دیتا ہے، جس کا تذکرہ ہمیں چھاندوگیہ اُپنشد میں تفصیل سے ملتا ہے۔ اور اس فلسفے کی رُو سے چارواک کہتا ہے کہ وید، جین اور بودھ دھرم کی کتابیں جو تصورات پیش کرتی ہیں وہ ان کو نہیں مانتا بلکہ شعور بنیادی عناصر سے ہی پیدا ہوتا ہے اور مادی عناصر سے شعوری عناصر جنم لیتے ہیں۔ لیکن فلسفوں کے اس عظیم سرمائے میں ہمیں پتنجلی کا یوگ درشن بھی ملتا ہے جو اُن تمام مراحل تک پہنچنے میں ایک معتقد کی رہنمائی کرتا ہے جن مراحل سے گذر کر وہ اعلیٰ ذات میں مدغم ہو کر مکت (نجات یافتہ) ہوا ہو [illegible] ہو جاتا ہے۔

یہ ایک دوسرے کو سمجھنے، مختلف خیالات کو بے باکی سے پیش کرنے اور سچائی کی تہہ تک پہنچنے کے لئے کاوشوں کی قدردانی ہی نہیں بلکہ آزاد خیالی کی تابندہ مثال ہے جو ہندوستان میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ سارا فلسفہ نئی تبدیلیوں سے نہ ڈرنے کی تعلیم دیتا ہے اور پرانی قدروں کو اگر وہ بے کار ہو گئی ہوں چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے اور ایک خوشگوار تبدیلی کے لئے دوسرے دیگر مذاہب جیسے اسلام وغیرہ کے عقاید کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب کے اشتراک سے ہمارے ملک میں ریشیت، تصوف ازم اور بھگتی کا جاندار، زوردار اور شاندار تحریکیں ملتی ہیں جو HUMANISM یعنی انسان دوستی کا عالمی تصور پیدا کرنے میں پیش بہا کارنامہ انجام دیتی ہیں۔ جو مذہبی منافرت اور تنگ نظری کا قلع قمع کرتی ہیں اور عوام کے دُکھ درد کو وقتاً فوقتاً سمجھ کر [illegible] مولویوں اور جابروں کے خلاف [illegible] آرا ہونے [illegible] ثابت ہوئی ہیں۔

یہ اسی تمدن کا کرشمہ ہے کہ [illegible] سنسکرت جیسی جاندار اور عالیشان زبان نہ صرف ہندوستان کو [illegible] بلکہ تمام ایشیائی ممالک میں اپنا علمی سرمایہ کر [illegible] عظمت منواتی ہیں۔

اس مختصر [illegible] جو [illegible] مضمون کی وجہ سے [illegible] نہیں ہو پاتا ہے

لازمی بنتا ہے کہ ہم اس مضمون کے اہم موضوع یعنی ریشیت کی طرف اپنی توجہ مرکوز کریں۔ ظاہر ہے کہ ہمیں سب سے پہلے لفظ ریشی پر غور کرنا ہوگا۔ پرانوں میں متسیہ پران کو کافی قدیم ہونے کی وجہ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس میں لفظ ریشی کے معنی اور اس کے اوصاف کے بارے میں تحریر ہے:

HE WHO HAS ACQUIRED BRAHMAGNANA, TRUTHFULNESS, LEARNING, TAPASYA AND KNOWLEDGE OF THE SASTRAS IS A RISHI. WHEN THIS RISHI GOES BACK AND DISSOLVES IN THE HIGHEST UNMANIFESTED BY BUDDHI YOG, HE IS CALLED PARMA-RISHI, THE GREAT RISHI.

(MATSEYA PURAN, EDITTED BY
JAMNA DAS AKHTAR, PART II
CHAPTER 145, PAGE: 50-51)

"یعنی جس نے علم کل، سچائی، علم، جسمانی اذیت اور شاستروں پر دسترس حاصل کی ہو ریشی ہے۔ جب یہ ریشی واپس ہو کر خالق کل میں غیر ظاہری طور پر بدھی یوگ سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو وہ عظیم ریشی کہلاتا ہے۔"

جہاں تک ویدوں کا تعلق ہے اس کے ہر منتر کے چھند (بحر) کے ساتھ اس منتر کے الہامی ریشی کا بھی نام ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم رگ وید ۱۰ — ۱۱۷ منتر کو لیتے ہیں۔ اس منتر میں حاجتمندوں کی امداد پر زور دیا گیا ہے۔ اس کا عنوان اور ریشی یوں دیا گیا ہے:

SUPPORT THE NEEDY

RIGVEDA X-117 METRE :- TRISHTUBH, JAGTI.

RISHI :- BHIKHSHU (MEDICANT)

Marfat.com

THE SUN OF ANGIRAS.

(THE VEDIC HYMNS)

اسی طرح سے ہر منتر کا اپنا رشی ہے۔ سنسکرت ادب میں ویدک دور کا تذکرہ کرتے ہوئے وید کے مصنفوں کی صفات کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

AUTHORS OF RIG VEDA WERE THE FOUNDERS OF THE CIVILIZATION OF INDIA, THEY DEVELOPED AND PROPAGATED THE CULTURE, THEY GUIDED THE NATION SINCE THEY SAW AND REALISED THE TRUTH WHICH ORDINARY MEN CANNOT SEE AND UNDERSTAND, THEY UNDERSTOOD SOME ETERNAL FACTORS IN THE WORLD.

(SURVEY OF SANSKRIT LITERATURE BY K. RAJA, PAGE 20)

"رگ وید کے مصنف ہندوستان کی تہذیب کے موجد تھے۔ انہوں نے تمدن کو ترقی دی اور اس کی تبلیغ کی۔ انہوں نے قوم کی رہنمائی کی کیونکہ انہوں نے اُس حقیقت کو دیکھا اور سمجھا جسے معمولی آدمی دیکھ اور سمجھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے چند ازلی عناصر کو اس دنیا میں جان لیا۔"

غرض پرانوں اور ویدوں کی رو سے ایک رشی ان کی صفات کا مجسمہ ہوتا ہے خواہ وہ جنگلوں میں رہتا ہو یا آبادی کے کسی حصے میں۔ اپنی علمی کاوش سے اُن حقیقتوں سے ہمکنار ہوتا ہے جن تک عام آدمی نہیں پہنچ پاتا۔ وہ زندگی کی بھرپور مسرتوں کے مقابلے میں جنگلوں کی تنہائی اور قدرت کے نظاروں کو پسند کرتا ہے اور اپنا اور لوگوں کا بھلا چاہتا ہوا اُن کی سماجی اور علمی رہنمائی

Marfat.com

کرتا رہتا ہے۔

دراصل ہمارا ملک قدرتی حسن کی گوناں گوں رنگینیوں کا ازلی گہوارہ رہا ہے۔ چاہے جنوبی ہند ہو یا نربدا کے سنگ مرمر کے پانیوں کا کنارہ، چاہے شمالی ہند کے ہردوار بدری ناتھ یا کاشی کے پاکیزہ تیرتھ ہوں یا رشی کیش اور تپوون (ہردوار کے قریب ایک جنگل) کا پُرسکون ماحول، چاہے کشمیر کے قدرتی اور روح پرور نظارے ہوں یا ہمالیہ کی عظیم برفانی چوٹیوں کے جھرمٹ میں پروردہ دیوداروں کے سدا بہار جنگل، چاہے متھرا کے تھرکتے اور گاتے بن ہوں یا سمندری ساحل کی شانت فضا، چاہے گنگا اور جمنا کے ٹھنڈے کنارے ہوں یا وِتستا کی نا مختتم روانی، اس ملک کے NATURE (نیچر) میں ایک جادو ہے، سحر ہے، ایک وسعت ہے، ایک بحر بے کراں ہے، ایک غیبی عظمت ہے جو ایک سوچنے والے شخص کے لئے اپنے اندر بہت کچھ سموئے ہوئے ہے۔ یہ قدرت اپنے اندر رازوں کے خزینے چھپائے بیٹھی ہے۔ اور لکھو کھا صدیوں سے فہم آدمی کو دعوت دیتی ہے کہ وہ آئے اور قدرت سے سیکھے اور بہت کچھ سیکھے۔ اور انسانی علم کے ہمہ پہلو خزانے قدرت اور اس کے اندر ہونے والے تغیرات ہی تو ہیں۔ انسان قدرت کا پروردہ ہے۔ اور وہ قدرت سے تصعید، ارتفاع اور بلند پروازی پا چکا ہے۔ قدرت کے اسی ماحول نے اس ملک میں رشیت کو جنم دیا ہے۔ اور یہاں کے رشی اور منی، سادھو اور فقیر اسی ماحول میں غوطہ زن ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ قدروں کی تخلیق کر بیٹھے ہیں۔ اسی ماحول نے نفس اور روح کی ریاضت کو پروان چڑھایا ہے۔ شاعری اور بلند خیالی کو اسی ماحول نے پروان چڑھا کر جلا بخشی ہے۔ یہ ماحول نہ صرف ہمارے لئے بلکہ دنیا بھر کے عالموں اور صوفیوں کے لئے باعث کشش رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے طالب علم اس ماحول سے فیضان حاصل کر چکے ہیں۔

ہمارے ملک کے رشیوں کے سامنے عالمی انسان کی ذات زیر نظر رہی ہے۔ اسی لئے گایتری منتر کا رشی وشوامتر یعنی سارے عالم کا دوست اور بہی خواہ ہے۔ متسیہ پران میں رشیوں کی سات قسمیں بتائی گئی ہیں جو یوں ہیں:

۱۔ شرتی رشی ۲۔ دیو رشی)

Marfat.com

۲۔ اویکت آتما (جو رشی ہو کر رشی ہونے کا انکشاف نہ کرتے ہوں)

۳۔ اندریہ آتما (خود اعتمادی رشی)

۴۔ بھوت آتما (عنصری رشی)

۵۔ مہا تما (افضل روح والا رشی)

رشیوں کے نام انہیں حاصل شدہ علوم کی بنا پر مختلف رہے ہیں۔ چنانچہ برہما کے ذہن سے پیدا شدہ رشیوں کے نام درج ہیں: بھرگو، مارچی، اتری، انگرا، پلہا، کرتو، منو، دکھش، وشسٹھ اور پُلستیہ۔ ان سے پیدا شدہ رشیوں کے نام اس طرح دیے گئے ہیں:۔

شنکرآچاریہ، برسپتی، کشیپ، چیونا، اُتھا، اگستیا، وشوامتر، کردم، بالکھلیا، وشروا، شکتی، وردھن۔ ان رشیوں کے نام جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اس طرح پر ہیں:۔

یت سرنگ ناہو، بھاردواج، دھی رگ آتما، وربرد کھش، شاردون، سینا، ساوا، پاراشر، شرنگی، شنکھ پاد، وریہاں تک کہ راجہ دیسروان نے سپائی کا گن حاصل ہونے کی وجہ سے رشی کا درجہ حاصل کیا۔

اسی طرح منتر کرت رشیوں کی تعداد بھی متعدد بتائی گئی ہے۔ ان کے نام حسب ذیل طریقے سے گنائے گئے ہیں:

بھرگو، کشیپ، پرچیتا، دھدیچی، اُروا، جمدگنی، ودیاد، سرسوتی، ... بیاونا، دتاہونیا، ودھس، وینیا، برتھو، ددوون، برھموا، ... کرتا اور ... یہ سب بھرگو رشی کے خاندان سے بتایا گیا ہے۔

اسی طرح اسی پیرائے میں رشی انگرس کے خاندان کے رشیوں کو یوں گنایا گیا ہے:

انگرا، متر، بھاردواج، لکھشمن، درت دکش، ... سندکی، ... ندھاتا، امبریش، یونیش، پروکتس، موشرو، سداشوں، ابدھا، اشوہریا، آتکلا، کوی، برساد شو، ورُوپا، کاویا، مدگل، اُت ش، شرزونا وابشوا ... انس ...

Marfat.com

سمتی، وام دیو، رشی جا، ورہ سچلا، دھی کرگ آتما اور کلشوان، ان کی تعداد ۳۲ ہے اور یہ منتر کرت رشی ہیں۔ اسی طرح کشیپ خاندان کے رشیوں کی فہرست یوں بتائی گئی ہے :-

کشیپ، سہہ دتسر، نے دھرو، نیتہ، اسِت، دیول، انکو برہم وادی منی بتایا گیا۔ اتری، اردھ سوان، سواسیا، گوسھترا، گرنک، پوروتھی، چھ منتر کرت رشی بتلائے گئے ہیں۔ وششٹ، شکتری، پرسار، اندر پرتما، بھاردواسو، متروِرن اور کُندِن کو گادھی دیورت اور بالا کی اولاد بتایا گیا ہے۔

کوشک نسل کے تیرہ رشیوں کے نام بھی یوں درج ہیں :-

مدھو چھاندس، اگ مرشن، اشکا، لوہت، بدرت کل، امبودھی، دیوسرو، دیورت، پُرانی، دھننجے، ششیر، دہاتیجا، شلم کے نا۔

بہت ہی نامور اور صاحب مرتبہ رشیوں کے نام متیسہ پران اس طرح پر گنواتا ہے :-

اگستیا، دردھا دیومنا، اندر باہو، یہ اگستیہ خاندان سے متعلق ہیں۔ اسی طرح دے سوتا، منو اور راجہ الاجو پوروا خاندان سے متعلق ہیں۔ بہت بڑے منتر کار (منتر تخلیق کرنے والے) مانے گئے ہیں۔ اسی طرح بھلاندکا، وس سوا، سنکل ویش نسل کے منتر کرت رشی ہیں۔ اس طرح ان ۹۲ رشیوں کو منتروں کا تخلیق کار بتایا گیا ہے۔ ان کو شرت رشی (یعنی ویدک رشی) کے درجے سے جانا گیا ہے۔ بعض دفعہ اچھی شاعری کی بنا پر جب مجلسوں میں سامعین نے سنا اور تخلیق کار کے کام کی تعریف کی رشی کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔

ویدک رشیوں کی جگہ ویدک دور کے بعد نئے قسم کے سادھوؤں، فقیروں یا درویشوں نے لی۔ ویدک دور کے رشی عام لوگ تھے اور وہ بھی عام لوگوں کی طرح معمول کی زندگی بسر کرتے تھے۔ انہیں زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ویدک دور کے بعد کے رشیوں کے بارے میں کے راجا سروے آف سنسکرت لٹریچر میں لکھتے ہیں :-

BUT THE NEW ORDER OF ASCETICS HAD COME TO

Marfat.com

-ITY. THEY COULD NOT BE ELIMINATED FROM THE NATION. — THEY CONTINUED TO LIVE IN THE THACHED SHEDS IN THE FORESTS, WEARING ONLY ROUGH LOIN—CLOTHS MADE OF TREE-BARKS, GROWING A MATTED HAIR, EMAGIATED IN THEIR PHYSICAL FORM LIVING ON ROOTS AND FRUITS GATHERED FROM THE FORESTS. BUT THEY CHOSE SUCH A LIFE OF THEIRS ON THEIR OWN ACCORD. —— ON THE OTHER HAND THEY PRESSED COMMON PEOPLE TO KEEP ON IN THE WORLD AND NEVER TO NEGLECT THE WORLD. THEY HELPED THEM AND ENCOURAGED THEM IN THEIR LIFE OF HEROISM, THEY RENDERED THEM ALL ASSISTANCE IN THEIR NORMAL LIFE IN A FAIMLY. —— THAT IS WHAT WE FIND IN THE RAMAYANA AND IN THE MAHABHARTA AND IN ALL THE SPECIMENS OF POETRY DURING THIS AGE. —————————— (PAGE: 84)

لیکن فقیروں کا نیا سلسلہ قائم ہو چکا تھا انہیں قوم سے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ وہ جنگلوں میں گھاس پھوس کی چھتوں کے نیچے رہ رہے تھے ۔ وہ صرف درختوں کی چھال کا تہمد باندھتے ، گوندھے ہوئے بال رکھتے اور ان کا جسم لاغر ہوتا اور وہ جنگلوں سے [illegible] جڑیں اور میوے کھا کر گزارہ کرتے ۔ لیکن وہ اس طرح کی زندگی اپنی مرضی سے اختیار کرتے تھے ۔

دوسری طرف وہ عام لوگوں کو تلقین کرتے کہ وہ دنیا میں زندگی گزارتے رہیں اور دنیا داری کا موہ

کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔ وہ ان کی مدد کرتے اور بہادرانہ زندگی میں اُنکی حوصلہ افزائی کرتے اور ہر طرح سے ایک کُنبے میں ان کی معمول کی زندگی کی یاوری کرتے ـــــــ یہی کچھ ہمیں رامائن، مہابھارت اور اس دور کی ساری شاعری کے نمونوں میں ملتا ہے۔

(صفحہ ۸۴)

اس طرح ہمیں ہندو دور کی تاریخ میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ریشیت کا سلسلہ اس دور میں باضابطہ طور پر جاری رہا۔ ریشی خود جنگلوں میں رہتے اور ریاضت عبادت اور ضبط نفس سے انکی جسمانی حالت کمزور ہو جاتی تھی وہ عام لوگوں کی رہنمائی کرتے رہتے۔ انہیں معمول کی زندگی اچھے طریقے پر گذارنے میں مدد کرتے اور اس بات کے پیشِ نظر عام لوگ ان فقیروں کی قربانیوں کو تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے اور اُنکے اندر عقیدت کا جذبہ موجزن رہتا۔

ان ہی ریشیوں میں سے جو لوگ زیادہ دقتِ علمی یا فلسفیانہ باریکیوں کو حل کرنے میں صَرف کرتے تھے وہ منی کہلاتے۔ اُن کی تخلیقات لوگوں تک پہنچتی تھیں اور لوگ اُن سے فیضیاب ہوتے۔ ریشی زیادہ تر ترکِ نفس اور ریاضت میں دن رات لگے رہتے اور عملی زندگی کی پاکیزگی سے لوگوں کی رہنمائی کرتے۔ ریشیوں کی زندگی بالکل سادہ ہوتی، درختوں کی جڑیں جنہیں کند مول کہتے تھے۔ ان کی خوراک ہوتی، وہ جنگلی پیڑوں سے گرے ہوئے میوے اور ساگ پات سے بھی پیٹ کی آگ بجھاتے۔ اُن کا مقصد سادہ زندگی اور اعلیٰ تخیل کے ساتھ زندگی کی اعلیٰ قدروں کو حاصل کرنا تھا ـــــ ریشی چاہے ویدک دور کا منتر تخلیق کرنے والا ریشی ہو یا پورانک دور کا جنگلوں میں رہ کر زندگی کی رہنمائی کرنے والا ریشی ہو یا بودھ دور کا بھکشو ہو یا اسلامی دور کا صوفی ہو بنیادی باتوں میں ایک سے ایک وابستہ لگتا ہے اور ہزار ہا سال سے چلنے والا یہ سلسلہ HUMAN POLLUTION یعنی انسانی سماج میں پیدا ہونے والی آلودگی کو دور کرتا آیا ہے۔ یہ سلسلہ اُترا کھنڈ کے جنگلوں میں خاموشی کے ساتھ گنگا کی روانی کی طرح انسانیت کو نشر دیتا ہوا پھلتا پھولتا

یا ... مذاہب اور خیالات کو ایک انسانی تصوّر میں باندھتا ہوا آج تک چلتا چلا آیا ہے۔
ں کی شکلیں ہمیں ہند کی مختلف قوموں اور علاقائی زبانوں کے ادبی اور علمی سرمائے میں ملتی ہیں۔
ں میں سے کئی ریشی اتنے مقبول ہوئے کہ انہوں نے اپنے علاقوں میں لوگوں کی آڑے وقتوں میں وہ
نمائی کی جو سیاسی رہنماؤں سے ممکن نہ ہو سکتی تھی۔ اور اس طرح انسانی قدروں کی حفاظت کی اور
میں آگے بڑھایا ۔

ہندو مت کو ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کو ایسے ریشیوں پر فخر حاصل ہے۔ اسی لئے
ہند کے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے بہی خواہ اور ریفارمر تسلیم کئے گئے ہیں۔ ایسے ریشیوں کے
م پر سکے ڈھالے گئے اور مہریں بنوائی گئیں۔ سندھ وادی تہذیب کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ کشن دن
در کنو جیسے مشہور ریشیوں کے نام دریافت شدہ مہروں پر کندہ ہیں۔ ایسے ریشیوں نے انسانی بہتری
ے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں جنہیں تاریخ ہمیشہ یاد کرتی رہے گی۔

آخر میں کشمیر میں ہندو مت اور ریشیت کے سلسلے میں چند باتوں کا ذکر کرکے اس مضمون
دیا یہ تکمیل تک پہنچانا ضروری جان پڑتا ہے۔ کشمیر میں یہاں کے قدیم باشندوں یعنی ناگ اپشاچ
ور کیشپوں کے بعد ہندو مت کا دور دورہ کئی صدیوں تک رہا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی قدیم نیلمت
پران میں واضح الفاظ میں کشمیر کو "باغِ ریشیاں" کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

पृथिव्यां यानि तीर्थानि तानि तत्र नराधिप ।
ऋष्याश्रमसुसंबाधं शीतातपसुखं शुभम् ॥

"یعنی انسانوں کے محافظ! تمام متبرک جگہیں جو دنیا میں ہیں وہاں (کشمیر میں) موجود ہیں۔
یہ جگہ ریشیوں کی جھونپڑیوں سے بھری پڑی ہے۔ سردی اور گرمی میں خوشگوار رہنے والی یہ جگہ
بابرکت ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ ہندو مت کی اساس کے پیشِ نظر کشمیر بھی ہند
گہوارہ رہا ہے اور یہ روایت آج تک قائم ہے۔ چنانچہ کشمیری ہندوؤں کے بار

بامزئی اپنی کتاب تاریخ کشمیر میں تحریر کرتے ہیں :-

"THE KASHMIRI PANDITS ARE DIVIDED INTO 103 EXOGAMOUS GOTRAS, EACH MEMBER OF WHICH CLAIMS TO BE A DESCENDANT OF A RISHI WHOSE NAME THE GOTRA BEARS. (PAGE 18)

"کشمیری پنڈت اپنے اپنے گوتروں سے باہر شادی کرنے والے ۱۰۳ گوتروں میں منقسم ہیں ان کا ہر فرد اپنے آپ کو اس رشی کی اولاد تصور کرتا ہے جس کا نام اُس کے گوتر سے منسلک ہے۔"

اسی طرح یہ ریشی سلسلہ کشمیر یا ہرنئے عقیدے کے ساتھ پنپتا اور پھلتا پھولتا رہا ہے۔ کشمیر میں ریشیت کی جڑیں صدیوں سے قائم ہیں اور آج تک ہمیں ریشیوں کے نام اور ان کے مقاموں کی ایک لمبی فہرست ملتی ہے۔ یہ ریشی سبھی عقیدوں کے لوگوں کے لئے باعث عزت و افتخار رہے ہیں اسی لئے آج سے چھ سو سال قبل شیخ العالم جیسے ریشی یہاں ہو گزرے ہیں۔ جنہیں ہندو سہزانند کے نام سے پکارتے تھے۔ اور آج تک ان کو عرف عام میں بڑے پیار اور احترام کے ساتھ نندہ ریشی کے نام سے پکارا جاتا ہے اور ان کی مشہور زیارت پر ہر مذہب کے لوگ دیدار کے لئے جاتے ہیں۔۔۔ ۔۔

○ محمد امین رفیقی

شیخ العالمؒ کے بعد ریشی تحریک

ریشی سنسکرت زبان کا لفظ ہے اس کے معنی تارک الدنیا عابد کے ہیں اسی کے مدنظر ریشی لوگ تنہا غاروں اور جنگلوں میں رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ العالمؒ سے قبل جو بھی ریشی گذرے ہیں ان پر بدھ مت اور ہندو مت کا اثر تھا۔ کشمیر میں اگرچہ اسلام حضرت میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز سے قریباً ۶۰ سال پہلے رائج ہوا تھا۔ لیکن یہاں کے اکثر مسلمان اسلامی شریعت سے پوری طور واقف نہ تھے۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت سید شرف الدین عبدالرحمان الملقب بہ بلبل شاہ صاحبؒ قلندر وضع بلند درجہ کے صوفی تھے انہوں نے بادشاہِ کشمیر رینچن شاہ کو مشرف بہ اسلام کیا مگر قوانینِ شرع کی تبلیغ عوام الناس تک نہ ہوئی اس کے بعد ۷۸۶ھ میں جب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ اور ان کے فرزندِ ارجمند حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہٗ یکے بعد دیگرے تبلیغِ دینِ مبین کی خاطر علماء و صلحا کی ایک کثیر جماعت کے ہمراہ وادی میں داخل ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو شریعت غرا اور اسلامی قوانین سے روشناس کیا اس کا اثر اس وقت ریشی مسلک پر بھی پڑا۔

حضرت شیخ العالمؒ نے انہی قوانین کے مطابق یہاں کے ریشی مسلک کو ایک نئے طرز پر رائج کیا۔ اس سے ریشیت میں رہبانیت کا خاتمہ ہونے لگا چنانچہ "لا رہبانیۃ فی الاسلام" اسلام میں رہبانیت نہیں ہے کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شیخ العالمؒ ازدواجی زندگی [illegible]

Marfat.com

منسلک رہے۔ اور بناوت حلال تک بھی شریک رہے۔ اگرچہ حضرت شیخ العالمؒ سے قبل بھی یہاں کچھ ریشی گذرے ہیں لیکن تاریخ کے عمیق مطالعہ سے مسلم ریشیانِ کرام کی اسلامی ریشیت کے بانی حضرت علمدار کشمیر شیخ نورالدین ریشیؒ کو ہی خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ العالم کے بعد بھی کشمیر میں ریشی تحریک برابر جاری رہی چنانچہ یہاں کے ریشیان کرام نے ملکی سیاست میں بھی وقتاً فوقتاً حصہ لیا ہے۔ حضرت شیخ العالمؒ کے بہت سے معتقدین تھے لیکن ان میں ان کے چار خلفاء خاص طور پر قابل توجہ ہیں جن کی وجہ سے یہاں کی ریشی تحریک حضرت شیخ العالمؒ کے بعد بھی جاری رہی۔ ان کے خلیفہ اول بابا بام الدینؒ تھے۔ بومہ سادھو نامی ایک ہندو راہب بومزو غار میں دن رات بتوں کی پوجا میں مست رہتا تھا۔ ایک دن حضرت شیخؒ بومہ سادھو کے پاس پہنچا اور سادھو سے کھانا مانگا۔ بومہ سادھو نے کہا جو کچھ میں نے پکایا تھا وہ سب بتوں کی نذر کر چکا ہوں اور جو کچھ باقی بچا وہ خود کھا چکا ہوں۔ میرے پاس کچھ کھانے کے لئے موجود نہیں حضرت شیخ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے اٹھ تیری ہانڈی چاولوں سے بھری ہے یہ سنتے ہی سادھو حضرت شیخ سے کہنے لگا واہ تیری مسلمانی میں نے جو کچھ کہا وہی سچ ہے شرارت اور غصہ سے بھرا ہوا خالی ہانڈی لانے کی غرض سے اٹھا ہانڈی کو جونہی اٹھایا یہ پکائے ہوئے چاولوں سے بھری تھی۔ سادھو کو حضرت شیخؒ کی کرامت کا اثر ہوا آخر سوال و جواب کے بعد سادھو حضرت شیخ سے دست بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضرت شیخؒ نے اس کو بابا بام الدینؒ کے ممتاز نام سے نوازا۔

دوسرے خلیفہ حضرت بابا زین الدین ریشیؒ تھے۔ یہ بنڈار کوٹ علاقہ کشتواڑ کے رہنے والے تھے حضرت شیخؒ جب کشتواڑ گئے تو بنڈار کوٹ میں ایک ہندو عورت اپنے بچے کو ہمراہ لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس بچے کا نام زیا سنگھ تھا۔ حضرت شیخ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے عرض کیا یہ بچہ بیمار ہے طبیب بھی اس کے علاج سے تنگ آگئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخؒ نے عورت سے کہا اگر یہ بچہ مسلمان ہو جائے تو میں اس کو ٹھیک کروں گا عورت نے وعدہ کیا تو حضرت شیخؒ کی نظر کیمیا اثر سے بچہ شفایاب ہوا۔ جب حضرت شیخؒ واپس کشمیر آئے تو اس عورت کی نیت بدل گئی۔ بچہ پھر بیمار ہوا ماں کو دل میں وعدہ خلافی کا شک پڑا تو وہ بچہ کو لے کر کشمیر آئی اور مہ زد پہونچ کر حضرت بابا بام الدینؒ نے ان کی مہمان نوازی کی جب حضرت شیخؒ وہاں پہونچے تو اس عورت نے انہیں آتے دیکھا پہچان لیا حضرت شیخؒ نے انہیں مسلمان بنا کر زین الدینؒ کے نام سے نوازا اور حضرت زین الدینؒ نے ریشی سلسلہ کو اپنایا جو حضرت شیخؒ کے حکم سے غار عیش مقام میں یاد خدا کرتے تھے۔ ایک دن سلطان زین العابدین بڈشاہ کول کی کھدائی کا معائنہ کرنے گئے [illegible] حضرت زین الدین ریشی کی ملاقات کو بھی گئے۔ حضرت زین الدین اپنی وضو کی غرض سے [illegible] بادشاہ ان کی جگہ سجادہ پر بیٹھ گیا جب حضرت زین الدین واپس آئے تو انہوں نے اپنے خدمت گار سے کہا یہ سجادہ دھو ڈالو [illegible] اور بادشاہ سے کوئی عقیدت نہ ہو۔ یہ بات بادشاہ کو [illegible] زین الدینؒ کو تبت جلاوطن کرنے کا حکم صادر کیا [illegible] اپنے ساتھیوں سمیت تبت روانہ [illegible] ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں آگئے۔ انہی دنوں حضرت بابا بام الدینؒ [illegible] زین الدینؒ بہ عجلت وہاں آئے اور حضرت بابا بام الدین کی [illegible] تبت چلے گئے۔ ان کے تبت جانے کے بعد سلطان زین العابدین [illegible] ہوا۔ حکیم اور طبیب علاج سے تنگ آگئے آخر بادشاہ کے دل میں حضرت زین الدین کی ناراضگی کا خیال آیا [illegible] یہ خیال کر حضرت زین الدینؒ کے پاس تبت روانہ کیا [illegible] تھا

Marfat.com

نے حضرت زین الدین رح کی منت سماجت کی اور انہیں اپنے ہمراہ کشمیر لایا جونہی حضرت زین الدین کشمیر میں داخل ہوئے بادشاہ بذات خود ان کے استقبال کو نکلا۔ حضرت زین الدین رح نے عیش مقام میں انتقال کیا اور وہیں غار کے اندر سپرد خاک کئے گئے۔

بابا لطیف الدین ریشی رح یہ حضرت شیخ العالم رح کے تیسرے خلیفہ تھے مرو واڑون کا سردار آدت رینہ نامی ایک دفعہ کشمیر آیا یہاں حضرت شیخ العالم رح کا شہرہ سن کر ان کی خدمت میں فیض و برکت حاصل کرنے گیا۔ حضرت شیخ رح کی نظر کیمیا اثر سے وہیں بشرف بہ اسلام ہوکر دست بیعت کی۔ انہوں نے اپنی تمام عمر خدا کی یاد میں جنگلوں میں گذاری۔ موضع پوشکر تحصیل بیروہ میں اس دنیا سے چل بسے اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔

بابا نصیر الدین ریشی رح یہ حضرت شیخ العالم رح کے چوتھے خلیفہ تھے۔ یہ ایک دولت مند باپ کے بیٹے تھے بچپن میں ان کو تشنج المعدہ کی بیماری تھی باپ نے بہت علاج معالجہ کیا کوئی افاقہ نہ ہوا رات کو خواب میں حضرت شیخ العالم کو دیکھا اور کسی بزرگ نے خواب میں ہی کہا تمہارا درد صرف اس برگزیدہ ہستی سے دور ہو سکتا ہے صبح جب بیدار ہوئے تو والدین کو خواب سنایا وہ اسی وقت بچہ کو لے کر موضع کیمو کی طرف چل پڑے وہاں حضرت شیخ نے جب لڑکے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام ادترو ہے میں تشنج کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ حضرت شیخ نے کھانا منگوایا اور ادترو نے جب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اسی وقت درد جاتا رہا لڑکے نے ماں باپ کو رخصت کیا اور خود حضرت شیخ رح کی خدمت میں رہا حضرت شیخ رح نے اس کو نصیر الدین کے نام سے نوازا اور یہ حضرت شیخ رح کی خدمت میں ہر وقت رہتے تھے حضرت شیخ العالم کے محرم راز تھے عمر بھر اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا ۸۵۵ھ میں اس دنیا سے چل بسے تو اپنی جگہ ملک جوگی رینہ کو جانشین مقرر کیا حضرت شیخ کے ساتھ ہی چرار شریف میں مدفون ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ العالمؒ کے کہے ہوئے اشلوک ان کے ایک خلیفہ کتی پنڈت نے ان کی ہی زندگی میں شاردا رسم الخط میں تحریر کئے تھے۔ کتی پنڈت ایک بہت ہی بڑا عالم تھا وہ اکثر حضرت شیخ العالم کی خدمت میں آتا تھا۔ حضرت شیخ کی صحبت نے کتی پنڈت پر اتنا اثر کیا کہ کتی پنڈت اسلام قبول کر کے حضرت شیخ کے ریشی حلقہ میں شامل ہو گیا اور دن رات شیخ العالم کے پاس رہ کر ان کے کلام کو قلمبند کرتا تھا۔ شیخ العالم نے ان کو بابا قطب الدینؒ کے نام سے نوازا تھا۔ آج کل شیخ العالم کے اشلوک جو شاردا رسم الخط میں لکھے ہوئے ہمیں دستیاب ہوتے ہیں وہ دراصل بابا قطب الدین کے ہی جمع کردہ ہیں۔

حضرت شیخ العالمؒ کے وقت میں جو اشلوک بابا قطب الدین نے جمع کئے تھے حضرت شیخ العالمؒ کے بعد جب لوگوں میں ان کا پرچار ہوا تو ریشی تحریک اس سے برابر اسی طرح زوروں میں رہی جس طرح حضرت شیخ العالم کے وقت میں تھی کشمیر کے ریشی مسلک میں حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ کے یہاں آنے اور حضرت شیخ سے ملنے اور انہیں خط ارشاد و کاسہ چوبیں عطا کرنے کے بعد یہاں کی ریشیت میں کبروی مسلک کے اصول شامل ہوئے اور اس پر اسلامی تصوف کا اثر بھی پڑا۔

حضرت شیخ العالمؒ کے بعد آپ کے خلفائے ریشی مسلک کی اشاعت کی اور لوگوں کو مذہب اسلام کی طرف راغب کر کے ریشی مسلک کی تعلیم دی۔ حضرت شیخ کے بعد ریشی حضرات نے امور دنیا کے ساتھ ساتھ ریشی مسلک کو بھی اپنایا جس سے ریشی تحریک میں کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ چنانچہ بہرام ریشی خود باغ لگاتے تھے اور اس کی آمدنی سے محتاج و فقراء کو ہر جمعہ کھانا کھلاتے تھے۔

بابا غلام الدین ریشی صحیح النسب سید تھے حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ ت

دست بیعت کی اور سلسلہ کبرویہ میں شامل ہو کر ریشی مسلک کو اپنایا تمام عمر تنہائی میں
گذار کر ۸۵۸ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔ کوتلنہ میں مدفون ہیں۔

بابا ہردی ریشی نے حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومیؒ کے فیض و برکت
مستفید ہو کر مقامات سلوک کی اعلیٰ منازل طے کیں ریشی ہونے کے باوجود اپنے مرشد
کے حکم سے اتباع سنت میں تمام عمر میں ایک دفعہ گوشت کا مزہ چکھا ہے ۹۸۶ھ میں وفات
پائی۔ انکے بعد ردپی ریشی نے بھی حضرت محبوب العالمؒ سے دست بیعت کی تھی۔ حضرت با
ہردی ریشی اور حضرت بابا ردپی ریشی دونوں حضرات سلسلۂ سہروردیہ کے پیرو تھے
اور اسی مسلک پر ریشی تحریک کو چلایا ردپی ریشی ۹۹۷ھ میں اس دنیا سے چل بسے
آپ کا مقبرہ حبہ کدل میں مرجع عوام ہے۔

شنگلی ریشی کا سر مرزا حیدر دوغلات نے موسل سے زخمی کر دیا تھا۔ کیوں کہ
شنگلی ریشی نے بابا علی نجار خلیفہ ملّا اسماعیل زاہدؒ سے دست بیعت کی تھی لوگوں کو اس
کے شیعہ ہونے کا شک ہوا۔ اور میرزا حیدر سے اس کو مروایا۔ کشمیر میں فرقۂ اہل تشیع
کے سرکردہ افراد نے ایک مجلس مشاورت میں یہ طے کیا کہ جب تک ریشی حضرات ہمار
ساتھ نہ دیں اور ہمارے شیعہ مسلک کی پیروی نہ کریں تب تک ہمارا مشن کامیاب
نہیں ہو سکتا ہے ـــ یہ طے کرنے کے بعد انھوں نے بابا لَست ریشی نے ان سے کہا
آپ اپنے مذہبی رہنما کو میرے ساتھ چالیس دن تک خلوت میں بیٹھنے کو کہیں اور افطار
کے وقت تھوڑا سا اُسے گندہ بیروزہ کھانا ہو گا پھر ہم دو میں سے جو زندہ واپس نکلے
اسی کا مذہب و مسلک قابل قبول ہو گا۔ شیعوں کے مذہبی رہنما نے ایسا کرنے سے
انکار کیا بابا خود چلہ میں بیٹھے اور ہر روز افطار کے وقت گندہ بیروزہ سے افطار کرتے رہے

Marfat.com

شیعوں نے بابا کے ارشد گرد دان و نواح باہر نکل آئے۔

چالیس روز کے بعد بابا بالکل چست و توانا اعتکاف سے باہر نکلے یہ دیکھ کر شیعوں کو بابا کے روحانی کمال پر پورا اعتقاد و اعتماد ہوا اور اس وقت سے ریشیوں کو تنگ کرنے سے باز رہے —— گنگی ریشی نے پلوں اور مسجدوں کی مرمت کی ایک روز گنگی ریشی کھیتی باڑی کرتے تھے زمین کھودتے وقت زمین سے پیسوں کا ایک مٹکا برآمد ہوا بابا کو ان پیسوں کو صحیح طور خرچ کرنے کی فکر ہوئی آخر بابا ان پیسوں سے کھانا پکا کر کھلاتے تھے۔ اور غرباء و مساکین میں مفت تقسیم کرتے تھے۔ بابا نے میوہ دار درخت لگا کر عام لوگوں کے لئے وقف کئے۔ بابا نے جنگلوں سے لکڑی کاٹ کر راہ عام میں پل تعمیر کئے۔ غرباء و مساکین میں مفت روٹی تقسیم کرتے تھے۔ غرض بابا ایک بلند مرتبہ زاہد و متقی ہونے کے علاوہ حتی الوسع رفاہ عام کے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ سنہ ۱۰۱۷ھ میں اس دنیا سے چل بسے اور موضع دانی گام میں مدفون ہیں۔ سہہ ریشی بابا نصیب الدین غازیؒ کے مرید تھے بلند مرتبہ پرہیزگار اور عابد ہونے کے علاوہ کھیتی باڑی کرکے غرباء و مساکین کو کھانا کھلاتے تھے سنہ ۱۰۴۷ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔

بجی ریشی خواجہ مسعود پانپوریؒ کے خاص خلیفہ تھے ان کا اصلی نام نجم الدین تھا خواجہ مسعودؒ کی تربیت سے یہ سلسلۂ قادریہ کے پیرو تھے۔ آپ نے ریشی مسلک میں قادریہ سلسلہ کو داخل کیا۔ سید قاضی زادہ کو آپ نے اپنے خرچہ سے لوگوں کی سہولت کے لئے پختہ بنوایا۔

بابا ہدہ ریشی، میر محمد باقر نقشبندیؒ کے خاص مرید تھے سلسلۂ نقشبندیہ ... ریشی مسلک کو ... کیا۔ سنہ ۱۰۹۹ھ میں رحلت فرمائی ... میں مدفون ہیں۔

کشمیر میں ریشی مسلک کی ابتدا نویں صدی ہجری میں ہوئی اور بارہویں صدی ہجری میں

Marfat.com

اس مسلک کا خاتمہ ہوا اس زنجیر کی آخری کڑی لالہ ریشی تھے جو کہ سنہ ۱۱۰۵ھ میں اس دنیا سے چل بسے۔ کشمیر میں اسلام کے شروع میں ریشی مسلک ہی واحد وہ مسلک تھا جس کو یہاں کے صلحائے نے اپنایا لیکن جب باہر سے مبلغین اسلام یہاں آئے۔ ان میں سہروردی، کبروی، قادری اور نقشبندی مسلک کے پیرو تھے انہوں نے یہاں کے ریشی مسلک پر اپنا اثر ڈالا۔ آہستہ آہستہ ریشی مسلک وہ نہ رہا جو ابتدائی دور اسلام میں تھا۔ اس میں ان چاروں مسلکوں کے طریق عبادت وسلوک کا کافی اثر پڑا یہاں تک کہ یہاں ریشی مسلک ختم ہوا ریشیوں کی جگہ اولیاء کرام نے لے لی۔ اور غار نشینی وخلوت نشینی کو خیرباد کر کے اولیاء کرام مرجع خلائق بن گئے۔ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ اصول دین کی تبلیغ میں مصروف شہروں اور دیہاتوں میں رہ کر لوگوں کو راہ خدا کی تلقین کرتے رہے۔ بعض اولیاء کرام ریاضت وعبادت کے ساتھ ساتھ سماجی اصلاح اور ملکی سیاست میں بھی سرگرم عمل رہے۔ انہوں نے جنگلی خود رو سبزیوں کی بجائے اتباع سنت مصطفوی ؐ میں ہر حلال چیز تناول کی اور تجرد زندگی کی بجائے ازدواجی زندگی سے منسلک رہ کر عیال کی پرورش کے لئے اپنے ہاتھ سے روزی بھی کمانے لگے ریاضت وتبلیغ دین کے علاوہ لوگوں کو کھلاتے اور خود بھی کھاتے تھے۔ غرض دنیاوی امور میں مشغول ہونے کے علاوہ عقبیٰ کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔

کتابیات

۱۔ تاریخ کشمیر ـــــــ از سید علی

۲۔ واقعات کشمیر ـــــــ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری

۳۔ اسرار الابرار ـــــــ بابا داؤد مشکوٰتی

۴۔ بہارستان شاہی

۵۔ تاریخ حسن (جلد سیوم) ـــــــ پیر حسن شاہ

۶۔ ریشی نامہ ـــــــ بہاؤ الدین متو

۷۔ تحائف الابرار ـــــــ محی الدین مسکین

5

Marfat.com

○ غلام رسول بٹ

ریشیت کی مختلف تاویلیں

کشمیر میں ریشیت کی ابتدا کب سے ہوئی، یہ بتانا مشکل ہے۔ تواریخ کے مطالعے سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ کشمیر میں ریشیت کا سلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آیا ہے۔ ہندو اور بدھ ادوار میں بھی ریشی مسلک کے افراد جو ان دونوں مذاہب کے اصولوں سے وابستہ رہے، کشمیر میں کسی نہ کسی صورت میں موجود تھے۔ یہاں تک کہ [illegible] میں جب کشمیر میں اسلام کا ظہور ہوا۔ تو رفتہ رفتہ ریشیت بھی اسلام سے متاثر ہوئی اور اسلام کے اصولوں کے مطابق اس کی تجدید ہوئی۔

کشمیر کی دستیاب اولین تاریخ "راج ترنگنی" ہے، جو کلہن پنڈت نے بعہد راجہ جے سنگھ ۱۱۴۹ء عیسوی میں سنسکرت زبان میں تالیف کی ہے۔ کلہن پنڈت نے واضح طور پر کشمیری ریشیوں اور اُن کے مسالک کے متعلق ایک تاریخی نشاندہی نہیں کی ہے۔ البتہ اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ کشمیر میں ایسے بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے اپنے دور حکومت میں حیوانوں و جانوروں کو مارنا اور شکار کرنا ممنوع قرار دیا تھا اور جگہ جگہ پر سایہ دار درخت لگوائے گئے تھے اور جگہ جگہ پانی پینے کے لئے نزدیک [illegible] کا بھی انتظام رکھا گیا تھا۔ جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ کشمیر میں ریشیوں کا نفس کشی

Marfat.com

غاروں اور گپھاؤں میں ان کی ریاضت و عبادت شفقہ اور روحانیت سے عام لوگ ہی نہیں بلکہ بادشاہ بھی متاثر تھے ۔

کاہن پنڈت کے بعد بڈشاہ زین العابدین (۸۲۳ھ) میں اگرچہ کشمیر کی بہت ساری تاریخیں سنسکرت اور فارسی زبانوں میں تالیف ہوئی ہیں، مگر ان تواریخ میں سے اس وقت صرف جونراج اور شری ور کی تواریخ جو سنسکرت زبان میں ہیں دستیاب ہیں ۔ ان دونوں مورخوں نے بھی ریشیت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے ۔ فارسی زبان میں لکھی گئی تواریخ کی ابتدا بھی اگرچہ زین العابدین کے زمانے سے ہوئی ہے اور ان کا تذکرہ کشمیر کے بعد کی فارسی تواریخ میں عام طور پر ملتا ہے ۔ تاہم وہ تواریخ فی الزمانہ ناپید ہیں ۔ زین العابدین کے زمانے سے چک دور کے خاتمہ تک فارسی زبان میں لکھی گئی کوئی تاریخ اس وقت دستیاب نہیں ہے ۔ چک دور کے بعد فارسی مورخوں اور تذکرہ نویسوں وغیرہ نے کشمیر میں ریشیت کے متعلق بہت ساری معلومات درج کی ہیں ۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کشمیر میں ریشیت ماقبل زمانے سے قائم رہی ہے اور ریشیت جو اسلام سے پہلے برہمنیہ مسلک کے مطابق قائم تھی، کشمیر میں اسلام پہنچنے کے بعد اسلامی اصولوں کے مطابق اس کی تجدید ہوئی ۔

"ریشی" کس کو کہتے ہیں ؟ اور ریشیت کا مسلک کیا ہے ؟

اس سلسلے میں مختلف ادوار کی تواریخ، تذکرے، نور ناموں اور ریشی ناموں وغیرہ میں ریشیت کی جو تاویلیں ملتی ہیں، ان کے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

ریشی نامہ ۔ بابا داؤد خاکیؒ ـــــ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کا وصال ۹۹۴ھ میں ہوا ہے ۔ انہوں نے "ریشی نامہ" میں ریشیان کشمیر کے متعلق لکھا ہے ـــ

ریشیان این دیار اکثر اویسی بودہ اند
چشم عبرت بین ایشانرا بودہ از غیب اکتحال
شیخ نورالدین ریشی پیر جمیع ریشیان

Marfat.com

زاہدی خوش بود باحق داشت بسیار اشتغال
بود با تجرید و تفرید اھل صوم و دہر نیز
تارک لحم و غسل سیر و بھل بسیار سال
صاحب کشف و کرامت بود نطقی خوب داشت
ھم اویسی بود گفت این راوی صاحب مقال

نورنامہ۔ بابا نصیب الدین غازیؒ — بابا نصیب الدین غازیؒ نے ۱۰۴۷ھ میں انتقال کیا ہے۔ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے نورنامہ ریشیان کشمیر کے حالات و ریاضات اور کمالات وغیرہ پر تالیف کیا ہے۔ ریشیت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"ای درویش پرہیزگاران و متقیان کشمیر را ریشی می نامند نسبت یعنی لباس تقوی را کہ زہاد داشت و رخت می پوشند ماخوذ از آیتہ کریمہ سبحانی کہ اللہ تعالی فرمود و ریشیان و لباس التقوی یعنی لباس کہ برای تواضع می پوشند چون پشمینہ و داشت کہنہ فقیران می پوشند و معروف شدند۔ معروف ریشیان است

روشنائی شمع دین از ریشیان است
رہ نمائی رہ یقین از ریشیان است
دل نوازی مردم اھل بہ نز
از صفائی باطن دل ریشیان است
خوش نمائی خلد این کشمیر را
خوش روان از دولت این ریشیان است
نمدافشان چون ارم از ھر طرف
گوشہ ہر آستان ریشیان است

Marfat.com

فی المثل هرگوشهٔ جنات عدن
شد مزین هر مقام ریشیان است
تاج شاهان جهان را سر بلند
از بلندی همت این ریشیان است
ریشی مردی بی زن و شر زند بوف
قطع پیوند شرط حال ریشیان است
ریشی زخمی نشتر درد خدا
زخم نشتر در دل این ریشیان است
ریشی یعنی دردمند هر زمان
آرزوی هر زمان از ریشیان است
ریشی یعنی خرقهٔ تقوی لباس
خرقه و تقوی لباس ریشیان است
ریشی یعنی صوفی صفوت نشان
صوفی صاف نشان از ریشیان است
ریشی یعنی مردم اهل طریق
در طریقت تربیت از ریشیان است
ریشی یعنی قایم اللیل تمام
روزه دهر است در رسم ریشیان است
ریشی یعنی مشتی از خاکی نیاز
خوشی متاعی نیستی تا ایما ریشیان است

Marfat.com

ریشی نیا بادہ نہ نوشند اہل عارفان
بادہ عرفان شرابی ریشیان است

ریشی یعنی تارک حرص و ہوا ترک بدنفسی سلوکی ریشیان است"

اسرار الابرار۔ مصنفہ بابا داود مشکواتی — بابا داود مشکواتی حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کا وصال ۱۰۹۷ھ میں ہوا ہے۔ انہوں نے اولیائے کشمیر کے حالات پر کتاب "اسرار الابرار ۱۰۶۵ھ" میں تالیف کی ہے۔ "اسرار الابرار" میں ریشیت سے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ کہ میں نے تذکرہ اسرار الابرار سے پہلے عربی زبان میں ایک رسالہ [illegible] تالیف کیا ہے جس میں اندراج ہے کہ ریشی کس کو کہتے ہیں، ریشی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور ریشیت کا طریقہ عبادات کیا ہے؟۔

رسالہ "منہاج الرشیہ" سے درج شدہ اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"..... حضرت شیخ نورالدین قدس سرہٗ طریقہ ریشیہ شیئاً فشیئاً اندراس یافتہ بود و جادہ برہمنہ انحراس، باز شیخ نورالدین قدس سرہٗ این سنت سینہ ایشان تازہ گردانید و مجسّد ساخت۔ و این فقیر مولف قبل ازیں رسالہ تالیف کردہ بود بلغت تازی مبین ساختہ و بہ "منہاج الرشیہ" مسمی گردانیدہ و شنیدی از ان در غبائرت افتادہ و مرقوم گشت کہ ریشی کیست و وجہ تسمیہ او چیست و طریقہ او کدام است:

اِعلَمْ اَنَّ الرِّیشی ھُوَ المُتاصِ مِنَ الزُّھادِ وَالعُبادِ وَالمجرّدِینَ عَنِ الاَزواجِ وَالاولادِ وَلَا یَرغَبُ مِنَ النقودِ والعروضِ والمتاع ... وَلَا یَختارُ السَّکونۃَ الّا فی الجِبالِ مِن ناحیۃِ الارضِ والاودیۃِ وَلَا یُدّخِرُ لِلْغَدِ ماحصل لہٗ فی المساءِ وَ ما یحرمُ السَّائلَ عَمّا

۱؎ حضرت بابا داود مشکوتی کی یہ تالیف فی الزمانہ نایاب ہے۔

Marfat.com

عنده من الغذاء ولا يوثر في نفسه الا ما يصل اليه من الغير ولا يتأثر
منه الحضرة الهوام والطير فكيف الآدمي والوحوش والبهائم والبين
تعالى ليصرف الهمم كلها والعزايم وتتقرب بالنوافل والخلوات والسكوت والجوع ويتوسل بالتوبة
والصدقة والذكر الدائم والخضوع مستفاد مع الخصوص حتى يسقط حركت
اللسان ويجرى دون اختياره ثم يمحق الحرف ويبقى المعنى ثم
يرتفع العدد ويصير حالا مستديما ثم يغيب عن جميع الاشياء
ظاهرا وباطنا حتى عن نفسه ويمات بها المذكور ثم يستغرق
في توحيد العالي وهو مستفاد من المشاهدة ومن هذا كل نور
من الانوار متلاشي ومضمحل في نوره تعالى وتقدس كانوار
النجوم ونور الشمس ومنه قول الجنيد قدس سره التوحيد معنى يضمحل
فيه الرسوم ويندرج فيه العلوم ويكون الله كما لم يزل ولا يتعدى
سوى الجلال المطلق ومن ثمة اثر بعضهم الكسب بيديه ولما لم ترفيه
الضمادلا فاختار ماء العامة والحضرات الصحراوية من الهند
باء والابساج كما مر هو ماخوذ من ريشة الطير لانها اذا افترقت
عن الطير وتفردت منه لا يكون لها اختيار من الريح حتى يذهب
به حيث يشاء من الاودية والبيداء كما روي عن النبي صلى الله
عليه وسلم مثل القلب كريشة بارض فلاة يقلبها الرياح ظهرا
لبطن فالريشي كذالك من الله تعالى بفقر تفرده وخاض تجرده
وقال ابو الفقرا قدس سره هو من وريشا ولباس التقوى لانهم اكثر
ما يلبسون غليظ شديد سود خالص او بالبيض معلم وقد يطلق
بالفارسية ويسب الى خرج لان اكثر اوقاتهم افضيت للدموع

Marfat.com

اذا ذكر في ايام كانوا بجملتهم ماء و ما من عبد مؤمن يخرج من
عينيه دموع وان كان مثل راس الذباب من خشية الله تعالى
ثم يصيب شيئا من حر وجهه الا حرمه الله على النار فليضحكوا قليلا و
ليبكوا كثيرا ٥

ترجمه

بدان و آگاه باش بدرستی که ریشی اوست مرتاض و بسیار ریاضت کننده از زاهدان و عابدان و مجرد است و بے تعلق ست از جفت و اولاد و اعراض کننده و پشت گرداننده است از نقد جنس و زراعت و اختیار نمی کند سکونت مگر در کوه ها از اطراف زمین و از کار انبار او ذخیره نمی کند و برای صبح چیزیکه حاصل شد او را در شام و نا امید نمی کند سایل را از چیزیکه نزد اوست از غذا و اختیار نمی کند در نفس خود مگر چیزی که میل میکند بسوی او غیر و ایذا نمی یابد از و نباتات و حشرات و جانوران پس بطور آدمی و جانوران وحشی و چارپایان و ابسوی او مقابلے می گردانند بهمت ها را کام آن و خواهش ها و نزدیک می شود و تقرب بجوید نوافل و خلوتها و سکونت کردن و گرسنه شدن و توسل میکند به توبه و خیرات و ذکر دایم و عاجزی و تواضع و علم باشد با حضور تا این که ساقط می شود نمی ماند حرکت زبان و جاری نمی شود و میرد و مست و از سوای او تمیز نمی شود و بعد ازان خوف شود و حفظ باقی نمی ماند معنی بعد ازان برمی خیزد عدد و شمار و صورت و نمی شود حال او دایمی یکسان بنده غایب می شود از جمیع چیزها بظاهر و باطن تا آنکه از نفس خود و از صفات خود رد شد بلکه غرق می شود در توحید حق و آن کسب کرده نمی شود [illegible] است که هر نوری از انوار نا چیز و متلاشی و مضمحل است در نور او [illegible] مانند انوار ستارگان و نور آفتاب و از این است قول جنید قدس سره توحید [illegible] مضمحل و ناچیز شدن است در ان رسوم و عادات و درج می شود در ان علوم و باقی ماند خدای تعالے

Marfat.com

چنانچہ لم یزل است و لایزال وغذائی کند ریشی سوای حلال صرف بے شبہ وازیں جہت است اختیار کردہ است بعضی ازایشاں کسب وکار بدستہای خود با حلال صرف باشد وہرگاہ دران ہم صرف حلال نیافت بہ عارضی و باعثی پس اختیار می کند آب خالص راو کاسنی از سبز ہائی میدان کاسنی واپلہاک چناں چہ گذشت ولفظ ریشی ماخوذ است وگرفتہ شدہ از لفظ ریشہ الطیر یعنی از پر جانور ہرگاہ از او جدا می شود وتنہا می ماند ازاں نمی باشد آں پر جانور را اختیاری از باد کہ می آید و می وزد می برد آنرا بہر جاکہ میخواہد از وادیہا و میدانہا چنانچہ روایت کردہ شد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثال دل مانند مثال پر جانور است در زمین ہموار می گرداند۔ آنرا باد زیر و زبر ہمچنین ریشی ہم چنین ست اختیار خود ندارد از خدا تعالےٰ شانہ پیوستہ است باو تفرد وتنہائی او و محض مجرد و بے تعلق بودن او باغیر وگفت ابو الفقر النصیب مسکین قدس سرہ آن از آیہ کریمہ ماخوذ است کہ ریشیاں ولباس التقوی یعنی لباس تقوی و پرہیز در بر دارد۔ زیراکہ اکثر ریشیان چیزیکہ می پوشد از لباس سطبر و غلیظ و سخت و سیاہ صرف و مخطط سفید و سیاہ می باشد و گاہ گفتہ می شود و اطلاق کرا می آید بفارسی و نسبت کردہ می شود بسوی زخم کہ ریش بمعنی زخم است بفارسی۔ بسوی زخم زیراکہ اکثر اوقات ایشان می ریزند اشک مانند شخص زخمی در ہر حال کہ باشند بکم چیزیکہ وارد است در حدیث نیست بندہ مومن کہ بر می آمد از دو چشم او اشک اگرچہ باشد برابر سر مگس از خوف خدای تعالےٰ بیشتر می ریزد چیزی از کرمی روی خود مگر آنکہ حرام گرداند روی او را بر آتش دوزخ پس بگرید بسیار و خندہ کم کنند۔

واقعاتِ کشمیر۔ مصنف خواجہ محمد اعظم دیدہ مری

خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے واقعات کشمیر سال ۱۱۵۹ھ میں تالیف کی ہے۔ خواجہ محمد عظم دیدہ مری نے واقعات کشمیر میں ریشیت کی تاویل ان الفاظ میں کی ہے۔

Marfat.com

"ریشی کسی را گویند کہ از زمرۂ زاہدان و عابدان در ریاضت سخت و صلیب تر باشد و خود را از اولاد و ازدواج فارغ دارد، دست از جمیع آرزوہا و ہوا و ہوس بردارد چہ جای ملک و مال و جناب این شیخ باکمال درین امور ازین طبقہ منفرد و ممتاز بود و زہد و تقوی را بغایت الغایت فرمود۔"

فتحات کبرویہ ۔ مصنف شیخ عبدالوہاب نوری

شیخ عبدالوہاب نوری نے "فتوحات کبرویہ" سال ۱۲۳۱ھ میں تالیف کی ہے۔ مصنف نے اپنی اس تالیف میں ریشیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

"بدانکہ ریشی جز باتمام زہد و تقوی را نامند و ریشی کسی است کہ متقی و متوکل و تارک باشد و ریشیان کسی را گویند کہ چشم و [illegible] نفس [illegible] اعمال [illegible] بالکل برخاستند و بتقوی و زہد آراستند و بہ تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب و تجلیۂ روح آراستند باین اسم سرفرازی یافتند تا آنکہ دنیا و آخرت را بر طلب نفس و [illegible] اہل اللہ برتافتند تجلیات ذات و صفات الٰہی را تعالیٰ شانہ دریافتند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

و ریشی بفارسی دو معنی دارد۔ یکی جراحت دوم پر و بال و این ہر دو معنی مناسب حال صوفیا نسبت چہ جراحت دل طلب بہم رسانند و از مرتبۂ طالبیت مقام مطلوبیت در رسند و بعشق پر و بال کشایند و بفضای علیین طیران نمایند۔ و ریشی بزبان عرفی [illegible] ظاہرہ و جمال را گویند و بتقریر کہ در آیۂ کریمہ یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری [illegible] و ریشا و لباس التقوی [illegible] تفسیر [illegible] لباس التقوی تخصیص است بعد تعمیم۔ پس معنی آیہ چنین باشد واللہ سبحانہ اعلم ای فرزندان آدم تحقیق فرود آوردیم از عالم غیب بعالم شہادت برشما پوشش از تجلی افعال و صفات کہ بدان پوشیدہ کردید [illegible] تجلیات ذات و لباس ظاہرہ [illegible] لباس التقوی [illegible] است و آن [illegible] عدم است و مشاہدہ غیر سوا۔"

Marfat.com

ریشی نامہ۔ مُصنِف بہاؤالدین مَتو

بہاؤالدین متو نے ۱۲۲۳ھ میں ریشی نامہ تالیف کیا ہے۔ انہوں نے ریشی اور ریشیت کی وضاحت ان اشعار میں کی ہے:

"خامہ را عنبرین شمامہ کنم
ریشیان را طراز نامہ کنم

ریشیان نور مطلق‌اند ہمہ
خاصۂ حضرت حق‌اند ہمہ

نام شان شہرہ در جہانگیری
ہر طرف ریشیان کشمیری

ہمہ شاہان ملک تجریدند
ہمہ مستان جام توحیدند

کشتن نفس از ارادات شان
زہر دادن بخصم عادت شان

در بُن غارہا بتاریکی
کردہ با نور ذات نزدیکی

گوشہ گیری ز خلق تنہائی
کار ایشان بوحدت آشنائی

ہمہ از خانمان نفور شدہ
ہمہ از خورد و خواب دور شدہ

خورد ایشان گیاہ تلخ یلاق
خواب شان در شہود استغراق

Marfat.com

اینکہ خاصہ ترک بزہر نظیر
وقت افطار درکشیدہ بو شیر
این چنین کار کار ایشان ست
کار ریشیان نیک کیشان ست
کس باین کار و این عمل نرسد
کس باین قرب و این محل نرسد
پای تا فرق عین نور ہمہ
عین جمعیت و حضور ہمہ"

تزکِ جہانگیری :

محمد نورالدین جہانگیر بادشاہ ہندوستان نے تزکِ جہانگیری ریشیان کشمیر کے طائفہ کے متعلق اس طرح لکھا ہے :-

"اگرچہ وہ (یعنی ریشیانِ کشمیر) مذہب کا یا کوئی اور علم حاصل کئے ہوئے نہیں، پھر بھی ظاہرداریات دور رہ کر سادگی اپنائے ہوئے ہیں۔ حرص و ہوس سے اپنا دامن بچاتے ہیں۔ کسی کو گالی نہیں دیتے۔ گوشت نہیں کھاتے، شادی نہیں کرتے۔ کسی ذاتی فائدہ کی امید نہ رکھتے ہوئے بن میں پھلدار درخت لگاتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ قریباً دو ہزار افراد اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

مجموعۃ التواریخ — مصنفہ پنڈت بیربل کاچرو

پنڈت بیربل کاچرو نے مجموعۃ التواریخ یعنی تاریخ کشمیر سکھ دور میں تالیف کی ہے۔ ریشیانِ کشمیر کے متعلق تحریر کیا ہے کہ :-

Marfat.com

"از آنجا کہ ریشیان کشمیر و خاک نشینانِ ہند و قلندرانِ ولایت و صوفیان بغداد در اسنہ خاص و عام باعتقادِ تمام مشہور بر حقائق معارف آگاہ متناقض حقیقت انتباہ واقف رموز اسرار جزوی و کلی شیخ نورالدین ولیؒ کہ اشراق انوار یزدانی پیشانی نور آگینش پر تو انگن ضمائر متوطنان ایں سرزمین است و تاج سر ریشیان کشمیر کہ بود و نہ شحنہ نہ بود۔ ہرگاہ قلم دو زبان و تسطیر و توضیح اسم با اسم شان زبان برکت یاد دفتری دیگر باید برنگاشت"۔

نورالدین نامہ۔ مصنف بابا کمال

نورالدین نامہ بابا کمال نے سال ۱۲۵۱ھ میں تالیف کیا ہے۔ ریشی اور ریشیت کے متعلق انہوں نے کافی تجسس و سعی سے درج ذیل وضاحت کی ہے۔

"......اما ریشیان کسے را گویند کہ مجتنب از زنان و فرزندان باشد۔ آزار نمی دہد و ہیچ جاندار پامال نہ کند۔ بر سبزہ زار کی نزدیک خلوت گزیند اماکن و لیکن ایجاز ایں طریق از اول بنیاد ملک کشمیر است در کشش ہندوان مرہود است کشف ریشی پسر نارنج بعقیدہ ہندوان پسر برہما است از ہندوستان در ستی سر آمد برای آن دفاع جل داد کہ در ستی سر بود ہزار سال تپسی نمود۔ بشن برہما از ہندوستان آوردہ دریں مقام زراعت ساختند۔ شاید ایں صورت بعد طوفان نوح علیہ السلام باشد۔ پس ہر کہ از ضربات ایشان در تپسی آمد پیروی کشف ریشی اختیار کردند و آرایش برہمنی گفتند فروترین مرتبہ در ریاضت ریشیان آنست کہ خلوت اختیار کنند از خوردن حیوانی احتراز نماید و بالاترین مرتبہ آنکہ بہ غذائی یک روز در ماہی و ناہ کند و دو ہفتہ چیزیکہ یک ساعت بخسپند بعضی گویند ایں چنین کسی ہرگز نمیرند بلکہ چون کدورت تمام صاف شود احتیاج خوردن نباشد و صورت جسمانی بروحانی صرف شدہ نظر مردم غائب شود۔

Marfat.com

در صفت ریشیان عالی شان شش وجه است :

۱۔ ریشی بمعنی لباس است که از پشم و ابریشم و کتان باشد چنانچه و ذریشاً و لباس التقوی ذالک الخیار و اختیار طبقۂ اعلاء و فقر و تقوی لباس پشم است در اصطلاح معبر صوف میپوشند را صوفی نامند و بزبان کشمیری ریشی گویند ۔

۲۔ ریشی بمعنی پیر سالگی که دل از تعلقات برکنده در میدان تحیّر تقروة حرکت انگند جنبش آن از دیاد ارادت حق باشد آنرا ریشی خوانند

۳۔ ریشی بفارسی زخم آمد دل مجروحیکه از ریش عشق کردگار بیقرار باشد ۔

۴۔ ریشی بتازی بیخ آمد مرتاضیکه هوای نفس از بیخ برکنده آنرا ریشی گویند ونهی النفس عن الهوٰی ۔

۵۔ ریشی بزبان تازی لحیه گویند هرکه ریش از کسر و قطع سالم دارد این روش حمیده۔

۶۔ ریشی چهار طرف است رای ریاضت و یای یقین و شین شریعت و یای انتهای فرار نفس در ابتداء بقا و جهر رنگ بگذارد ناچیز گرداند ۔ چنانچه حضرت شیخ العالم در وصف ریشیان فرمودند : ۔

ریشو آسی پتّھم ریشی
تمن آس پیٹھ زندہ ننگہ تن
منگتھ کھارن وُشکہ کوتی
تَب سُستن پتھ وَنن
اَز کی ریشی کپٹ ریشی
تمن تھمس ننے سم
کھاسی زتھون نشم نشی
اکس گوگل نیس کرم

Marfat.com

تہٕ کیٛوژتہ یتھ نہٕ ودٕے مشی
رێشو ہتہٕ توٚہۍ ہۍ ژُورٕ سمہ
پُژ میو رێشو دوٚرہ دارٕت دمژی
اٰنٕ وٕرک کھٔنیٛمہ رات
کیٚنٹ رێشن نعرٕ تہٕ زُلی
نرٕ بابہ توٚ کھوتہ اَزکیات
رێشو ہٕے رێشہ پالہ حسن
موکھ گالہ اَنہ کرٕہ آخر آشہ تراوی
رێشی پنٕہ رێشہٕ پانہٕ
پانٕ گاٲن زکھ بعضہ رێشہ سمتی

ریشیان سر دفتر اہل تقی
ریشیان سرِ اولیا را پیشوا
ریشیان مرعاتِ انوارِ حق اند
ریشیان عمران فیضِ کبریا
ریشیان جانباز در سوادی عشق
ریشیان شہباز قافِ ارتقاء
ریشیان بفشردہ نفس دون گلو
ریشیان ابلیس را دادہ دغا
ریشیان از علم ظاہر نارسیدہ
ریشیان از من از ما منجلی

Marfat.com

ریشیاں ہر یکے شمعاں زرنا چوں شمر

بر سر شان شیخ نورالدین نور

شیخ نورالدین عشریق بحسر دُر

بردہ سبقت از میان اتقیا

چار یار اولیاں چار یار

برگزیدہ درمیان پارسا

تاریخ حسن ۔ مصنف غلام حسن شاہ کھویہامی

غلام حسن شاہ کامروی نے مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں تاریخ حسن چار جلدوں میں مرتب کی ہے۔ جلد سوئم میں ریشیان کشمیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جاننا چاہیئے کہ کشمیر کے ریشی حضرات لطیف اور پاکیزہ عبادتوں کا دکھ اُٹھانے، نہایت مشکل ریاضتوں کی محنت برداشت کرنے، نفسانی لذتوں اور شہوت کے کاموں کو ترک کرنے، فقیری، مسکینی، عاجزی اور خاکساری اختیار کرنے میں ہند کے خاک نشینوں اور ولائیت کے قلندروں سے بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر اور اکمل و کامل مانے گئے ہیں۔

پرانے زمانے کی باتوں کو جاننے والے واقف ہیں کہ کشمیر کی آبادی کی ابتدا سے اس بہشت جیسے اطراف والے ملک میں ہمیشہ مردم ہنود بود باش رکھتے تھے۔ ان میں ایک خدا پرست جماعت تھی جس نے غاروں، پہاڑوں اور جنگلی کھوہوں میں اکیلے اور تنہا بیٹھ کر اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت اور تمام مزے دار خوش ذائقہ چیزوں اور شہوات نفسانی و روحانی سے پرہیز کر کے جنگلی کاسنی و جنگلی ساگ کڑوے میوے اور زنگلات جانے والے نباتات وغیرہ

[illegible] ریاضت میں مشغول ہوتے تھے۔ محنت
[illegible] (ریاضت) [illegible] نفسانی خواہشوں کو مارتے (نفس کشی) سے جو روحانی طاقت
ان میں پیدا ہوتی تھی وہ اس وجہ کی ہوتی تھی کہ جو کچھ ان کی زبان سے اچھا یا برا کسی کے
حق میں نکلتا تھا۔ وہی عمل میں آجاتا۔ چنانچہ ان کے قصے [illegible] کی کتابوں
میں بہت ہی مبالغہ کے ساتھ لکھے ہیں۔ اور لوگ اس گروہ کو ریشی کہتے ہیں۔

ریشی اصطلاح میں سنسکرت لفظ ہے۔ علمائے سنسکرت نے ریشی کی تشریح
[illegible] ریشی اس کو کہتے ہیں جو ایسی ہستی کو اگر [illegible] حاصل ہوگیا ہو۔ اور
[illegible] دنیاوی لذات سے نفرت ہو۔ اس کو نہ نفسانی اور نہ روحانی لذات کی طرف
رغبت ہو۔

تاریخِ کبیر۔ مصنف غلام محی الدین مسکین صراف ملی

غلام محی الدین مسکین نے تاریخ کبیر مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد میں
تالیف کی ہے۔ ریشیان کشمیر اور ریشیت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

حضرات ریشیان ذیشان تشریح و توضیح معنی لفظ "ریشی"

[illegible] لفظ "ریشی" کہ در اصطلاح سنسکرت [illegible] مشغول [illegible] گویند و آنکہ
این لفظ را عربی یا فارسی [illegible] زبان کشمیر از لغت و انستہ کثیر مرکب
[illegible] است چونکہ بیشتر درین خطہ زبان سنسکرت درج بود بنا براں بغایت حال ہم اکثر اہل
برانستہ ساکنان این دیار عاریست و اہل اسلام معنی آن لفظ را بدین گونہ بیان
کردہ اند کہ مراد از ریشی شخصی است کہ اولاد و ازدواج و مال و متاع و [illegible]
[illegible] وغیرہ را ترک [illegible] زہد و ریاضت و تقوی در عبادات و محنت با
[illegible] بکار برد [illegible] باکثرت نماید و کسی را از آدمیان و حیوانات و وحوش
[illegible]

Marfat.com

[illegible]

به صدق و صفا [illegible] ذکر و فکر به خضوع و خشوع و حضور قلب وسیله [illegible] زود از حرکات

بلا تعلق لسان [illegible] در بحر [illegible] وحدت مستغرق شود و به مرتبه ذکر [illegible]

[illegible] واصل گردد و از جمیع اشیائی ظاهر و باطن تا آنکه از نفس خود هم نهایت [illegible]

[illegible] و به حق باقی شود [illegible]

[illegible] خود نماید۔

[illegible] آف کشمیر [illegible]

[illegible]

[illegible] تالیف کی ہے۔ بحوالہ "آئین اکبری" ریشیان کشمیر کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"THE MOST RESPECTABLE PEOPLE OF THIS COUNTRY ARE THE RISHIES, WHO, ALTHOUGH THEY DO NOT SUFFER THEMSELVES TO BE FETTERED BY TRADITIONS, ARE DOUBTLESS TRUE WORSHIPPERS OF GOD. THEY REVILE NOT ANY OTHER SECT, AND ASK NOTHING OF ANY ONE. THEY PLANT THE ROADS WITH FRUIT TREES TO FURNISH THE TRAVELLER WITH REFRESHMENTS, THEY ABSTAIN FROM FLESH, AND HAVE NO INTERCOURSE WITH THE OTHER SEX. THERE ARE NEAR TWO THOUSAND OF THIS SECT IN KASHMIR"[33]

Marfat.com

○ رشید نازکی

ریشی تحریک کے نسوانی کردار

ریشی تحریک کے اسلامی دور کی ابتدا لل دید اور حضرات شیخ العالمؒ سے ہو
ہے، لل دید وہ پہلی عظیم شخصیت ہیں جس نے وقت کے صحراؤں پر اپنی عظمت و
کے نقوش ثبت کر لئے، اور اپنے وجدانی انداز اظہار اور تجربوں کی صداقت سے
کا رُخ پھیر دیا، وہ ہندو گھرانے میں پیدا ہونے کے باوصف بُت پرستی اور د وی
سے منکر تھی، اور توحید کی صداقت اور عرفانِ نفس کی قایل تھی۔ وحدت تزیہی
بارے میں اس عظیم سالک کے کیا خیالات تھے؟ اس کا تذکرہ مقالے کو خاصا طویل
دے گا۔ لیکن اس قدر تو مسلّم ہے، کہ وہ توحید پرست تھیں، تاریخ کے مطالعہ
بات بالکل واضح ہو جاتی ہے، کہ لل عارفہ مسلمان صوفیوں کے خاص طور پر جہانیا
جہاں گشت حضرت میر سید جلال الدین بخاری اور حضرت میر سید حسین سمنانی
بہت زیادہ متاثر تھیں، اکثر مورخوں کا یہ بھی خیال ہے، کہ انہوں نے حضرت میر
ہمدانیؒ سے بھی ملاقات کی ہے، لل دید نے اپنے تجربات کی صداقت کا عکس
خود اپنا معنی آشنا کے قلبی واردات میں پالیا تھا، اور اسی لئے ان کی
کی قایل ہوگئی تھیں۔ لل دید کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے، کہ اس نے ا
ہندو مذہب کے آمیزے سے ایک ایسا ہوا ترتیب دیا، جو بعد کو حضرت شیخ نورالدین

Marfat.com

کے ہاتھوں تکمیل پاکر ریشیت کے نام سے کشمیر کے آفاق پر خاصی دیر چمکتا رہا، اور کشمیر کے تہذیب، تمدن، عمرانیات، تعلیم غرض یہاں کے اجتماعی لاشعور میں پیوست ہوگیا۔ اور کشمیریوں کے کردار کی باطنی سرخروئی اور بے باک عظمت کا گواہ بن کر ماضی کی یادوں کو جگمگاتا رہا۔

حضرت شیخؒ نے دراصل لل دید ہی کی آغوشِ عرفان میں آنکھ کھولی، اساطیر اور تاریخ کے بین بین دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا، کہ لل دید نے اس دُرِ یکتا کی خبر گیری اُسی وقت سے شروع کی جب وہ شکمِ مادر ہی میں تھے، اور جب آنجنابؒ عدم سے وجود میں تشریف فرما ہوئے، تو پہلی بار آپ ہی کی چھاتیوں کو چوس کر جوئے معرفت کے اعجاز سے آشنا ہوئے۔ لل دید مست الست جوگن تھی۔ جو خود اپنے اندر سے گونجتی تھی۔ اس نے دنیا کو دیکھ پرکھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اور فقط اس کے نصفِ بہتر یعنی آخرت پسندی اور مآل اندیشی کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔ اُس نے دنیاوی جھنجھٹ کی زنجیریں وجدانی آگ کی تپش سے توڑ دیں اور نفسِ امارہ کی بدمستیوں کو لگام دے کر اشہبِ حیات پر سوار ہوگئیں، ان سب باتوں کا اثر بعد کی ریشی تحریک پر نمایاں طور پر رہا اور تمام ریشی من حیثیت الجماعت اس سنت کی پابندی پر مُصر رہے، لل دید نے اپنے تجربات کے کھولتے ہوئے آتش فشاں کو شعر و نغمہ کی پرجلال دھکتی ندی میں ظاہر کیا۔ اور بعد کو حضرت شیخ نور الدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پرجمال تجربات کی شبنم افشانیوں کو شعر کے ہی برگِ گل پر ثبت کیا، چنانچہ نوا سنجی کی یہ سُنت بھی حضرت شیخؒ کے علاوہ شام دیدؒ، دہرم دید، بہت دید اور کچھ دیگر عارفوں تک چلتی سمٹتی رہی۔ ریشی تحریک کی ان جوگنوں کے قافلے میں لل دید سب سے زیادہ باصلاحیت، فکر انگیز، عہد آفریں اور درخشندہ شخصیت ہے۔ اور یہ ایک واقعہ ہے، کہ اس کے سینچے ہوئے چمن زاروں کے سبھی پھول ابھی تک تر و تازہ ہیں، کشمیری قوم انہیں اپنا مادر عرفان جانتی ہے۔ اور حضرت شیخ نور الدین نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں

Marfat.com

وہ تمام رنگ چھپاتی ہیں جو للہ عارفہ کی قبولِ حضرت کی موجودگی [illegible]

معنوی قرار دیتے ہیں۔ شاید یہ لل دید ہی کی عارفانہ صحبت کا اثر تھا کہ حضرت شیخ نے اپنی عمر کے آخری سالوں میں چند عرفان آگاہ عورتوں کو اپنے دائرہ عقیدت میں شامل کیا تھا۔

ریشی تحریک کی دوسری درخشندہ و درخشندہ شخصیت حضرت شیخ کی والدہ ماجدہ صدرہ مائی ہیں۔ ان کی عظمت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ایسے لڑکے [illegible] میں جس کی روشنی نے کشمیر کو افق تا افق اپنی کرنوں سے منور کیا۔ آپ کے بارے میں تاریخوں نے تمام باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ خود حضرت شیخ ہی کے خاندان سے تھی۔ لیکن بدقسمتی سے ایک جوہن کے گھر بیاہی گئی تھی جہاں کچھ دیر بعد رشتہ مواصلت سے پہلے ہی بیوہ ہو گئیں اور بعد میں سید حسین سمنانی اور بابا یمن ریشی کے مشورے سے حضرت شیخ کے والد ماجد شیخ سالار الدین سے بیاہی گئیں۔ اسی طرح تاریخوں میں اس معاملے کا بھی تذکرہ ہے جب وہ حضرت شیخ کو معتکف رہنے پر زجر و توبیخ کرتی ہیں۔ تاریخوں میں اس بات کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ حضرت شیخ نے اپنی والدہ ماجدہ کو تلقین کیا تھا لیکن اس کے بعد ان کی والدہ کس حال میں رہیں اور حضرت شیخ سے ان کے تعلقات کی نوعیت کیا رہی۔ ہمارے مورخ اس سلسلے میں متفقہ طور پر چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ کہ ایسے معاملات میں تحقیق احوال کی زحمت ہی گوارا نہیں کی گئی ہے۔ حالانکہ اس صورتحال سے خود حضرت شیخ کے بارے میں کسی بھی وقت غلط فہمیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ریشی تحریک میں سدرہ ماجی کے بعد جس نسوانی شخصیت سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ زے یا زئی دید صاحبہ ہے۔ یہ ترال کے ایک صاحب ثروت عارف باللہ حضرت اکبر دین کی صاحبزادی ہیں اور حضرت شیخ سے ان کا نکاح دونوں کی اٹھتی جوانی میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ کچھ عرصہ تک [illegible] زندگی گزارتے ہیں۔ اور ان کے دو بچے زونہ دید اور بابا حیدر [illegible]

ہوئے پر ہمارے مورخ [illegible] حضرت [illegible] سامنے کر دیتے ہیں اور دونوں کے درمیان زبردست دعویٰ اور جواب دعویٰ کی سند بھی دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ کے خلاف عدالتی کارروائی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد فقط ایک شعر پر بس کرتے ہیں۔ کہ آخر کار یہ عاشق و معشوق کی [illegible] کی ایک اچھی مثال تو ہو سکتا ہے۔ لیکن تاریخی شہادت [illegible] جب تک کہ ان کی پوری زندگی کا حال معلوم نہ ہو جائے۔ وہ کتنی دیر جیتیں۔ بعد میں ان کے مدفن کا کیا انتظام رہا۔ کیا حضرت شیخ سے ان کے تعلقات [illegible] ہے، تو کس قسم کے تھے؟ یہ اور ایسی ہی بہت سی باتیں طالب جستجو میں زبردست خلش پیدا کرتی ہیں۔ ہاں یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ [illegible] کچھ دیر زندہ رہیں۔ اور پھر اپنے خدا کو پیاری ہوئیں۔ تو [illegible] حضرت شیخ کے [illegible] ہوئیں۔

مذکورہ بالا دونوں خواتین حضرت شیخ سے تعلق [illegible] کی وجہ سے تاریخی بن گئیں ہیں اور دونوں کی زندگیوں کا [illegible] حضرت شیخ کی حیات [illegible] تعلق ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ ان دونوں مخدرات کے متعلق تاریخی تحقیق سے کام لیا جائے۔ اور ان کے سوانحی حالات کو مستند تاریخی حوالہ جات سے تشکیل دیا جائے۔ حضرت شیخ کے عقیدتمند نسوانی خلیفوں میں سب سے پہلا نام [illegible] کا آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ بابل کے گھر [illegible] تو ناگاہ حضرت شیخ کی [illegible] حضرت شیخ جو [illegible] [illegible]

Marfat.com

لباس اور زیور اُتار پھینکے، دنیا سے بیزار ہو کر عبادت خدا میں ہمہ تن مصروف ہو گئی۔ جنگلی ساگ اور جڑی بوٹی کے علاوہ کچھ بھی نہ کھاتی تھی، عمر بھر کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیا، لوگوں نے پوچھا اناج کیوں نہیں کھاتی۔ کہا مرشد کی پیروی میں۔ کہا کرتی تھیں:

۱۔ خُدا کے بھیدوں کو ظاہر کرنا ہزار ہا خون ناحق سے بدتر ہے۔

۲۔ دنیا میں مرد کا رُتبہ بڑا ہے۔ لیکن ملکوت میں ہمت کا اعتبار ہے۔ اور بے ہمت مرد عورت سے بدتر ہے۔ اور باہمت عورت مرد سے بہتر۔

۳۔ جب خدا کی ساتھی تھی تو بے خود تھی، اور جب اپنے ساتھ تھی تو پُر از معرفت تھی، حضرت شیخ کی وفات پر آپ نے ایک پرگداز مرثیہ لکھا ہے جس کا مطلع ہے۔

نُند سنز گو سورگس موتے

یعنی نُندا سنز، سورگ پر فریفتہ ہوئے۔ یہ کشمیری زبان کا اولین مرثیہ ہونے کے باوصف وفور جذبات کے اعتبار سے اب تک لاثانی ہے۔

آخر کو آپ حضرت شیخ کے خلیفہ سوم بابا لطیف الدین کے ساتھ رہ رہی تھیں۔ اور وہیں پوشکر میں اُن کے مرقد کے جوار میں دفن ہیں۔

بہتا بی بی

کچھ مورخوں کا خیال ہے کہ بہت بی بی اور دہت بی بی ویریگام کے پٹواری کی لڑکیاں تھیں، اور حضرت شیخ کے جذب سے اُن کے حلقۂ ارادت میں آگئی تھیں، واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضرت شیخ ہاتھ میں عصا لئے کہیں سے آ رہے تھے، کہ ان دو لڑکیوں کو میدانوں سے سبزی چنتے دیکھ لیا۔ اور انہیں تازہ سبزی کاٹنے سے منع فرمایا۔ چنچل لڑکیاں حضرت شیخ کی نصیحت سے مطمئن نہ ہو سکیں، اور اُن سے کہا، تم خود بھی تو سبزیاں کھا کھا کر خوب فربہ ہو گئے ہو، اور پھر اپنے عصا سے نہ معلوم روز

Marfat.com

کتنے جیو ہتھیا کرتے ہو۔ حضرت شیخ نے ان کی بات سُن کر سبزی کھانا بھی چھوڑ دی تھی۔ لیکن گفتگو کا اثر ان شوخ لڑکیوں پر بھی ہوا، اور وہ حضرت شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئیں۔ یہ لڑکیاں ہمیشہ حضرت کی خدمت میں رہ کر ریاضت و عبادت میں مصروف رہتی ہیں۔ یہ بہت بی بی تمام عمر اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی جَو کی روٹی کھاتی رہی، اور فرماتی تھی۔ کہ "میں نے اس حُسن سعی میں بڑا فائدہ پایا" اُن کا قول ہے، کہ بندے کا وجود خدا اور بندے کے درمیان سب سے بڑا پردہ ہے۔ وہ فرماتی ہیں، اپنے آپ کو بالفعل مختار جان لینا سب سے بڑا شرک ہے۔ کہا کرتی تھیں، اگر حضرت شیخ میرے پیر نہ ہوتے تو خود خدا میرا رہبر ہوتا۔ وفات پانے کے بعد موضع زاسو میں آسودہ ہوئیں۔

دہت بی بی

اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ یہ بہت بی بی کی ہمشیرہ ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ روحانی بہن ہے، بڑی صاحب حال اور صاحب کمال خاتون تھی۔ ان کی عرفان شناسی کا اندازہ اُس مکالمے سے ہوتا ہے۔ جو انہوں نے حضرت شیخ اور حضرت میر محمد ہمدانی کی ملاقات کے وقت حضرت میر محمد ہمدانی سے کیا ہے۔ حضرت میر نے حضرت شیخ سے پوچھا اے شیخ مرکب کو یوں اتنا دُبلا بنا دیا ہے؟ حضرت شیخ نے انکسارا جواب دیا۔ کہ سوار ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں اُڑ بیٹھے اور سرکشی کرے۔ بہت بی بی اور دہت بی بی بھی اس محفل عرفان میں حاضر تھیں۔ دہت بی بی نے کہا! منزل رسیدہ دونوں کو مرکب کی کیا ضرورت۔ حضرت میر نے پوچھا ان رشتوں سے کیا مراد ہے، دہت بی بی نے کہا جو اپنے آپ سے بے نیاز ہو گئے۔ حضرت نے پوچھا تم نے اپنے آپ سے رہائی پائی ہے۔ بی بی نے کہا اگر آزاد نہ ہوتی تو آپ سے مقدس مہمانوں سے گستاخی کی جسارت کیسے کرتی۔ حضرت نے پوچھا تو بیٹھ جا اُٹھ۔ جواب دیا۔

Marfat.com

اگر نیت ہوں عورت میں لڑکی ہوں نہ لڑکا۔ اور اگر اسی کا اقرار کر رہی ہوں تو جب سے
انسانوں ہی میں شمار نہیں ہوں۔ پھر جو نکہ مرد یا عورت حضرت میر نے فرمایا
تمہیں یہ رتبہ کمال کس بات سے ملی؟ جواب دیا کہ مجھے روحانی موت سے نجات ملی
ہے۔ حضرت میر نے فرمایا، نہایت معنی خیز باتیں کرتی ہو۔ جو ہمیں مقدس مجلس کے اعتبار
سے مقدس کلام کی ہی ضرورت ہے۔ وہ بہت بڑی بی بی، اور حضرت میرؒ کا مکالمہ
بہت طویل ہے۔ آخر میں حضرت میرؒ وہ بہت بی بی کی عرفان شناسی سے بہت خوش ہوئے
کہتے ہیں اس ملاقات کے بعد ان دونوں شیخوں کے درمیان بات چلی، ایک نے کہا،
اگر میں خوش قسمت ٹھہری تو میری قبر اس جگہ ہوگی، جہاں حضرت شیخ تشریف فرما ہے
دوسری نے کہا اگر میں خوش قسمت ٹھہری تو میری قبر اس جگہ ہوگی، جہاں حضرت میرؒ
بیٹھے ہوئے تھے، اور خدا کی مرضی سے یہی بات عمل میں آئی۔ دونوں عارفائیں اور
مستورات انہی دو جگہوں پر مدفون ہیں۔

شگفتگی اور حضرت میاں عرفی

مست شباب مشہور رقاصہ اور دلفریب اداکارہ تھیں، چند شریر لوگوں نے اسے حضرت
شیخ کی آزمائش کے لئے بھیجدیا، اور خود دور سے تکتے رہے، رقاصہ اپنے انگ انگ
سے جوانی بکھیرتی غارت گری کی نیت سے چل پڑی، حضرت شیخ ان دنوں موضع
بھوکری نوشہرہ میں تشریف فرما تھے پہنچتے ہی پہنچتے ساز بج اٹھے۔ اور رقاصہ نے
عشوہ و غمزہ اور ناز و ادا کے تمام ہتھیار صرف کر دئے۔ حضرت شیخ نے ایک پُر جلال نظر سے
اس کی کایا پلٹ دی۔ اور اسے شیشے میں اپنی تصویر دیکھنے کو کہا، وہ دیکھتے ہی
بے ہوش ہوگئی۔ اس لئے کہ شوخ و شنگ البیلی جوانی کی بجائے اسے ایک کھوسٹ
بڑھیا کی تصویر نظر آتی۔ جسے دیکھتے ہی اسے ہول آگیا۔ ہوش میں آتے ہی حضرت شیخ

Marfat.com

[illegible]

ادا کی۔ تو جب شباب ہوا انہیں نوجوانی ختم ہو جانے کی، توبہ کی اور درویشیہ [illegible]

میں داخل ہو گئیں اور عبادت بندگی نفس کشی [illegible] اپنا شعار بنا لیا [illegible]

ٹے بزرگوں اور خدا دوستوں کی خدمت گزاری اور صحبت نشینی کا شرف حاصل کیا،

حضرت شیخ کے وصال کے بعد ہوتے دم تک آستانہ کے دروازے پر مجاوری کرتی رہی

اور انتقال کے بعد حضرت شیخ کی پائنتی دفن کی گئیں [illegible] ایک مثال سوزن

رشتی کے حالات میں بھی ملتی ہے۔ جہاں باندی نوف نے انہیں یہ کہہ کر آزمائش میں ڈالا

کہ خدا ان کی عبادت قبول کر سکے [illegible] ایک [illegible] ہے [illegible] ان کا زہد و اتقا

غارت کر گئی، اور [illegible] بھائی کی [illegible] ایک ہفتہ کے اندر اس

دنیا سے چل بسے، اور باندی تارک دنیا ہو گئی [illegible] باندی مرگ کی زمین

خرید کر اسے وقف رکھ لیا اور [illegible] ایک نہر کھدوائی

جسے باندی کی [illegible] کہتے ہیں۔

[illegible] بی بی

ان کے حالات زندگی بہت مختصر طور پر معلوم ہیں۔ [illegible] حضرت شیخ کی ریاضت کش اور جانباز مریدنی تھیں [illegible] دفن ہیں۔

بڑی اور چھوٹی [illegible] بی بی

دونوں حضرت شیخ [illegible]

[illegible] شریف [illegible] دفن ہیں۔

[illegible] بی بی

آپ حضرت زین الدین کے خلیفہ [illegible] آپ کا اصلی وطن

[illegible] موجودہ [illegible]

Marfat.com

طریقت کی راہوں پر گامزن ہوئیں ۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھیں ، وہ بوُھو علاقہ کھو یہامہ میں باندی پورہ کے قصبے سے آٹھ میل شمال کی طرف ایک جنگل میں معتکف تھیں کہتے ہیں کہ شیر سوار تھیں ۔ ایک دفعہ شیر نے اُن کے مرید کو پکڑ لیا حضرت بی بی نے اپنے اعتکاف گاہ سے شیر کو پکار کر کہا ، کیوں بے گناہ آدمیوں کو ستاتے ہو ۔ شیر نے آواز سُن کر اس آدمی کو چھوڑ دیا ، آپ کا مرقد موضع بوُھو میں ہی واقع ہے ۔

ریشی تحریک میں انہی عظیم عارفاؤں کی عرفان شناسی کا نتیجہ تھا کہ کشمیر کی تاریخ میں بہت ساری ایسی پاک سیرت اور نیک فطرت عورتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے سلوک وطریقت کی راہوں میں اپنی وجدانی کیفیتوں سے چراغاں کیا ، ان میں بیسرہ بی بی صاحبہ جو گامرو باندی پورہ میں آسودہ ہیں ۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کی تربیت یافتہ تھیں ، ان کے علاوہ الکھ ایشوری روپہ بھوانی ، اہلیہ رشید بب صاحبہ اور دوسری خواتین قابل ذکر ہیں ۔

Marfat.com

○ مشتاق سلطانپوری

زمانہ حال میں ریشیت کے نقوش

کشمیر کی مشہور روحانی تحریک ریشیت اور اس سے وابستہ ریشیوں کے آثار و نقوش ابتک باقی ہیں اور مدت تک باقی رہیں گے۔ ریشی تحریک یہاں کی روحانی تحریکوں میں ایک زبردست پائیدار اور موثر تحریک تھی۔ ریشی مزاج عرصہ دراز سے کشمیری لوگوں کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ تحریک اپنی منفرد نوعیت کے لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل رہی ہے۔ دوسری روحانی تحریکوں سے سامنا ہونے کے بعد یہ ان میں سے کسی تحریک سے متصادم نہیں ہوئی بلکہ ان کے مختلف اثرات جذب کرتی رہی اس کے باوجود منفرد رہی۔ اور اپنی جداگانہ حیثیت قائم رکھی۔ اس کا رشتہ بہت دور جاکر ہندوستانی ریشیت سے ملتا ہے۔ اور اس کا اتا پتا ویدوں اور اپنشدوں میں مذکور ریشیوں کے حالات میں پایا جاتا ہے۔ عرصہ دراز کے بعد اُن دونوں قسم کے ریشیوں میں صرف ایک مماثلت باقی رہی اور وہ ہے عزلت گزینی اور ریاضت شاقہ۔ کشمیری ریشیوں نے اس کے علاوہ اصلاح و تبلیغ کا کام بھی ہاتھ میں لیا اور رفاہ عام کی طرف توجہ دی [illegible] اس کی نوعیت مختلف [illegible] ریشی تحریک پر بودھ بھکشوؤں کے تجرد اور رہبانیت پسندی کا اثر بھی پڑا اور برہمنی رہبانوں کی نفس کشی اور ریاضت شاقہ کا بھی۔ اس نے مسلم صوفیاء کے ترک دنیا اور طرز عبادت کے اثرات بھی جذب کئے اور لوگوں کے کام آنے [illegible] ایسے لوگ عوام کے [illegible]

Marfat.com

نے بھی اپنے نظریات میں ارباب اقتدار اور عوامی طبقے کے انداز میں تاثرات [illegible]
بزرگ زمانہ کا سامنا ترک کی نہ لیے کسی شہزادوں اور اہل دل لوگوں کا ذکر ملتا ہے۔ جنہوں نے دنیا
داری اور خواہشات سے منہ موڑ کر ریشیت کے حلقے میں آ گئے۔ ریشی تحریک کی تعریف تو اسے ادوار میں [illegible]
جا چکی ہے۔ اس لئے ایسی ہستیوں کے متعلق نظریات کے طرز زندگی پر روشنی ڈالنا مناسب ہوگا۔
ان کی طرز زندگی سے متعلق ہمعصر کے مورخین کے بیانات کافی اہمیت رکھتے ہیں۔
یہ لوگ حقیقت کی تلاش اور خدا کی عرفان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر عزلت گزینی اختیار کر
لیتے۔ جوگ تپسیا، ریاضت شاقہ، نفس کشی اور عبادت کے دوسرے مختلف طریقوں سے گیان یا
[illegible] لوگوں کو برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور
خوف خدا کا احساس دلاتے۔ بہت سادہ زندگی بسر کرتے۔ معمولی لباس جو اکثر ایک لنگوٹی
پر مشتمل ہوتا پہنتے (اکثر ریشیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ساری عمر صرف ایک
[illegible] گودڑی) روکھا سوکھا کھاتے۔ اکثر روزہ دار رہتے اور نفس کشی کے لئے کئی بار
جنگلی سبزیاں استعمال کرتے، خواہشات کو بس میں کرتے، مذہب کے ایسے رسم و رواج
[illegible] جن سے عام لوگ [illegible] کے خلاف احتجاج کرتے، گوشت اور لذائذ سے مجتنب رہتے
[illegible] یا زیادہ سے زیادہ گھاس کی جڑیں یا خودرو پھل [illegible] عام لوگوں کی آسائش کے لئے
سڑکوں پر ثمر دار اور سایہ دار درخت لگواتے، زیارت گاہوں اور عبادت گاہوں کی تعمیر اور
مرمت کرتے۔ اپنی محنت سے روزی حاصل کرتے تھے۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے۔ گھر بار سے
دور ہو کر غاروں اور گپھاؤں میں پناہ لیتے تھے۔ یہ لوگ مغل عہد میں بھی کشمیر میں بکثرت پائے جاتے
تھے۔ ابو الفضل لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مذہبی ظاہرداری سے دور خدا کے سچے پجاری ہیں۔ کسی
فرقے کے خلاف نہیں۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے، مسافروں کے لئے پھل دار
درخت لگواتے ہیں، گوشت سے پرہیز کرتے ہیں اور تجرد کی زندگی گزارتے ہیں۔"
ریشی تحریک اور [illegible] تحریک [illegible] اب تک [illegible]

نوعیت کے لحاظ سے مختلف درجوں میں رکھا جا سکتا ہے۔

۱۔ [illegible]

۲۔ مختلف ریشیوں کی زیارت گاہوں پر حالات [illegible] اور ان کی خصوصیت

۳۔ تذکرے اور تاریخ کی کتابیں جن میں ان کے حالات مذکور ہیں

۴۔ مختلف ریشیوں کا کلام جو ان کے فکر و فلسفہ کا آئینہ بھی ہے اور مختلف ریشیوں کے بارے میں تاریخی اشارات کا کام بھی دیتا ہے۔

۵۔ لوک شاعری کا وہ حصہ [illegible] منقبت اور دوسری نظمیں۔

۶۔ ریشی قوم [illegible]

۷۔ موجودہ دور میں پائے جانے [illegible]

حضرت شیخ العالم [illegible]

اور عبادت کی جگہوں کے بارے میں [illegible] اشارے خود حضرت شیخ العالم [illegible] یہ جگہیں کشمیر میں ابھی [illegible] اب بھی موجود ہیں (جیسے [illegible]) (زلکاریشی کی جائے عبادت) موجودہ [illegible] کے [illegible] ایک جنگل۔ [illegible] میران ریشی کی [illegible] صفاپورہ [illegible] کے قریب ایک مقام [illegible] حضرت [illegible] عارف کی جائے پیدائش اب آج [illegible] کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ [illegible] جواب خشک ہو گیا ہے لیکن زیادہ مدت نہیں گذری کہ پانی سے [illegible] نام سے [illegible] موجود تھا [illegible] [illegible] اس نام سے [illegible]

حضرت شیخ العالم [illegible] سے پہلے ہونے والے ریشیوں کے بہت سے آثار تک معدوم ہیں۔ [illegible] نام سے [illegible]

ہیں ان سے متعلق دوسرے آثار جیسے کرالہ ناگ (حضرت شیخ رح کی جائے پرورش) پوشہ ٹینگ اور گوپھ بل (حضرت شیخ کی جائے عبادت) ندہر دیمر، پشِ بُتل، دو ور رزنار (ان مقامات سے حضرت شیخ مختلف وجوہات کی بنا پر وابستہ رہے) ماچیہ ناگ (جہاں انہوں نے اپنے بچوں کو بعد وفات نہلایا) اب بھی پائے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ العالم عبادت اور ریاضت کے سلسلے میں جن دوسرے مقامات سے وابستہ رہے وہ ہیں رنہ پہون جہاں اُن کی آبائی جاگیر تھی اور جہاں وہ کافی عرصہ عبادت کرتے رہے چرارشریف سے میل بھر کے فاصلہ پر وہاں پایا جانے والا پتھر (جس پر وہ سبزی کوٹ کر کھاتے تھے) وزیہ گام (بیرو کے قریب گاؤں) ہجیہ پورہ (اسی علاقے میں دوسرا گاؤں) ٹینڈ پہوم، مو کھتہ کُل، اور رُپٹن (کامراز واقع مقامات) اس کے علاوہ خود چرارشریف جہاں اُن کا مرقد مبارک ہے۔ اور جہاں اُن کے ساتھ ان کے کئی دوسرے خلفاء مدفون ہیں۔ زالوت (جہاں ان کی ملاقات حضرت میر سید محمد ہمدانی رح سے ہوئی) وغیرہ۔ یہ مقامات آج تک انہی ناموں سے مشہور ہیں۔

حضرت شیخ رح کی والدہ سدرہ ماجی کی جائے پناہ (کھی) اور اُن کی اہلیہ دید کی جائے ولادت (ڈاڈہ سر) اب بھی ضلع اننت ناگ میں پائے جاتے ہیں۔ کیموہ میں حضرت شیخ رح سے متعلق تبرکات پتھر کی ایک اوکھلی اور بٹا (جس سے وہ سبزی کوٹ کر کھاتے تھے) لکڑی کا ایک پیالہ (جس میں وہ دودھ پیا کرتے تھے) ایک عصا (جو ٹیکنے کے کام آتا تھا) اور ایک چھوٹا پیرہن (جو انہیں حضرت میر حسین سمنانی رح کی طرف سے عنایت ہوا تھا) اب تک محفوظ ہیں۔

ان کے خلفاء میں سے حضرت بابا بام الدین کی زیارت گاہ (بومہ زو) حضرت زین الدین ولی رح کی زیارت گاہ (عیش مقام) اسی جگہ ان کی عبادت گاہ (ایک غار) حضرت بابا لطیف الدین کی آرام گاہ (پوشکر بیروہ) حضرت بابا نصر الدین کا مقبرہ (چرارشریف) حضرت بابا قیام الدین ریشی کا مقبرہ (منز گام) دیوسر، اننت ناگ، حضرت بابا غلام الدین کی زیارت گاہ (بڑین) حضرت تاج الدین، بہدر الدین اور دیتی ریشی کے مقبرے (رسابل) بالکل مٹ گئے)

Marfat.com

حضرت سوزن ریشی کا مقبرہ (ٹنگرواڑی) حضرت بابا جھم ریشی ثانی کا مقبرہ (تہجوارہ) حضرت بابا تاج الدین کی زیارت گاہ (دترہ تحصیل بیروہ) بابا فیروز ریشی کی زیارت (بارپ' پرگنہ ناگام)، سدہ ریشی، زینی ریشی' فیروز ریشی کی زیارتیں (دکھل ناروا و)، بہت بی بی اور دہت بی بی کا مدفن (زالوسہ' ناگام) بابا رجب الدین اور اس کے بھائیوں کا مقام وصال (ناگہ نارن' آرگام)، بابا نوروز ریشی دوم کا آستانہ (جلکہ دریچہ ہاڑہ)، شیخ زین الدین کے خلیفے بابا بیام الدینؒ کا آستانہ (رنبوہ گلمرگ) بابا دریا الدین کا مقبرہ (رنگل) بابا حنیف الدین کا مقبرہ (مانچھہام) لدہ مل' لسنگر مل اور لدمل کی اہلیہ کی زیارت (ہندون پورہ' ہندوارہ) خواجہ بابا خلیفہ' بابا لدی گنائی کا مقبرہ (بدرہ کوٹ' ٹنگمرگ) بابا لدی کوٹر کی پناہ گاہ (بچہ کوٹ' زینہ گیر) بابا نوروز ریشی کی زیارت (نولہ پورہ) بابا نصر الدین کے خلیفہ ریپور ریشی کا مقبرہ جکور ریشی پورہ اننت ناگ — بعد کے آنے والے ریشیوں میں بابا ہردی ریشی کی زیارت (اننت ناگ)، بابا گنگی ریشی کی روانی گام' بارہمولہ) بابا نصیب الدین اور شنکر ریشی کی زیارت پنج بہاڑہ اب بھی مرجعِ خاص و عام ہیں۔ یہ ریشی تحریک کی مقبولیت پر مہرِ تصدیق ثبت کرنے والے نقوش ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے ریشیوں کی زیارتیں کشمیر کے متعدد مقامات پر پائی جاتی ہیں۔ کشمیر کا شاید ہی کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں کسی ریشی کی زیارت نہ پائی جائے۔

کئی ریشیوں کی زیارت گاہوں کے گرد و نواح میں بستی پائی جانے والی موجودہ بستیوں اور وہاں کے لوگوں میں چند روائتیں اب تک سننے میں آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت بابا داؤد خاکی کے مرید شوکر ریشی مدفون (سکلر) اور حضرت بابا شکور الدین مقبرہ (...) سولپورہ کے آستانوں سے ناگہانی آفتوں اور حادثوں کے موقعوں پر توپ داغنے کی آواز آتی تھی۔ تعجب کا مقام یہ کہ اس قسم کے سوراخ اُن کے آستانوں کی دیواروں میں اب بھی موجود ہیں۔

زیارت گاہوں کے علاوہ جن مقامات پر ان ریشیوں نے عبادت اور ریاضت کی ہے اقتدار زمانہ کے باوجود یہ مقامات اب تک محفوظ ہیں۔ وہ مقام جہاں انہوں نے گوشہ نشینی 5

Marfat.com

اختیار کی وہ پتھر جن پر بیٹھ کر انہوں نے ہوا تو بت قربِ الٰہی پایا' وہ درخت جو انہوں نے نصب کئے یا جن کے سایہ میں انہوں نے وقت گذارا' زمینوں کے وہ رقبے جو انہوں نے کاشت کئے زبانِ حال سے اُن کی بزرگی اور علوِ مرتبت ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت بابا زین الدین کی عبادت کا غار (عیش مقام) بابا حنیف الدین کی جائے عبادت واقع پہاڑ پرگنہ کھیہام، دو ایک غار بابا ستہ ریشی کی جائے عبادت (مومنہ گام بارہمولہ) میں ایک غار۔ بابا لدہ مل (ہندواں پور ہندوارہ) کی زیارت کا درخت بابا دریا الدین مدفون (کرنگل پرگنہ بھاگ) کا مقام عبادت ایک غار اور غار سے اوپر ایک بڑا پتھر وغیرہ۔

متعدد ریشیوں کی ان زیارت گاہوں پر اُن کے تبرکات بھی موجود ہیں۔ جن میں عموماً وہ گدڑیاں یا پھرن (جو وہ ریشی پہنا کرتے تھے) پانی یا دودھ پینے کے پیالے (جو عام طور پر مٹی یا مسی کے ہیں) جنگلی ساگ کوٹنے کے پتھر، ٹیکنے کے عصا، پہننے کے کھڑاؤں وغیرہ۔ ان تبرکات اُن کے طرزِ زندگی، نفس کشی اور ریاضت وغیرہ پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ یہ تبرکات بھی اصلی حالت میں موجود ہیں اور کوئی چیز نہیں بدلی گئی ہے۔

کشمیر کے ان ریشیوں کی پوری [illegible] اُن کی زیارت گاہوں یا [illegible] کے تاریخوں پر درج پائے جاتے ہیں۔ جو اپنی منفرد خصوصیات رکھتے ہیں۔ ان تحریروں سے ہم اُن کے پیغام، طرزِ عبادت و طریق زندگی، پسند و ناپسند اور فکر و فلسفے کے بارے میں تحقیقی بہت سا مواد حاصل کر سکتے ہیں۔ [illegible] کی جو روایات [illegible] اور [illegible] اب تک چلی آتی ہیں۔ اُن کا ایک [illegible] واقعات ہیں اور اُن واقعات کا [illegible] تاریخی حقائق سے [illegible] پوشیدہ اور کہیں توجہ چاہتے ہیں۔ ریشی تحریک سے وابستہ بزرگ عموماً ترکِ لحم اور ترکِ لذائذ کے حامی رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ اس حد تک گئے کہ نہ صرف خواہشات پر قابو پانے کے لئے ترکِ لذائذ سے کام لیا بلکہ اپنی خواہشات سرے سے مٹانے کے لئے اپنے نفس کو ہر طرح کی تکلیفیں دیں۔ اور اخفو چیا

Marfat.com

کے کچے چھلکے، اندرائن کا پھل اور دوسری کڑوی کسیلی چیزیں کھاتے رہتے۔ قدرتی بات یہ ہے کہ ان کی اس قسم کی نفس کشی کی یاد تازہ کرنے کے لئے انکے عرس پر ترک لذائذ کیا جاتا اور یہ سلسلہ عرصہ دراز تک ضرور چلتا رہا ہوگا۔ اب صرف یہ روایت اس حد تک قائم رہی ہے کہ کئی ریشیوں کے عرس پر گوشت نہیں پکایا جاتا یا گوشت کھا کر ان کی زیارت پر نہیں جایا جا سکتا۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خوف کا یہ جذبہ لوگوں میں قصداً پیدا کر دیا گیا ہے کہ ان دنوں جو گوشت کھائے گا نقصان اٹھائے گا۔ اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان بزرگوں سے عقیدت مندی دکھانے کے لئے یہ روایت چلی آرہی ہے۔ اور عقیدت مندوں کے لئے ایسا ہونا ہی چاہیئے۔ اس سلسلے میں فقط چند مثالیں دینا کافی ہوگا۔ حضرت بابا ہردی ریشی (اننت ناگ) کے عرس پر سات دنوں تک گوشت نہیں پکتا۔ مشہور ہے کہ [illegible] کہ اس علاقے کے لوگ جہاں کہیں بھی ہوں ان دنوں گوشت نہیں کھا سکتے۔ اور [illegible] تو گوشت کا نام تک نہیں لیں۔ بابا نصیب الدین غازی کے مرید شیخ حسن [illegible] مدفون دہار [illegible] پورہ [illegible] رہے، چونکہ [illegible] صرف بے نمک ساگ کھایا [illegible] ان کے [illegible] ساگ [illegible] دوسرے مرید شیخ حسن [illegible] بابا [illegible] کا گزارا [illegible] پکایا جاتا ہے۔ ڈولی پورہ ترہگام میں مدفون ایک ریشی حضرت ریشی بابا [illegible] صرف [illegible] کہ انہوں نے [illegible] ساگ کھایا۔ [illegible] بابا [illegible] الدین [illegible] مولی اور شلغم کا سالن ہوتا ہے۔ حضرت بابا غفور الدین مدفون [illegible] پر گوشت مچھلی وغیرہ کھا کر نہیں جایا جا سکتا۔ [illegible] ریشی کے عرس پر علاقہ بھر میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ [illegible] کشمیر میں [illegible] زمانہ میں کاہرو دیودار کی لکڑی [illegible] روشنی کی جاتی رہی ہے۔ [illegible] موم بتیوں [illegible] سے یہ کام لیا جاتا ہے۔

ریشی تحریک کے بارے میں بہت سی تفصیلات مختلف کتابوں میں ملتی ہیں اور [illegible]

Marfat.com

کتابیں اب تک موجود ہیں۔ ان کتابوں میں مختلف زبانوں میں لکھے گئے تذکرے، تاریخ کی کتابیں اور سوانحی تحریریں شامل ہیں۔ یہاں ان کتابوں کا سرسری حوالہ دینا ناموزوں نہ ہوگا۔ تذکروں میں ملا احمد کا مرآۃ الاولیا، نورنامہ (بابا اسمٰعیل زاہد) تذکرۃ العارفین (بابا علی ریبنہ تذکرۃ العارفین (بابا حیدر تولہ ملی) راحت الطالبین (خواجہ حسن قاری) چلچلۃ العارفین (خواجہ اسحاق قاری) نورنامہ (بابا نصیب الدین غازی) منہاج الریشی عربی اور اسرار الابرار (بابا داؤد مشکواتی) ریاض الاسلام (عبدالوہاب شایق) نورنامہ (بابا محمد خلیل چراروی اور نورالدین نامہ نظم و نثر (بابا کمال چراروی) تذکرۃ صالحین (محمد خلیل کھوٹہ پوری) رسالہ مقامات (بابا حاجی ادہم) تذکرہ شائقان (بابا عبدالغفور) درجات السادات (خواجہ اسحاق) خوارق السالکین (ملا احمد ہادی) فتحات کبرویہ (عبدالوہاب نوری) اور ثمرۃ الاشجار (خواجہ محمد اعظم دیدہ مری) تاریخوں میں تاریخ کشمیر (سید علی) بہارستان شاہی (سید مہدی) تاریخ کشمیر (حیدر ملک) تاریخ اعظمی (خواجہ محمد اعظم) وجیز التواریخ (ملا غلام نبی) تاریخ حسن (پیر حسن شاہ) تاریخ کشمیر (ملا خلیل مرجانپوری) تاریخ کبیر (حاجی محی الدین مسکین) تاریخ کشمیر (بیربل کاچرو) کشیر انگریزی (صوفی محی الدین) نند ریشی انگریزی (آنند کول بامزئی) اس کے علاوہ سوانح شیخ العالم (غلام محمد مغل) سوانح شیخ نورالدین (غلام محی الدین ترہنو) نند ریشی (محمد امین) نند ریشی (غلام نبی میر) سوانح شیخ العالم (انجمن تبلیغ الاسلام) گلدستہ للہ عارفہ (غلام محمد مغل) علمدار (کشمیر کلچرل آرگنائزیشن) کشمیری زبان اور شاعری (عبدالاحد آزاد) جیسی سوانحی تحریریں اردو میں اور اخبار چمن علمدار نمبر، کاشر اخبار علمدار نمبر۔ نورنامہ (محمد امین کامل) گلبن (کشمیر کلچرل آرگنائزیشن) آئینہ حق (اسداللہ آفاقی) ریشی نامہ (علی بابا کرمشور بڈگام) کشمیری زبان میں حضرت شیخ کے کلام اور ان کی حیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ حال حال میں مراز ادبی سنگم کا (نوبہ آگر) اور شعبہ شعر شناسی (شیخ العالم نہ تشند زمانہ) ریشیت اور حضرت شیخ کے بارے میں کشمیری زبان میں اچھا مواد بہم پہنچاتے ہیں۔ جناب رشید نازکی صاحب نے

Marfat.com

(ریشیت پتہ سائنز ریشی) عنوان سے اس تحریک پر ایک سیر حاصل کتاب لکھی ہے جو کشمیر یونیورسٹی کے کشمیری شعبہ کی طرف سے طباعت کے مراحل میں ہے۔

ان شواہد کے علاوہ کئی ریشیوں کا کلام جن میں خود حضرت شیخ سرفہرست ہیں۔ اس تحریک اور اس سے وابستہ ریشیوں کے بارے میں قابل ذکر حوالے مہیا کرتا ہے۔ حضرت شیخؒ نے اپنے زمانے سے پہلے کے ریشیوں میں کشمیر کے جن ریشیوں اور عارفوں کا ذکر کیا ہے ان میں زلکار ریشی، یلاس ریشی، میران ریشی، للہ عارفہ، لوکہ بون کی۔ بجی جیسے کشمیری بزرگوں کے نام آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے خلفا میں سے بھی کئی لوگوں کا نام لیا ہے اور ان کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسے ؎

زین میون اوس امرتہ گورو (میرا زین الدین چشمہ آبحیات ہے) یا نصر بابہ مئے ڈیٹھ تہ ترُوچھینہ گرتھ (بابا نصر الدین میں نے مشاہدہ کیا اب تو دیکھ لے) حضرت شیخ العالمؒ کی وفات پر ان کی مرید شام بی بی کا مشہور مرثیہ ع نُندہ سنز گوسو رُکھ موتو (نُندہ سَنز یعنی حضرت شیخ نور الدین جنت کو سُدھارے) حضرت شیخ العالم کی عقیدت میں حضرت بابا نصیب الدین کے اشعار ؎

کُمو کس شیخ نور الدینس رحؒ
نُےین نور بوز شینس تام
تواز بوز تہ فاتحس تنس
تے خبر مکہ مدینس تام

کہ وہ شیخ نور الدینؒ کو اس نور سے معمور کیا۔ یہ بات مکہ اور مدینہ تک پھیل گئی۔ کہ وہ ان پر فاتحہ پڑھیں گے۔ ریشیت کے بارے میں ان فکرو فلسفہ اور طرز بود وماند سے متعلق مختلف ریشیوں کا کلام سندی حیثیت رکھتا ہے۔ شیخ کا مقصد بیان پر شاہد ھیہ

کہ کس شیخ نور الدینس سو ل بوز نس شینس تام
دائے دائے سوے خبر مکہ مدینس تام

یتہ ووان نوزکھ درتاہا اکھ
نینگلاوان کال سمسارس
تھوٗزر تھاوکھ شکتی پراوکھ
عارفن ہیوز تھہو را وکھ

ایک جگمگاتا سا دیوتا سارے سنسار کو برباد کرتا ہے قلب کی صفائی سے تجھے شکتی ملے گی
اگر نفس کی آگ بجھا دو گے۔ حضرت للہ عارفہ فرماتی ہیں ۔

للہ بہ درائس لولرے
ژھانڈان لوسم دوہ کیہو راتھ
وچھم پنڈت پننے گرے
سے مے رٹم نچھتر ساتھ

(فرط شوق میں میں للہ نکل پڑی اور اُسے ڈھونڈتے کتنے دن اور کتنی راتیں گذر گئیں آخر اُسے اپنے ہی گھر پہ پا لیا اور وہی لمحہ گھڑی مبارک وقت میں آیا) ۔ حضرت شیخ العالمؒ فرماتے ہیں ۔

ریشی آسی پتم زمانن
رمن اوس پتھ بتہ نگہ ترنہ
منگھ کھارہن دشکہ کوشی
تیتھ سے بہن تہ بتھر واتے

ریشی تو پرانے زمانے کے ریشی ہی تھے گدڑی پہنے ہوئے یا ساگ پات کھاتے تھے جو
فاقہ کشی اور تپسیا کرتے تھے جنگلوں میں جا کر ۔ یا

کلے پتہ رم کلے سوزرم
کلے کورم سینیے بان

Marfat.com

کلمہ ہنہ ہنہ موین [illegible] رم

کلمہ [illegible] لامکان

میں نے کلمہ پڑھا اور اس کے معنی سمجھے۔ اپنا آپ [illegible] بدن ڈھالا کلمہ میرے رگ وپے میں سرایت کر گیا۔ اسی سے میں لامکان پہنچا۔ حضرت شیخ العالمؒ کے خلیفہ بابا بام الدین فرماتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس مقام پر گزاری [illegible] کتنے رفقاء میں چاہئے تو آپ کا ساتھ [illegible] بابا نصر الدین کا دوہا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] موافقت چاہتا ہے [illegible] اسی طرح [illegible] ترک دنیا کے [illegible] بتاتے ہیں [illegible] زبان [illegible] عام و خاص [illegible] شیخ [illegible] ان کے [illegible] محفوظ ہیں۔

Marfat.com

کشمیری لوگ فطرتاً خوش اعتقاد ہیں انہیں اپنے بزرگوں اور روحانی ستاروں سے گہری وابستگی رہی ہے اسی لئے کشمیر کے اکثر و بیشتر شعراء نے کشمیری اور فارسی میں نعت و مناقب لکھے ہیں۔ یہ مناقب حضرت نورالدین ریشیؒ اور ان کے خلفاء کے بارے میں ملتے ہیں۔ اور انکی درگاہوں پر پڑھے جاتے ہیں۔ صرف آج نہیں ہر زمانے میں لکھے جاتے رہیں۔ حضرت بابا نصیب الدینؒ کے اشعار کا حوالہ تو اوپر دیا گیا ہے مثال کے طور پر ایک اور حوالہ پڑھیئے :

حضرتن ژٕ تّے چھی ذِمہ کرُی ہتھ
کاشُری ساری مُٹہٕ مرٕی ہتھ
یِتھی چھِہ تتھی کاشُر غولام چانی لو
یا شیخ نورالدین نوارانی

آنحضور نے ہماری نگاہ داشت آپ کے سپرد کر رکھی ہے سارے کشمیری لوگ آپ کے ذمہ ہیں۔ ہم کشمیری جیسے بھی ہیں آپ کے غلام ہیں اے نورالدین نورانی صاحب یہ روایت اب تک چلی آرہی ہے اور مختلف اصنافِ شعر میں یہ منقبت آج بھی لکھے جاتے ہیں۔ رنجور پر کا ایک منقبت کے یہ اشعار پڑھیئے انداز لوک شاعری کا ہے۔ ؎

نادس لگے شُندٕ ریشہٕ لو
ہاوس گنڈے زوٗدشہ لو
کاشُری تہٕ کاشُر زبور آوتھ
بادتھ کمرٕ اڈٕ مکٕتے لو

اے نند ریشی میں تیرے نام پر نثار۔ میں اپنی جان کو تیری درگاہ کا یادگار نقلیں۔ وادی کشمیر اور کشمیری زبان کھو گئی ہے اور اظہار و ابلاغ نیم بسمل ہو کے رہ گیا ہے۔

مناقب کے میدان سے ہٹ کر اگر کشمیر کی لوک شاعری پر نظر ڈالی جائے تو اس کے کافی حصہ میں شیخ العالمؒ اور دوسرے ریشیوں سے عقیدت جھلکتی دکھائی دے گی۔

Marfat.com

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کشمیری لوگ ریشیت سے بہت متاثر رہے ہیں۔ کھیتوں میں کام کرتے وقت گائے جانے والے گیت ہوں یا شادی بیاہ کی تقریبوں پر چھیڑے جانے والے نغمے ہر قسم کے گیتوں میں ایسے اشارے ملتے ہیں۔ سہ

اُسی ہے آے دیدارس تہٕ لولو   وَنٕ زار علمدارس تہٕ لولو

ہم دیدار پانے آئے حضرت علمدار شیخ العالم سے فریاد کریں گے۔ سہ نورالدین صاحبس اوس داتوے۔ بوز نادہٕ وُن سوئے ییے۔ حضرت نورالدینؒ تشریف لانے والے تھے کیا وہ ہمارے نغمے نہیں سنیں گے۔ سہ

شیخ صاحب پاٹھ کوٚر پروردگارن پروردگارن   تۄندہ نور ییو وتھیہ چون تارن

حضرت شیخ نورالدین کو خدا نے پیدا کیا۔ اُس کی روشنی آسمان کے ستاروں پر پڑی۔ پہلے زمانے میں ریشی صرف اُن لوگوں کو کہا جاتا تھا۔ جو واقعی ریشی ہوتے تھے اور ایک اعلیٰ روحانی مرتبہ رکھتے تھے بعد میں عمل سے قطع نظر اُن کی آل اولاد ریشیوں کے نام سے پکاری جانے لگی یا وہ لوگ ریشی کہلائے جانے لگے جو کسی ریشی کی زیارت پر مجاور بن کر بیٹھیں۔ اس طرح یہ ایک ذات بن گئی اس ذات کے لوگ کشمیر میں کئی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ اس سے بہاں اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ ریشیت کا تصور کافی حد تک بدل گیا لوگ ظاہر کی طرف متوجہ ہوئے اور معنی سے آنکھیں موند لیں وہاں اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ ریشیت یہاں ایک زوردار تحریک رہی ہے اور یہ آثار اسی فکر و فلسفہ اور اسی تحریک کے آثار ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ ریشیوں سے [illegible] منسوب بستیاں اب تک کشمیر میں موجود ہیں۔ جیسے ریشی پورہ (چکو اننت ناگ) [illegible] پورہ (ہندوارہ بارہ مولہ اور ریشی پورہ (بڈگام) [illegible]۔

اس تحریک نے کشمیر کے تمدن پر گہرے اثرات ڈالے ہیں جن کی نشاندہی غور و فکر کے بعد ہی کی جا سکتی ہے۔ کشمیریوں کے مزاج میں سادگی، صفائی، اخوت، باہمی رواداری، [illegible] خوش اعتقادی، ریشیت اور ریشیوں کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ شہر راہ پر پانی کے [illegible] کنواں کھودنا، سایہ دار درخت لگانا، [illegible]

حضرت شیخ نورؒ کے خلیفہ بابا زین الدینؒ نے اسے رواج دیا بعد میں دوسرے لوگ پہننے لگے اور اب بھی نئے گدڑ ریشی پہنتے ہیں۔ اونی کپڑا پگڑی کی صورت میں باندھنا اسی زمانے کی یادگار ہے۔

کشمیر میں آج بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ریشی تحریک کا زندہ نمونہ ہیں۔ ریشیت ان کے طرزِ زندگی اور فکر و فلسفہ کی بنیاد ہے۔ ان میں اکثر لوگ ایسے ہیں جن کا ریشی ذات سے کوئی تعلق نہیں لیکن انہوں نے ریشیوں کے طور طریقے اپنائے ہیں۔ معمولی لباس پہننا (اکثر اونی یا سوتی کپڑے کا پھرن) سر پر ٹوپی یا رومال پاؤں میں کھڑاؤں یا گھاس کی جوتی، گھر بار تیاگ دینا، اپنی غذا خود کمانا اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا راستوں پر سایہ دار درخت لگانا غسل خانے اور بیت الخلا تعمیر کرنا مساجد کی مرمت اور تعمیر یا اولیاء اللہ کے آستانوں کی مرمت و تعمیر جدید راتیں مسجدوں یا آستانوں میں گذارنا وغیرہ۔ اس قسم کا ایک ریشی یسین صاحب کے نام سے (دار ہامہ وتر ہندوارہ) موجود ہے۔ جس نے قریب مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ ان کی سادہ گذاری اور سادگی کی جیتی جاگتی نمونہ ہے۔ دوسرا شخص منوّر صاحب ہرہامہ کپوارہ میں دستہ ریشی بابا کے آستانہ پر پایا جاتا تھا چند سال پہلے وفات پا گیا۔ یہ شخص عمر بھر مجرد رہا۔ اور خدا کی عبادت اور عوامی خدمت میں وقت گذارا۔ سال بھر روزے رکھتا تھا۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے خود محنت مزدوری کرتا تھا جھاڑ پھونک یا اسی قسم کی بدعات سے ہمیشہ دور رہا۔

ایک اور ریشی رزاق صاحب آر ودورہ بارہ مولہ کا رہنے والا ہے۔ جس نے شادی نہیں کی ہے۔ تجرد کی زندگی گذارتا ہے۔ اور اپنا سارا مال و جائیداد چھوڑ کر خدا سے لو لگائی ہے۔ کئی زیارتوں پر باغ لگائے ہیں۔ بہت سے راستوں اور عوامی جگہوں پر چنار کے درخت لگائے ہیں۔ غسل خانے پل وغیرہ بنائے ہیں کئی مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور ان دنوں اسی کام میں مصروف ہیں۔ گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں سے چندہ اور عطیات از قسم نقد و جنس اپنی پیٹھ پر لاد کر لے جاتے ہیں راتیں مسجدوں میں گذارتے ہیں۔ بہت کم اور بہت معمولی کھاتے ہیں۔ اکثر روزہ رکھتے ہیں عطیہ اور چندہ کی رقم دھیلا بھر اپنے استعمال میں نہیں لاتے مسجدوں اور زیارت گاہوں

Marfat.com

پر خرچ کرتے ہیں۔ تعویزوں اور دوسری چیزوں سے لوگوں کو جال میں پھنساتے اپنے آپ کو کسی قابل نہیں سمجھتے اسی طرح کشمیر بھر میں جانے کتنے لوگ ایسے ہوں گے، جو موجودہ زمانے کے ریشی کہلائے جا سکتے ہیں لیکن یہ کیسے ریشی ہیں نام و نمود سے انہیں کیا غرض ——— ✯✯

حضرت شیخ کی زندگی کے سرسری مطالعے سے ظاہر ہے یہ بات پوری طرح سے سمجھ میں آتی ہے کہ وہ قدم بہ قدم رسول اللہ کی سنت کے پابند تھے۔ ترک لذات اور ترک علائق مذہب اسلام میں خود حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہی سے پائے جاتے ہیں چنانچہ آپ کے عہد مقدس میں اصحاب صفہؓ کی ایک جماعت تھی جو میرے خیال میں اسلامی صوفیاء کی پہلی جماعت تھی ان کا کام عبادت اور تبلیغ کے سوا کچھ اور نہ تھا اور حضورؐ کو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا تھا۔

جو لوگ دن رات اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا کے طالب ہیں انہیں اپنے قریب سے دور نہ کیجئے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کو دیکھا کہ وہ فقر و فاقہ کے باوجود خوش دلی میں ہیں آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے اور میری امت کے ان لوگوں کے لئے جو تمہارے بعد اس صفت پر ہوں بشارت ہے کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے ———

(ترغیب ترمذی)

○ موتی لال ساقی

ریشیت کی ابتدا

آریائی تہذیب کی پھیلنے کے ساتھ ہی ہندوستان میں رشیوں اور ریشیت کا بول بالا نظر آتا ہے۔ رگ وید دنیا میں آریائی نسل کا قدیم ترین صحیفہ ہے۔ اس مقدس صحیفے سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ اس کتاب کی تخلیق سے قبل ہی ریشیت نے اپنے قدم مضبوطی سے جمائے تھے۔ رگ وید میں منتروں کے تخلیق کار رشیوں کے علاوہ متعدد ایسے رشیوں کے نام ملتے ہیں جو بہت پہلے ہو گزرے تھے۔ ہند آریائی تہذیب کے وجود میں آنے سے قبل ہی اس تہذیب نے خاصی ترقی کر لی تھی جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے آریا لوگ کافی مہذب تھے[1]۔ چنانچہ ویدوں میں کچھ قدیم نغموں کو رشیوں نے نئے نغمے نام دیا ہے جس کا مطلب نہیں نکالا جا سکتا ہے کہ رگ وید سے پہلے بھی نغموں کی خاصی تعداد موجود تھی[1]۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا بجا نظر آتا ہے کہ رشی سلسلے کی ابتدا آریائی قوم کے ہندوستان میں داخل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ اس امر کی تصدیق "ژند اوستا" سے بھی ہوتی ہے جو کہ پارسیوں کی قدیم اور تنہا مذہبی کتاب ہے۔ اس مقدس کتاب میں "کَشی" "اوشان" کا ذکر ملتا ہے۔ جنہوں نے سب سے پہلے عبادت کے لئے مقدس آگ سلگائی تھی۔ اسی شخص کو رگ وید میں "رشی" "اوشان" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ جہاں یہ اندر کا خصوصی دوست ہے۔ "اوستا" کا یہی "اوشان" "شاہنامہ فردوسی" میں کیکاوس کے نام سے بقائے دوام کے دربار میں داخل ہو گیا ہے[2]۔

---

1. INDIAN MYTH AND LEGEND - MACKENZIE PAGE: III
2. IRAN AND INDIA THROUGH THE AGES - FIRUZE. C. DAVER. PAGE: [illegible]

Marfat.com

ریشیت کا اثر قبول کرنے میں وادی سندھ کے حکمرانوں اور عوام نے بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں کی تھی، اندر، ورن اور اگنی کی پوجا کرنے والے رشیوں کا مذہب یہاں رواج پا گیا تھا اور عوام و خواص میں مقبول تھا۔۴ وڈل نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اس نے وادی سندھ سے برآمد شدہ دو مہروں پر سے دو ویدک رشیوں کاک شوتھ اور کنوا کے نام پڑھ لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔۵

وادی سندھ سے ان مہروں کی برآمدگی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس تہذیب میں بھی رشیوں اور ریشیت کا خاصا دخل رہا ہے۔ اور یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ سندھ کے لوگوں اور آریائی نسل کے لوگوں کے درمیان تہذیبی روابط کا سلسلہ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ رگ وید کی تخلیق کا زمانہ ۲۵۰۰ ق م اور ۱۵۰۰ ق م کے درمیان قرار پایا ہے۔ وڈل نے [illegible] دو رشیوں کنوا اور کاک شوتھ کے نام پڑھ لینے میں کامیابی پائی تھی اُن دونوں کا تعلق رگ وید کے قدیم ترین حصے سے [illegible] ہے۔ کاک شوتھ کا درجہ اتنا بلند تھا کہ [illegible] وید [illegible] بالا حقیقت [illegible] روپ کہا گیا ہے۔ ۵

منو اور موریہ میرے ہی روپ ہیں
میں ہی کاک شوتھ رشی ہوں
مقدس نغموں کو [illegible] کرنے والا
میں نے ہی [illegible]
مجھے دیکھو میں کوی اوشان ہوں

رگ وید

[illegible] OGICAL SURVEY OF INDIA RAI BHADUR R.P [illegible]
[illegible] INDO [illegible] Patna [illegible]

Marfat.com

ویدک انڈکس میں ہر بھجن کے تخلیق کار رشی، بھجن کے چھند اور اس دیوتا کا نام بھی درج ہے۔ جس کی شان میں مقدس نغمے کو تخلیق کیا گیا تھا۔ رگ وید کے حمدیہ نغموں میں جو فنی چابکدستی، انشاء، بندش، خیال اور الفاظ کا زیروبم ملتا ہے۔ اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک دور کی ابتدا نہیں بلکہ ایک [illegible] دور کا آخری باب ہے۔ چونکہ ان نغموں کے تخلیق کار رشی لوگ ہیں اس لئے ان لوگوں کو اولین رشی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اندر کا ورود محققین نے بابل اور اس کے نواحی علاقوں میں قرار دیا ہے۔ اندر ویدوں کا سب سے بڑا اور طاقتور دیوتا ہے۔ اگر محققین کی اس دلیل کو تسلیم کیا جائے کہ اندر کا تصور آریہ لوگ اپنے ساتھ ہی لائے تھے حالانکہ اس دلیل کو تسلیم کرنے میں کوئی امر بھی مانع نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ایشیائے کوچک سے حاصل کی گئی ایک مہر پر بھی اندر کا نام پایا گیا ہے، تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ رشیوں کی روایت آریہ لوگ اپنے ساتھ ہی ہندوستان لائے تھے۔ چونکہ رشیت کے بارے میں رشی کا کوئی تصور عام نہیں ہوا ہے۔ اس لئے ہماری نظر میں ویدک دور کے رشیوں کا [illegible] بات ٹھہرتی ہیں۔

[illegible] ویدوں میں لفظ "رشی" کے معنی کی تمام جہتوں سے بحث کی گئی ہے۔ میرے خیال میں رشی لفظ کی وضاحت ہی رشیت کے حدود کا تعین کرتی ہے۔ رشی وہ ہے جس نے برہم گیان حاصل کیا ہو۔ سچائی پر عمل پیرا، تپسیا کو اپنانے والا اور شاستروں پر عبور پانے والا شخص رشی ہے۔ جب رشی ریاضتی یوگ سے حقیقت بالا میں تحلیل ہو جاتا ہے تو اسے برہم رشی کہتے ہیں۔

پرانوں میں رشی لفظ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

THE RISI DENOTES MOVEMENT, AND SIGNIFIES THE

Marfat.com

ULTIMATE PLACE OF REST OF ALL THE JIVAS. IT SIGNIFIES, ALSO, THAT RISE HAS COME (IS BORN) OF HIS OWN WILL. THE MIND BORN SONS OF BRAHMA WERE BORN OF ISVARA HIMSELF. THEY TOOK THE PATH OF NIRRITI (RENUNCIATION OF ACTION) AND TOOK REFUGE OF THE MAHAT (I.E. DISSOLVED THEMSELVES IN THE UNIVERSAL CAUSE) THE WORD RISI MEANS SUPREME EXCELLENCE. THE SONS OF ISVARA BOTH BORN FROM HIS MIND AND THOSE BEGOTTEN BY HIM, TOOK REFUGE OF THAT GREAT MAHAT; HENCE THEY ARE CALLED PARAMARSIS.

بیان کی بنا پر رشیوں کو پانچ مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ اویکت آتما، مہاتما، [illegible] انکار آتما، جیوت آتما اور بیندری آتما۔

برگو۔ [illegible]ری۔ تری۔ انگرا۔ پلہا۔ کرتو۔ منو۔ دکش۔ وششٹ اور پلستہ یہ دس رشی ہیں جو برہما سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان دس رشیوں کو پرم رشی کہا گیا ہے۔ وہ [illegible] رشی تھے۔ ان دس رشیوں کی اولاد میں رشی [illegible]

[illegible] بیتی، [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ——— پرم رشیوں کی اولاد [illegible]

[illegible] سردھاون، وجیشور، پراشر [illegible] [illegible]

[illegible]

Marfat.com

سچائی پرعمل پیرا ہونے سے وشِ راون نے راجہ ہونے کے باوجود رشی کی پدوی حاصل کی
منتر کرتا رشیوں کی تعداد ۱۹ ہے۔ جن میں برگو، کشپ، ارُوا، جامادگنی، برِھو گڑات و
بھی آتے ہیں۔

انگرا رشی کے خاندان میں جو رشی ہوئے اُن میں بھاردواج، لکھشمن، گرگ
امبرسا، وغیرہ شامل ہیں، ان کی تعداد ۳۳ ہے۔

کشپ کے خاندان سے جو رشی ہوئے ہیں ان کو منتر کرتا ہونے کے علاوہ برہم وادی
منی بھی کہا گیا ہے۔ کشپ کے خاندان میں صرف چھ رشیوں کو برہم وادی رشی مانا گیا
باقی رشیوں کو منتر کرتا یعنی منتروں کے بانی کار رشی کہا گیا ہے۔ منتر کرتا رشیوں کی کل تعداد
۹۲ بیان کی گئی ہے۔

مختلف ویدک مکاتیبِ فکر کے بانی کار بھی رشی ہی ہوئے ہیں۔ وید کے بھجن میں
کی گئی حقیقتوں کا علم بھجن کے تخلیق کار رشی کو ہی اچھی طرح ہوتا تھا۔ کیوں کہ یہ بھجن
تپسیا اور گہرے سوچ بچار کے بعد ہی اس پر نازل ہوتا تھا۔ وہ ان سرمدی نغمو
کو اپنے بیٹے یا ششیہ تک ہی محدود رکھتا تھا۔ اس طرح ہر رشی کا کُل (خاندان)
علیحدہ ویدک سکول کے طور پر کام کرتا تھا۔ ہر ویدک سکول میں اپنا علمی سرمایہ ہوتا
یہ علمی خزانہ سینہ بہ سینہ باپ سے بیٹے یا گورو سے ششیہ کو منتقل ہو کر محفوظ رہتا تھا۔ ر
کی پدوی پانے کا حق صرف مردوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ رشیت کی راہ پر چل
خواتین نے بھی رشی کا درجہ پایا۔ جس کی زندہ مثال یاگنہ والکی کی بیوی ہے۔ اتنا ہی
سچائی کا عرفان حاصل کرنے پر نیچ ذات اور غیر آریائی لوگوں نے بھی رشی ہونے کا مرتبہ
رشیوں کا نظریہ تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو سچائی کے تقاضوں کا پابند بنا

THE CALE OF VEDAS - H.C. BOSE PAGE ...

Marfat.com

وہ ریت اور تپسیا کے سختی سے پابند تھے۔ اُن کا ذہن ہر قسم کی آلودگی سے پاک تھا، گیان اور دھیان میں مگن رہ کر ان لوگوں نے روحانیت کی آخری سرحدوں کو بھی پار کر لیا تھا۔ غور و فکر، اور روحانی پرواز کے دوران جو کچھ ان رشیوں کے من میں شبدوں کا روپ دھار لیتا اُسے وہ اندر کی آواز یا الہام سے تعبیر کرتے تھے۔ آریائی تہذیب میں رشیوں کو زبردست تعظیم اور تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سماج میں رشی کا درجہ تمام دوسرے لوگوں سے اعلیٰ اور ارفع تھا۔ راجے اور مہاراجے رشیوں کا آشیرواد اور مشورہ حاصل کرنے کے لئے اُن کے حضور میں دست بستہ حاضری دیتے تھے۔ کیوں کہ ان لوگوں کو حقیقت کا عرفان حاصل تھا۔ مگر یہ سب کچھ ہونے کے باوجود رشی لوگ بستی سے دور جھونپڑیوں میں ذکر من اور یوان کا سنگاٹ کرنے میں مست اور مگن رہتے تھے۔ دنیاوی جاہ و حشمت کے مقابلے میں عرفانِ ذات کو انہوں نے اپنی آخری منزل قرار دیا تھا۔

رشی کا درجہ پانا ویدک دور میں سب سے بڑا اعزاز تھا۔ رشیوں کا شمار اپنے دور کے عظیم رجال میں ہوتا تھا۔ رشی کی شہرت نسلاً بعد نسلاً قائم رہتی تھی۔ رشی کی آل اولاد کو بھی قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بادشاہ اور امرا رشیوں کی پیشوائی کرنا اور خراج ادا کرنا اپنے لئے باعث تحسین سمجھتے تھے۔

رشیوں کا رول مذہبی اور روحانی معاملات میں پیشوائی کرنے تک ہی محدود نہیں تھا۔ وہ ایک عظیم ہندوستانی تہذیب کے اولین معمار ہیں جس تہذیب کا دھارا ہزاروں برس سے مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود آج تک پوری آب و تاب اور دم خم سے ساتھ برابر بہتا چلا آرہا ہے۔ انسان دوستی کی دائمی قدروں کا پرچار کرکے انہوں نے لوگوں میں تخلیقی قوت کو جلا بخشی۔ ان قدروں نے ہندوستانی تہذیب کو ہر دور میں

[illegible]

Marfat.com

اہتمام کیا گیا جب کہ دوسری قوموں اور تہذیبوں کو زوال سے ہمکنار ہونا پڑا۔ ویدک تہذیب کے بانی [illegible] گوتم بھردواج [illegible] اور دوسرے رشی تھے۔ اسی طرح زمانہ شجاعت کی تہذیب کی طرح ڈالنے والا ویاس رشی ہے۔ ویاس جسے کرشن دویپاین بھی کہا جاتا ہے زمانہ شجاعت میں تہذیبی احیائے نو کا علم بردار تھا۔ حالات اور واقعات کی روشنی میں ویدک تہذیب میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں تاکہ یہ زمانہ کی ضرورت سے اور عوامی ضروریات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس تبدیلی اور احیائے نو میں ویاس کا کردار بہت ہی اہم ہے۔ چنانچہ اسی اہمیت اور عظمت کی بنا پر ویاس کو [illegible] قرار دیا گیا۔

ہندوستانی تہذیب میں گوناگونی کے باوجود جو اندرونی اتحاد کار فرما ہے اس کا سہرا بھی عہد قدیم کے دو عظیم رشیوں والمیکی اور ویاس کے سر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قدیم رشی بیک وقت صاحب دل، صاحب نظر اور صاحب قلم بھی ہوتے تھے۔ آریائی تہذیب میں دولت کے مقابلے میں گیان کو برتری حاصل تھی۔ کیونکہ اس تہذیب کے بانی اور رشیوں کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ علم اور گیان کو جو عظمت حاصل ہے۔ اس کے مقابلے میں دولت اور دنیاداری محض عارضی چیزیں ہیں۔ مہابھارت اور رامائن لکھ کر ویاس اور والمیکی نے نہ صرف روحِ عصر اور تاریخی واقعات کو قلم بند کر دیا بلکہ یکجہتی اور بنیادی اتحاد کا وہ راستہ بھی ہموار کر دیا جس کی بدولت دنیا کے [illegible] کو ہمارے ملک میں پناہ لینے کے مواقع حاصل ہو گئے۔

ہمارے قدیم رشیوں نے جس وقت [illegible] کے شبدوں میں [illegible] "یہ سب کچھ برہما کا روپ ہے" اسی وقت [illegible] زندہ ہو گئے [illegible] جس میں دنیا کے تمام عقیدوں کو ماننے والوں کے لئے [illegible] ممکن ہو سکا [illegible] رشیوں نے [illegible] برادری اور بھائی چارہ

Marfat.com

کی تعلیمات روشن [illegible] کر دیا [illegible] صدیوں سے ہماری تہذیب کو روشنی حاصل ہوتی رہی ۔

ریشیت کی بنیاد میری نظر میں عرفانِ ذات کے ساتھ ساتھ امن اور آشتی کے ساتھ تمام لوگوں کے لئے مل جل کر مواقع فراہم کرنا ہے ۔ ریشیت [illegible] آج کی [illegible] ایک اصطلاح ہے مگر اس کی روح صدیوں سے برابر کارفرما ہے ۔

میری نظر میں تمام ہندوستانی فلسفہ ریشیت کا فلسفہ ہے کیونکہ [illegible] اپنے آپ کو سمجھنے کی آواز نمایاں آواز ہے ۔ "ریشیت" جیسا کہ کشمیری [illegible] "ریشیت" ہے ، ایک ایسی پُرامن زندگی کا تصور ہے جس میں فرد کو عرفانِ ذات کے ساتھ اپنی سماجی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہونا چاہئے ۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ریشیت زندگی سے فرار ہے مگر واقعات [illegible] ریشیت کی تعلیم دینے والے رشیوں نے [illegible] کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا [illegible] وید میں جن سات بادشاہوں کی لڑائی کا ذکر کیا گیا ہے وہاں رشی بھی میدانِ جنگ میں نظر آتے ہیں ۔ جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ رشی [illegible] چنانچہ [illegible] کی قربانی اور [illegible] رسم پرستوں اور رشیوں میں کافی [illegible] اختلاف [illegible] رشی ان دونوں رسموں کو ختم کرنے کے [illegible] قدیم رشی روحانیت کی بلندیوں پر پرواز کرنے کے علاوہ جنگ و جدل کے فن میں بھی [illegible] روزگار ہوتے تھے ۔ [illegible] فنِ حرب کی تربیت دینے والوں میں [illegible] اور [illegible] تھے ۔ [illegible] قدیم رشی [illegible] بڑے بڑے [illegible] اور اپنے [illegible] باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے ۔

[illegible] زمانے میں رشیوں [illegible] اور [illegible] دیکھا جاتا ہے [illegible] قدیم [illegible] رشیوں کے [illegible]

[illegible]

"اتھروید" کا نام اتھرون رشی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح مختلف اپنشدوں کے نام بھی رشیوں کے نام پر ہی رکھے گئے ہیں۔

ہندوستان کی سرزمین پر جو فکری اور ذہنی انقلابات آتے رہے اُن تمام انقلابات کے پیچھے رشیوں کا ذہن کام کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم بادشاہوں کے نام تک کہیں سننے میں نہیں آتے مگر رشیوں کا ذکر بار بار ہوتا رہا ہے۔ ہندوستان میں فکری اور ذہنی انقلاب پیدا کرنے والے تمام مکاتیبِ فکر کے بانی کار رشی ہی ہیں۔ یہاں تک کہ نغمہ خداوندی شریمد بھگوت گیتا بھی ویاس رشی کی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے۔ "اشٹانگ یوگ" جس نے کہ آج بھی ساری دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے اُس کا مصنف بھی ایک رشی مہرشی پاتن جلی ہے۔

زندگی اور موت کے بارے میں قدیم رشیوں کا رویہ مثبت تھا۔ وہ زندگی کی حد بندیوں اور کشمکش سے بخوبی واقف تھے۔ دائمی قوانین، سچائی اور بالا حقیقت کے بارے میں اُن کا اندازِ نظر بڑا ہی نپا تلا اور نکھرا تھا۔ اُن کو کائنات کی رنگا رنگی اور حسنِ فطرت میں حقیقتِ عظیم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ حسن کی اس دلفریبی اور دلنوازی سے ان کی آتما محبت کا ایک اتھاہ سمندر بن جاتا تھا۔ محبت کا یہی احساس گیتوں، نغموں اور اٹل سچائی کے اقوال کے روپ میں پھوٹ پڑتا۔ ان تمام چیزوں میں الہام کی سی کیفیت ہوتی تھی۔

اہم رول اور اہم مرتبہ ہونے کی بنا پر ویدوں میں رشیوں کو مختلف القاب دیئے گئے ہیں مثلاً جار تری (نغمہ سنج) کارو (لفظوں کا مصور) رشی (صاحب دل و نظر) وپرا (جسے الہام ہو) ودھرا (بیدار ذہن ہونا/ عقل مند) وغیرہ ـــــ ان واقعات کے علاوہ تمام فنون اور فنونِ لطیفہ کے بانی کار رشی ہی ہوئے ہیں۔ رقص و ناٹیہ کلا کا موجد بھرت منی ہے۔ سنگیت کا موجد نارد رشی تھا۔
رشیت میرے خیال میں ہندوستانی تہذیب، فلسفے، ورنہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ رشیت اُن کمالات سے عبارت ہے جن باتوں کا اظہار رشیوں نے مختلف اوقات پر کیا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ رشیت میں رشیوں نے اکثر [illegible] زور دیا ہے [illegible] کو بھی

Marfat.com

نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

رشیوں کا سلسلہ ویدک دور اور زمانہ تجارت تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس کا دھارا اب بھی برابر بہتا رہا ہے۔ تمام پورانوں کے مصنف بھی رشی ہی ہوئے ہیں۔ زمانہ حال میں بھی مہرشی رمن اور مہرشی ٹیگور تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

کشمیر میں رشیت کی ابتدا میرے خیال میں آریائی تہذیب کے ساتھ ہی ہوئی ہوگی۔ رگ وید میں دستا اور چندر بھاگا کا ذکر ملتا ہے جبکہ گنگا اور جمنا کا اس میں ذکر تک نہیں۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ آریا لوگ وسطی ہندوستان میں پہنچنے سے پہلے ہی کشمیر پہنچ گئے تھے۔ ویدوں میں کشمیر کے ایک علاقے مریو واڈون کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آریائی تہذیب جسکے بانی کار رشی تھے کشمیر میں اپنے پاؤں بہت پہلے جما چکی ہے۔ نیل مت پوران میں متعدد رشیوں کے نام درج ہونے کے علاوہ یہ معنی خیز سطور بھی ہماری نظر سے گزرتی ہیں: "رشی جن کی دولت تپسیا ہے انہوں نے یہاں اپنے اپنے آشرم تعمیر کئے" نیل مت اور راج ترنگنی کے مطالعے سے اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ ستی سر سے پانی نکالنے کے بعد کشپ رشی نے باہر کے برہمنوں کو لاکر یہاں بسا دیا۔ کشپ چونکہ خود برہمن تھا اور اسکو پرجاپتی کا درجہ بھی حاصل تھا۔ اس لئے اس نے اپنی ہی ذات کے برہمنوں کو یہاں پر بسا دیا ہوگا۔

اس بات کی تصدیق کشمیری پنڈتوں کے گوتروں پر غور کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ کشمیر کے پنڈتوں کا سلسلہ نسب جن رشیوں سے جا ملتا ہے۔ ان میں بھاردواج، دششٹ، بھارگو، اتری، دتیہ، کوشک، دتاترے، [illegible] والمک، سندیائے، اوگاشکی، پراشر اور کشپ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب رشی ویدک رشی ہیں جن کی اولاد کشمیر میں آباد ہو گئی تھی۔ کشمیری پنڈت کل ملاکر ۱۹۹ گوتروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر گوتر کے لوگ اپنا سلسلہ نسب کسی خاص رشی سے جوڑتے ہیں جس کی نشاندہی [illegible] موزوں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس بات کی تصدیق [illegible] برہمنوں کی طرح کشمیری پنڈت بھی خالص آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

Marfat.com

کشمیر میں ایسے بھی مقامات ہیں جو رشیوں کے نام سے منسوب ہیں۔ ونستا کے منبع سے ذرا نیچے واقع چشمے "سپت رشی چشموں" کے نام سے موسوم ہیں۔ خود سارے کشمیر کو رشی بھومی اور کشمیری میں "ریش وآر" کہا جاتا ہے۔ ان حقایق کو نظر میں رکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر کے رشی مسلک کا تعلق ویدک رشیوں سے ملتا ہے۔ جس کی تصدیق "رشی نامے" ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ **

" شیخ العالمؒ کی تلاشِ ذات کا مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے — یہ ایک تارک الدنیا شخص کا کم کوشانہ ذہنی رویہ نہیں جو گرد و پیش کی جارحیت یا سختی کی تاب نہ لا کر ذات کے حصاروں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا تو اُن پر زندگی سے فراریت کا الزام لگانا دشوار نہ تھا اور ادبی ناقد اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ شیخ العالمؒ کا داخلی رویہ اپنی زندگی اور عہد کو برتنے اور سہنے کے مثبت ردِ عمل کا آئینہ ہے۔ انہیں اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینا پڑی ہے۔ اس کا ثبوت تیاگ کا وہ تپا دینے اور پگھلا دینے والا عمل ہے۔ جس سے وہ گزرے ہیں کیتے ہیں "موت سے پہلے ہی مر جانا گیان ہے"۔

ڈاکٹر حامدی کاشمیری

○ سرؤسُل پوٹیرُ

ریشیت اور رہبانیت

ما ز آغاز و ز انجام جہاں بے خبریم
اوّل و آخر این کہنہ کتاب افتادہ است

ازل و ابد کی پُراسراریت اور کائناتِ رنگ و بُو کی لامتناہی نیرنگیاں موضوعی اور معروضی دونوں لحاظ سے نوعِ انسانی کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہیں۔ سائنس ہو یا مذہب فلسفہ ہو یا منطق رہروانِ جادۂ عشق کو جہانِ بوقلموں کی ابتدا و انتہا سے کوئی غرض نہیں کیونکہ اقلیمِ عشق کی سرحدیں لامحدود ہیں اور طائرِ سوز و وجدان کو سیمیائی فضاؤں کی وسعتوں کو پھاندتے ہوئے مسلسل محوِ پرواز رہتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ۔ ؎

ہے گرمئ آدم سے ہنگامۂ عالم گرم
سورج بھی تماشائی، تارے بھی تماشائی

خالقِ کائنات کا شاہکار بنی آدم ہے، شاید اسی لئے تخلیقِ آدم پر عزازیل کو اُسے سجدہ کرنے کو کہا گیا تھا، جس سے وہ انکاری ہوا اور تا ابد مردود۔ آدم کو بہشت ازل میں شجرِ ہوس کے قریب جانے سے ممانعت کی گئی۔ لیکن ابلیس اپنا کام کر گیا اور بہشت سے نکلوانے میں کامیاب ہوا۔ جب سے یہ دونوں ابلیس و آدم باہم دست و گریباں ہیں۔ نیکی و بدی کا یہی ازلی اور فطری تصادم اہلِ دانش و اہلِ قدر وں کی جان ہے۔ شاید اسی

Marfat.com

لئے علامہ اقبال نے ایک جگہ فرمایا ہے ؎

اُے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر
مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے میرا

زندگی ایک جہدِ مسلسل ہے، اسے جب ہی کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے کہ جب من بدن کی خواہشاتِ نفسانی کی آماجگاہ کو اپنے بس میں کیا جائے اور اپنی سیمیائی متصادم اور پراسرار ذات میں مضمر ابدی نور کی شعاعوں کو قابو کیا جائے۔ عرفانِ ذات کا یہی فطری جذبہ ہے، جو انسان کو حسنِ خلق، تہذیبِ نفس، تدبر و تحمل، زہد و اتقا جیسے انسانی صفات کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ جس سے آج تک ہماری دنیا کا سارا نظام انتشار و انفعال سے بچت آیا ہے، اس بات سے قطع نظر کہ مختلف ادوار میں ہماری کج فہمی و کج بینی کی وجہ سے بنی نوع انسان کے قدم لڑکھڑائے لیکن پھر بھی یہ کارواں آگے ہی بڑھتا گیا اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا، باوجود اس تلخ حقیقت کے بھی کثرتِ تعبیر سے خودنگری کے حسین و جمیل خواب کے منتشر ہونے کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔ ؎

وہ اور آرائشِ خمِ کاکُل میں اور اندیشہ ہائے دور و دراز

برصغیر ہند مختلف تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ یہیں سے علم و دانش کے ابتدائی سرچشمے پھوٹے، یونان پہنچتے پہنچتے عرب جا پہنچے۔ اُپنشدوں، ویدوں، پورانوں اور بدھ مت کے چشمے یہیں سے اُبلے۔ سکھ مت کی آبیاری بھی یہیں ہوئی۔ اشاعت اسلام سے یہاں کی تہذیب و ثقافت اور مدنیت کو نئی جہتیں عطا ہوئیں۔

ترکِ لذات کا سلسلہ بہت قدیم نہ سہی لیکن جوں جوں انسان کو آدابِ مدنیت آئے توں توں تہذیبِ نفس کے اعلیٰ معیاروں نے جنم لیا۔ عہدِ بربریت میں بھی متنوع قربانیوں

Marfat.com

کے ذریعہ انسان اپنے تئیں فطرت میں سے تراشے بتوں اور خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ دنیا کی مہذب قوموں کے دیو مالائی ادب کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح گوناگوں و مافوق الفطری کردار تخلیق کر کے سیماب طبیعت انسان نے سکونِ قلب حاصل کرنے کی ان تھک کوششیں کی ہیں۔ انسان نے سب سے پہلے گپھاؤں، درختوں اور پتھروں کی چھاؤں میں مزاجِ فطرت کی سفاک نیرنگیوں سے بچنے کے لئے پناہ لی۔ مدنیت کے آداب سیکھنے کے بعد اُس نے بستیاں بسائیں اور پھر گپھاؤں، جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لی تاکہ وہ مہذب بنے اور خالقِ کل کی پیدا کردہ دنیا کو انتشار و اضطراب سے بچایا جا سکے۔ انسان زاہدوں، عابدوں، قلندروں اور راہبوں کو "بابا" کے محبوب و مرغوب نام سے پکارتا آیا ہے۔ "بابا" کا لقب اپنا سفر کہاں شروع کرتا ہے۔ یہ بتانا قدرے مشکل ہے۔ کیونکہ اسے بیک وقت کلیسا کے پادریوں سے لیکر ہمارے یوگیوں اور سنیاسیوں کے لئے برتا گیا ہے۔ سنسکرت میں اس کا مصدر "دپرا" یا "وپرہ" دکھایا گیا ہے۔ رِشی بھی اصلاً سنسکرت لفظ ہے جس کے معانی تارکِ دنیا عابد اور تلاشِ حق میں ہمہ تن ریاض کے ہیں۔ اب یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ رشیت اُس عارفانہ زہد و اتقا اور وجدانِ ربانی میں سرمستی کے ہیں، جسے عرفانِ ذات اور خالقِ کائنات کُل کے صفات سے قربت نصیب ہو۔ ہندوستان میں سادھوؤں اور رشیوں کے قطعۂ دلپذیر کو آج بھی آشرم کا نام دیا جاتا ہے۔ یہی وہ آشرم ہیں جنہیں ہندوستان کے ذہنی و روحانی سفر میں سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ جنگلوں اور دلپذیر پہاڑی خلوت گاہوں کی اہمیت بھی مسلم ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں کہا گیا ہے :۔

"THE ĀSRAMAS OF RSIS WERE THE CENTERES FOR DEVELOPMENT OF PHILOSPHICAL THOUGHT

Marfat.com

IN INDIA ....!

"THE PART PLAYED BY THE FOREST IN THE EVOLUTION OF INDIAN THOUGHT HAS DESERVEDLY RECEIVED RECOGNITION IN MODERN TIMES".[1]

اُدھر نیل مت پوران میں اسی بات کو یوں بیان کیا گیا ہے ۔ کہ جلو بھوک مٹ جانے اور "ستی سر" کے خشک ہونے کے بعد یہاں کشمیر میں ناگاؤں کے مروجہ رسوم کے مطابق مندر اور استھاپن تعمیر ہوئے ۔ رشیوں منیوں کے متاع بے بہا یعنی تزکیہ نفس سے متعلق صریح اشارے بھی وضاحت طلب نہیں :-

"AFTERWORDS, OTHER GODS, ERECTED THEIR HERMITAGES, EACH ONE SEPARATELY, IN THE LAKE OR ON THE WATERLESS PLACE. THE SAGES WHOSE WEALTH IS PENANCE ERECTED HERMITAGES, AND THE RIVERS CREATED SEVERL PLACES OF PILGRIMAGE. SO DID THE GAUDHARVAS, THE APASARAS THE TAKSAS AND THE MOUNTAIN KINGS ALONG WITH THE GUHYAKAS".[2]

قدرت نے کشمیر کی وادی گلپوش و رشک جنت قطعہ ارضی کو فلک بوس پہاڑوں مرغزار

---

1. HISTORY OF PHILOSOPHY EASTERN AND WESTERN.

2. THE NILAMATA PURANA : VOL II : P : 51.

Marfat.com

برف پوش چوٹیوں اور جنگلوں سے اس طرح گھیرے رکھا ہے کہ صانعِ ازل نے اسے عبادت گزاری اور خدا شناسی کا قطعۂ دلپذیر چنا ہو۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسے پہلے شیو بھومی، پھر بودھی ستوہ استھاپن اور اب رشی باڑی یا پیر باڑی (ریشی واٗر، پیر واٗر) ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

کنشک کے عہد میں یہاں چوتھی بودھ کونسل منعقد ہوئی اور مہاتما گوتم بدھ کے زریں اقوال کو سنسکرت زبان میں تفسیر کے ساتھ جاری کیا گیا۔ یہ اقوال تانبے کی تختیوں پر کندہ کرائے گئے۔ ناگ ارجن، ناگ سین و دیگر ایسے بودھ مفکرین کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ بودھ بھکشو یہیں سے بودھ صداقت و عرفان کا ابرِ گوہر بار بن کر چین و دیگر ممالک پہ خوب برسے۔

ان سیماب پا شخصیات میں کمارا جیوا، دھرم متر، گنہ درمن، بدھیا یاترا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے یہاں سے اٹھ کر دور دور تک عرفان کی فضاؤں میں اپنے روحانی کمالات بکھیر دیئے۔ چنانچہ کشمیر کی علمی سیاحت کو عزت و توقیر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جس کے بغیر تحصیل علم و آگہی کو نامکمل سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے اپنے تبحرِ علمی کو بڑھانے کے لئے چین ین، چی مانگ، فاہیان، ہیون سانگ سوان ہے اور او کانگ ساتویں، آٹھویں صدی کے آس پاس یہاں تشریف لائے ہیں اور یہاں کی مدنی، معاشرتی اور مذہبی زندگی کا بغور جائزہ لیتے ہیں ——— اسی دوران یہاں (کشمیر میں) شیومت کی تجدید شروع ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ سرکاری عدم سرپرستی کی وجہ سے بدھ مت کا زور گھٹنے لگتا ہے، نویں صدی عیسوی میں واسوگپت شیوسوتروں سے کشمیری جدید شیومت کی بنیاد ڈالتا ہے۔ جس پر بھٹ کلٹ، سوانند ابھنوگپت، اُپتل دیو اپنی ذہانت و خلاقی سے اپنے روحانی تصورات کی بلند و رفیع عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ کشمیر شیومت کی تجدید میں بدھ مت کو بڑا دخل ہے کیونکہ اس کی برکات سے ذات پات کی غیر فطری درجہ بندی سے پناہ دامن چھڑانے کی جرأت ہوئی۔ کیوں کہ بدھ مت

Marfat.com

کی اساس ہی انسانی مساوات پر ہے۔ اس نے عبادات میں روا رکھے گئے بندھنوں کو بھی توڑا اور مایاواد سے بھی نجات پائی۔ یہ کچھ ایسے اقدام تھے جو یہاں کی بودھ آبادی کو قابلِ قبول ہوسکتے تھے۔ کشمیر شیومت کثرت سے وحدت کی طرف بڑھا اور ادویت واد (MONOISM) کی بنیادیں استوار ہوئیں جس کے عناصر ترکیبی اگمہ شاستر، سپند شاستر اور پرتیہ بھجنیا شاستر کہلاتے ہیں۔ زندگی کے آخری ایام میں ابھنوگپت آچاریہ جنہیں کشمیر شیومت کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنہیں فلسفی اور مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ ناٹیہ شاستر کے مفسر کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ اپنے بارہ سو چیلوں سمیت بیرو کی گپھا کی راہ دنیا کو چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ چین، ایران وعرب کے ساتھ کشمیر کے رشتے تجارت وسیاحت کی حدود تک قایم تو تھے ہی، لیکن چودھویں صدی عیسوی تک یہ تعلقات سیاسی اور معاشرتی سطح تک اتنے بڑھے کہ یہاں کے سازگار ماحول میں اشاعتِ اسلام کا سلسلہ زور وشور سے شروع ہوا، اور والیٔ تبت کا شہزادہ رینچن، سید شرف الدین بلبل رح کے ہاتھوں دائرۂ اسلام میں آیا۔ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ شیومت اکثریت کا مذہب نہیں بلکہ یہ ایک برہمن طبقہ تک محدود تھا۔ جس کی وجہ سے دائرہ اسلام میں پہلے پہل نادار بودھوں اور پسماندہ ذاتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شمولیت کی۔ سید شرف الدین بلبل رح نے اپنے زورِ بیان حسنِ کلام وحسنِ اخلاق سے اسلام کی روح پرور تحریک کو شاہی محلات میں پہنچا دیا۔ اور حضرت شاہِ ہمدان رح نے اسے وادی کے دور دراز علاقوں تک عام کیا۔ لیکن ان سے قبل جن کشیری مبلغوں نے تبلیغ کا کام ہاتھ میں لیا تھا، ان میں سے اکثر گمنامی کے عالم میں ہی رہے۔ مگر ریشیت کے مسلک پر رہ کر اپنی زندگی گزاری۔

علم تصوف کی تاریخ میں بھی بہت سے حوالے ایسے درج ہیں۔ جن سے ہمارے مورخ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مادی لذات سے کنارہ کش ہو کر عرفان حاصل کرنا بہت آسان

Marfat.com

چناں چہ عہدِ نبویؐ میں کبھی اصحاب صُفہ کی اور کبھی جناب آنحضور صلعم کے باطنی مصاحبین کی سی زاہدانہ زندگی بطور ثبوت پیش کی جاتی ہے۔ بلال حبشیؓ، بلال رومیؓ سلمانِ فارسیؓ اور اویس قرنیؒ کے طریقۂ سلوک سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ریشیت اصل میں قرونِ اولیٰ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب ہم اموی عہدِ حکومت سے عباسی خلفاء کے ابتدائی دور پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کے صوفیائے کرام اگرچہ کلیتاً "تارک الدنیا" نہ تھے لیکن پھر بھی وہ عام طور دنیاوی جاہ وحشم سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ انہی فیوض وبرکات کا نتیجہ ہے کہ اکثر ایشائی اور افریقی ملکوں میں اسلام کی مشعل روشن ہوئی۔ مسٹر آرنلڈ کی شہرۂ آفاق کتاب **PREACHING OF ISLAM** کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ کہ لوگوں کے رشد و ہدایت کے لئے جو رول شہنشاہوں کی تلواروں اور عسکریت و دبدبے سے ادا نہ ہوسکا۔ وہ اولیائے اسلام نے محض اپنے خلوص، اخلاق، اور بے لوث نفس کشی سے آسانی کے ساتھ کر۔ دکھایا۔

ہر قوم کا اپنا مزاج ہوتا ہے، جو اپنا الگ تاریخی، لسانی اور تمدنی پس منظر ئے ہوتا ہے۔ قبل از اسلام یہاں کے غیر مسلم بزرگ ہستیوں کو "رشی" کے پیارے نام سے پکارنے کا چلن قدیم ہے، کشمیری تاریخ کی شروعات ہی کشپ رشی کے نام سے ہوتی ہیں۔ یہاں کے رشیوں کے تین گروہ تھے، اول دیورشی، دوم برہم رشی، سوئم راجہ رشی یا رازہ رشی۔ اس لئے فروغ اسلام کے بعد۔ یہاں مسلمانوں کی بزرگ ترین ہستیاں بھی رشی کہلاتی ہیں[1]۔ یوں تو شیخ نورالدین ریشیؒ سے پہلے بھی تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری تھا لیکن ریشیت کو نئی جہتیں عطا کرنے میں اُن کی دیوپیکر شخصیت اولیت رکھتی ہے، وہ اس لئے کہ انہوں نے

[1] ابتدائی ریشی سلسلے کا ایک تاریخی جائزہ۔ پروفیسر محی الدین حاجنی۔ ملار صفحہ ۲-۳-۲-

Marfat.com

اسلامی تعلیمات کو اپنے عارفانہ کلام سے لوگوں کے دلوں میں جاگزین کیا۔

لارھبانیۃ فی الاسلام: اسلام میں رہبانیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں پیغمبر آخرالزماں، ختم المرسلین کی حیات طیبہ جہد و عمل، زہد و اتقا حسن عمل و حسن خلق کا اعلیٰ ترین مرقع ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت سے نہ پھیلتا۔ قرآن کریم میں اپنے نفس پر فطری بساط سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے کی تاکید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ہم کسی پر اس کی بساط سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور نہ ہی تمہیں اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ اذیت دینی چاہیئے، یہ وہ بنیادی فرق ہے جو اسلام کے فطری تصور حیات کو اجاگر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کی جملہ مخفی و آشکار انعمتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے انتھک جدوجہد کی ترغیب دیتا ہے رزق حلال کو عشق خداوندی و مہذب زندگی کے لئے اولیت دی گئی ہے۔ دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنا اسلام کی بنیادی روح کے عین منافی ہے، چہ جائیکہ کوئی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور محبت الٰہی کا دعویٰ کرے۔ ازدواجی زندگی سے کلیتاً کنارہ کش ہونے کے لئے بھی کوئی جواز نہیں۔ ہاں تو نفسانی خواہشات، بہیمی صفات کو اپنے بس میں کرنے کے لئے نماز، روزہ وغیرہ جیسے اسلامی مبادیات کو لازم قرار دیا گیا ہے، عبادت الٰہی کے ساتھ ساتھ اطاعت رسول بھی ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

یا محمدؐ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر خدا کے ساتھ تمہاری محبت کا دعویٰ سچا ہے تو میری تابعداری کرو۔

قرآن کریم کی دوسری سورہ کی پہلی آیت ہی خدا سے ڈرنے اور متقی بننے کی طرف صریح اشارہ کرتی ہے۔ الٓمّٓ (۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲) الٓمّٓ (۱) یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں کہ (کلام خدا ہے) خدا سے ڈرنے والوں کی رہنما ہے (۲)۔

Marfat.com

(۱) حقانیتِ الٰہی سے قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ پارۂ عمّ۔ البیّنۃ۔ آیۃ (۵) یعنی لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ اخلاصِ عمل کے ساتھ اللہ کی بندگی اختیار کریں"۔ (اور ایک سو ہوکر) نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، یہی سچا دین ہے۔ اس سے یہ مُراد نہ لیا جائے کہ دُنیوی اور عملی زندگی (جس میں رضائے الٰہی شامل ہو) سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ ہاں تو جاہ و حشم، مال و اولاد، عیش و تنعم کے ساتھ انضمام و انہماک سے احتراز بھی لازم ہے۔ خشوع و خضوع کے بارے میں حدیثِ نبویؐ ہے کہ "نماز اس طرح پڑھو کہ گویا تم دنیا سے جا رہے ہو"۔

پارۂ عمّ، سورۂ "عبس" میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یوں مخاطب ہے "اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔ (آیات ۔ ۴۰ ۔ ۴۱)۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۰)
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۴۱)

یہ ہے اس ریشیت کا تاریخی، تمدنی اور امتزاجی لیکن اجمالی پس منظر جس کے میر کارواں شمس العارفین حضرت شیخ نورالدین ولیؒ ہیں اور جن کی حیاتِ طیبہ ریشیت و اسلامی زہد و اتقا کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ "سیروا فی الارض" کے قائل رہے، انہوں نے کہیں اپنا ٹھکانا نہ بنایا۔ ٹھکانا بناتے تو ایک ہی جگہ رہنے والی رحمت کی دھارا کی فطرت کے خلاف عمل کہلاتا۔ ان کے سیمابی نقشِ پا ہر طرف بکھرے ہیں، جو آفتاب و مہتاب بن کر ہماری تاریک راہوں کو منور کئے ہوئے

Marfat.com

میں۔ حضرتِ شیخ کی عارفانہ و مجتہدانہ افتادِ طبع ہر رکاوٹ کو پھاندتی، روندتی چلی، انہوں نے ممتا کو ٹھکرایا، پدرانہ شفقت کو آڑے آنے نہ دیا، ازدواجی زندگی سے دامن جھاڑا اور جادۂ عشق کی طرف والہانہ بڑھے۔ شیو یوگی لل دید بھی اسی ڈگر پر چل کر ذاتِ کل سے جا ملی تھیں۔ چنانچہ وہ خود بھی ایسے ہی جامِ معرفت کے لئے اللہ تبارک اللہ کے سامنے دستِ سوال بلند کرتے ہیں۔ اُن کی دعا قبول ہوئی اور وہ بھی منزلِ عشق کو جا لیے۔

رہرواں را خستگیٔ راہ نیست
عشق ہمراہ است وہم خود منزل است

رہے خامکارانِ راہِ محبت، نام کے سنت سادھو، نفس پرست اور بوالہوس صوفی و مُلّا، ان کے بارے میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

بر سماع راست ہر کس چیر نیست
طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست

○

○ نور محمد بٹ

شیخ العالمؒ۔ قافلہ سالارِ ریشیت

شیخ العالمؒ کو سرتاجِ ریشیاں کہا جاتا ہے۔ اس دعویٰ کی سب سے بڑی وجہ لوگوں کا ان کے تئیں بے پناہ اظہارِ عقیدت ہے۔ یہ عقیدت اتنی صدیاں گذرنے کے بعد بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ گہری ہوتی جارہی ہے۔ لیکن عوامی پذیرائی کسی شے کو کھرا اور کھوٹا سمجھنے کے لئے کافی نہیں۔ ایک پیر و عوام کی نظروں میں کتنا ہی بھلا اور دل پسند کیوں نہ ہو۔ اگر اس کے معتقد جو اس میدان کے مرد ہوں اس کو خاطر میں نہ لائیں اور اس کے اوصاف کو اوصافِ حمیدہ کے نام سے نہ پکاریں تو وہ پیروں کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتا۔ شیخ العالم کو اپنے وقت کے شاہانِ حق میں ممتاز و منفرد حیثیت سے پرکھنے کے لئے منجملہ دیگر امور کے تواریخی ماخذ کا سہارا لینا بھی ضروری ہے۔ چاہے یہ ماخذ کتنا ہی دھندلا کیوں نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ نویس مذہبی نقطۂ نظر، حسنِ ظن یا کسی قسم کی جانبداری نیز فنِ تاریخ نویسی میں کوتاہی کے سبب حقیقت کو مسخ بھی کر دیتا ہے لیکن ان تمام خامیوں کے باوجود ریکارڈ کردہ واقعات [illegible] شکل میں ضرور سامنے آتے ہیں بشرطیکہ تواتر کی چند اہم کڑیاں گم نہ ہوئی ہوں۔ اور انسانی ذہن اجتماعی شعور اور ذاتی غور و فکر سے اس واقعے کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ کر ہی لیتا ہے۔ شیخ العالمؒ کی روحانی حیثیت کو سمجھنے کے لئے واقعاتی اور تجرباتی ذرائع سے بھی [illegible]

Marfat.com

وہ اس طرح کہ جو حضرات سلسلہ ریشیت سے براہ راست منسلک ہوں اور وظائف کی تکمیل پر نتائج سے آگاہ ہوں اور پھر ان کے اظہار پر رضامند بھی ہوں۔ مثلاً سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں وظائف کے نتائج جلد حاصل ہوتے ہیں۔ ہندوؤں میں کنڈلنی کے جاگنے سے آنکھوں کی اندرونی بینائی ظاہر ہوتی ہے اور قدرت کی سحر آفرینیاں اور جلوہ طرازیاں سامنے آتی ہیں۔ بدقسمتی سے ہم اس امر سے بھی آگاہ نہیں کہ سلسلہ ریشیت کے پرستار ہیں تپ جپ سے جو بنیادی لہر پیدا ہوتی ہے وہ کہاں سے سفر کرکے کہاں پہنچتی ہے اور بدوران سفر کن مراحل سے گذرتی ہے۔ اس سے بھی ہمیں سلسلۂ ریشیت کے سائنٹیفک ہونے کا پتہ چلتا۔ کیونکہ سلسلہ ہائے تصوف بجائے خود اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تصوف کے کئی راستے ہیں۔ اور جب راستہ مقرر کیا جائے تو سمجھ لیجئے کہ اس میں عقل و دانش کا عمل دخل ہے اور یہی بات اسے سائنٹیفک بنا لیتی ہے۔

سب سے پہلے ہم تاریخ کے آئینہ میں ریشی ریشیت اور شیخ نورالدینؒ کا رتبہ دیکھ لیں۔

بابا نصیب الدین غازی اپنے ریشی نامہ میں ریشی کی یہ تعریف درج کرتے ہیں۔

ریشی یعنی مردم اہل طریق
در طریقت تربیت از ریشیاں است
ریشی یعنی قائم اللیل تمام
روزۂ دہر است و رسم ریشیاں است
ریشی یعنی تارک حرص و ہوا
ترک بدنفسی سلوکی ریشیاں است
ریشی یعنی بام الدین مصطفی
برگزیدہ دین شیخ ریشیاں است
ریشی یعنی زین الدین [illegible] یعنی
[illegible]شوائے در طریقت ریشیاں است

Marfat.com

ریشی یعنی نصر الدین احمدی

خادمی نصرت نمائی ریشیاں است

متقی بوده بیعت اورا نور الدین

مقتدائی پارسائی ریشیاں است

" حضرت شیخ ولیانِ کشمیر کے پیشوا اور طالبوں کی رہنمائی میں بے نظیر تھے۔ ان کے صفات کے سبب وہ اویس ثانی ہیں، تفکر میں بایزید بسطامی اور تربیت میں جنید بغدادی۔ ریشی اویسیہ ہوتے ہیں۔ (i) پہلے توبہ خدا کی طرف کرتے ہیں۔ (ii) جاہ و جلال کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ (iii) توکل خدا پر (iv) قناعت (v) شہوات نفسانی و جسمانی سے پرہیز (vi) عزلت نشینی اور لوگوں سے دور رہنا (vii) ذکر ماسوی اللہ نہیں کرنا (viii) توجہ صرف خدا کی طرف۔ (ix) مرتے دم تک ایک ہی بات پر ڈٹے رہنا (x) مراقبہ صرف خدا کا۔ نفس بدخواہ کا شکار نہ ہونا۔ اپنے آپ کو اس کام میں مصروف رکھنا جس میں رضائے خدا ہو۔ (xi) خدا کے لیے جلال حق میں جلتے رہنا اور نور لطف اور عنایت سے روشن ہونا۔ جیسے اُن کا شعر ہے۔

تن تھزن داری ز نہ سیر
کرتل چھو کن پھیری زٕ ہیٚہ روے
یہ تھنز ڈنڈ کر رینٛز شکر
نس ستھے یتھ کیاہ تنز ورے

ریشی کے اور چار معنی ہیں:

ر — ریاضت

ی — یقین

ش — شریعت

Marfat.com

"اسرار الابرار" میں بابا داؤد مشکواتی لکھتے ہیں :

"ریشی وہ ہے جو زیادہ روئے اور کم ہنسے۔ ظاہراً طور پر شیخ نورالدینؒ کے پیر ارادت کے بارہ میں کچھ معلوم نہیں اور مشہور ہے کہ وہ اویسی سلسلہ کے تھے۔ یہ بھی اولیاء ہی ہوتے ہیں۔ یوں تو ان کے لئے پیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم ان کی خود باطنی تربیت کرتے ہیں۔ اور یہ تو ایک عظیم مقام ہے۔

"تاریخ کشمیر" از سید علی (فارسی زبان میں کشمیر کی یہ اولین تاریخ ہے) میں مصنف یوں رقمطراز ہے۔

"حاجی بابا ادہمیؒ شیخ نورالدینؒ کے ہمعصر تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کشمیر کے جملہ اولیاء میں سے شیخ الشیوخ حضرت بہاؤ الدینؒ تھے۔ ان کے بعد حضرت سلطان کشمیری (پکھلی ضلع ہزارہ میں دفن ہیں)۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ شیخ نورالدینؒ کی زبان سے یہ سنا کہ شیخ بہاؤ الدینؒ مرتبہ ولایت میں آگے ہیں۔ آپ نے ہندوستان اور کشمیر کے بہت سارے طالبان حق کو نور معرفت سے منور کیا جبکہ میں (شیخ نورالدین) صرف چار بزرگان خدا کے سوا کسی اور کو یہ فائدہ نہ پہنچا سکا۔"

اس کے علاوہ ایام طفولیت میں ہی باطنی طور پر چار بزرگ ہستیاں شیخ العالم کو جلوہ گر ہوئیں یعنی حضرت بہاءالدین ذکریا، حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج، حضرت شاہ لعل باز قلندر اور حضرت سید جلال الدین بخاری۔ ان میں سے ہر ایک بزرگ شیخ صاحب سے اپنی پارسائی اور اس کے صلہ میں قدرت کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔ شیخ نورالدین یوں گویا ہوتے ہیں :-

"اے میری آنکھ کے پتلے، اے دو جہانوں کے سردار، میں نے کھانے پینے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کھانے کی چیزوں کے علاوہ میں نے اپنے منہ پر مہر لگا دی، یہاں تک کہ میں خوانِ معرفت سے لطف اندوز ہوا۔

Marfat.com

ان تواریخی واقعات سے ماخذات بابا اذکی کے بیان کے شیخ العالم کی حیثیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف آستانوں میں پڑھے جانے والے ختمات سے بھی ان کی منفرد حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ ان سے منسوب ختم یوں پڑھا جاتا ہے :۔

الٰہی بحرمتِ شاہ نور الدین ولی الٰہی بحرمتِ فقیر نور الدین ولی

الٰہی بحرمتِ محبوب نورالدین ولی الٰہی بحرمتِ مخدوم نور الدین ولی

الٰہی بحرمتِ قطب نورالدین ولی الٰہی بحرمتِ غوث نور الدین ولی

الٰہی بحرمت شیخ نورالدین بادشاہ کامل ولی

حاجات ما برآوردہ گردانی

درود مشہور	بسم اللہ الرحمن الرحیم	شیئاً اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم علیک
۱۰۰۰ بار	۱۰۰۱ بار	۱۰۰ بار
درود مشہور		شیئاً اللہ چوں (من) گدائے دل حزینا المدد خواہم زشاہ (اے بادشاہ) نورالدین
۱۰۰ بار		۱۰۰ بار

اس کے بعد دوبارہ الٰہی بحرمت شاہ نورالدین . . . .

میں نے چند صوفی منش حضرات سے حضرت شیخ سے منسوب وظیفہ کی بابت پوچھا تو انہوں نے ان وظائف کے ساتھ اتفاق کیا البتہ تعداد ورد میں معمولی کمی و بیشی کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ ہمیں پھر تاریخی دستاویزات سے استفادہ کرنا پڑے گا۔ حضرت میر محمد ہمدانیؒ سے شیخ العالم کی جو ملاقات ہوئی وہ نہایت معنی خیز ہے۔ اول یہ کہ جب حضرت میر جناب شیخ اُن کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو مکاشفے سے ہی جناب شیخ العالم مہمان کے استقبال کو نکل پڑے۔ اس میں دو دوستان خدا کے درمیان جو مکالمہ قلمبند ہوا ہے، اور جس کا تعلق حضرت شیخ العالم کی بسر افی معذوری سے ہے۔ اس سے حضرت شیخ کی روحانی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن معترضین

Marfat.com

اسے حضرت شیخ کے عقلی استدلال سے تعبیر کریں گے۔ البتہ حضرت میر کے ساتھیوں میں سے جب مؤذن بانگ پڑھنے میں وقت کے صحیح ہونے اور اس کا تعین کرنے کی نسبت حضرت شیخ کی روحانی بصیرت اور ان کے اعلیٰ رتبہ سے واقف ہوا' اور پھر حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے سلسلہ ریشیت اپنانے کی اجازت دیجئے تو یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شیخ العالم اپنے وقت کے ممتاز ترین ریشی تھے۔

حضرت شیخ کی روحانی زندگی کو داغدار کرنے اور روحانیت میں ترقی کے زینہ سے انہیں اتارنے کے لیئے ان کے مخالفین نے" یاؤن مزی کو" جس مشن پر بھیجا اور جس میں انہیں منہ کی کھانا پڑی وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شیخ العالم اپنے وقت میں ریشیوں کے حلقہ میں یکتائے عالم تھے۔

تقدس کے طور پر ہمارے گوئیے لل دید اور شیخ العالم کے کلام کو گانے کی نزاکت سے دور رکھتے ہیں اور صرف دنیا کی بے ثباتی کا احساس دلانے کے لیئے اسے وزن کا جامہ پہنائے بغیر گانا شروع کرنے سے پہلے پڑھتے ہیں۔ چونکہ یہ سلسلہ اب تک سینہ بہ سینہ چلا آیا ہے لہذا اس سے بھی شیخ العالم کی بزرگی اور برتری کا تصور پختہ ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ کے ریشی پن کا بہترین اظہار ان کا کلام ہے کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہم ان کے رتبہ کا کسی حد تک حقیقت پسندانہ معیار قائم کر سکتے ہیں اگر لل دید اور شیخ العالم کے زمانہ کا شعری ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہوتا تو تقابلی مطالعہ سے شیخ العالم کی روحانی اور شعری زندگی کے کئی گوشے روشن ہوتے جو اس پہلو کو اور نمایاں کرتے۔ الغرض شیخ العالم کے شعری مواد سے ہمیں ان کے ضبط نفس اور ترک لذات کا احساس اس طرح ہوتا ہے۔

۱۔ صوفی جب روحانی عمل کے دوران کسی انوکھے تجربہ یا روحانی دنیا کے نت نئے پہلوؤں سے آگاہ ہوتا ہے (بشرطیکہ اس کی شعرگوئی کی حسیت جاگ پڑی ہو) تو وہ اس کو اظہار کا جامہ پہنانا چاہتا ہے' حالانکہ اظہار سے پرہیز اس کے لئے ممنوعات میں شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ سماع میں جب ایسی غزل گائی جاتی ہے۔ تو اس کے ہمعصر اور طالبین ان اشعار سے صوفی

Marfat.com

کا درجہ متعین کرتے ہیں۔ شمس فقیر، نعمہ صاحب، سوچھ کرال شعری کارناموں کے آئینہ میں ممتاز صوفی تصور کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے تصوف کی اپنی اندرونی کیفیت کو شعری روپ میں پیش کیا۔ احسد بٹہ واری اور وہاب کھارنے تو ان تجربوں میں وہ شوخ رنگ بھر دیئے کہ آدمی یہ محسوس کرنے لگا کہ اشعار حقیقی کی بجائے نسبے مجازی ہیں۔ یُنڈر ازی درِ بار نتہ کران پرستانو" اور "شالہ مور وُچھنے بیرٗ پوش نوبو" اس امر کی واضح طور پر نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک اور مثال یوں دی جاسکتی ہے۔ کشمیر کے ایک شاعر ظریف تخلص رکھتے تھے۔ مشاہدۂ حق میں جب جلوۂ الہی سے فیضیاب ہوئے تو کم سے کم اس کیفیت کا اظہار کیا (ان کے یہ اشعار صوفیانہ موسیقی کے مقام شہناز میں دوروہ یہ تال میں گائے جاتے ہیں)۔

ییلہٕ نورٕ ہوونم اُمی دٕر دائن
گوم وُستخانن کرٕتھ سوٗر
اندرٕیم دود کیاہ دِہہ بیگانن
دارِس کھارنہٕ آو منصور
بے گانہٕ دادِس مانہٕ کیاہ زانن
گوم وُستخانن کرٕتھ سوٗر

اگر شعر میں "استخوانن سوٗر" اور "منصور" کا ذکر نہ ہوتا تو شاید ہم اسے مجازی معنوں میں لیتے۔ جلوۂ الہی کی ایک جلالی کیفیت یہ بھی ہے کہ انسانی اعضاء پر اس کا دباؤ سخت گراں گذرتا ہے۔ حضرت موسیٰ جیسے وجیہ الجبہ پیغمبر بھی جلوہ الہی سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ العالم نے قدرت کی رنگینیوں کا کوئی بھی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ انوار الٰہی کا مشاہدہ کرنا صوفی کے لئے ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے صوفی کو خود اپنے حسن مطلق ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ چونکہ شیخ العالم ترک لذات کے قائل ہیں لہذا انوار الٰہی تو کیا کسی اور طرح کی کیفیت کو بھی اظہار کی لذتوں سے آشنا نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی تجربہ کی شدت اور

Marfat.com

کثرت سے مجبور ہوکر آیا۔ اور صدا شارہ کرہی دیتے ہیں۔ آپ چونکہ ان دیار سے بھی فیض پا چکے تھے اس لئے کئی معاملات میں مجذوب تھے ایسے مجذوب جیسے اصغر گونڈوی نے "مس مجھکو ہیدار" الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان دنوں میں کچھ تجربات قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً ؎

وَدِہ نہ سیتی مالہِ اوڈس نو مری
وَدِہ نہ سیتی سہ مدِن امیلی نہ زانٹہ
دِل کر صفا زیرہ اکھ نیری
نتہ شالہ ٹشکو نیری کیاہ

(لل دید)

برِنگس گنٹک نو سوری
ہوٗز بستہ کو نوز تیر ہ زات
من بوڈ گارہن اد نو سوری
نتہ شالہ ٹشکے نیری کیاث

(شیخ العالم)

ان کی شاعری کے دو نمایاں پہلو ہیں ایک وہ جو عام آدمی کی فہم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جس میں نماز کی پابندی وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس زمرہ میں ان کے وہ اشعار بھی شامل ہیں جن کا مدعا و مقصد مذہبی ریاکاروں اور بے عمل زاہدوں کے چہرہ سے نقاب اتار پھینکنا ہے — دوسرا پہلو زیادہ تابناک اور معنی خیز ہے۔ اور وہ ایسے افراد کے لئے ہے جو بالغ نظر ہیں مگر دنیا کی مختلف کیفیتوں سے آگاہ نہیں یا اگر آگاہ ہیں لیکن اشاروں کنایوں سے یاد دہانی کے متلاشی ہیں۔ مثلاً ؎

موٗلن تل چھس بوڈ ناگہ رادا
دوہ دِ رنگو تہ امرت ہے
کرشنہ بوبکھ آسن وادا
درشنہ کا سکھ دِن نہ پہ چھر

Marfat.com

یہ اشارہ اُن صوفیائے کرام کی طرف ہے یا عمل کی اس منزل کی جانب ہے جہاں حق کے متلاشی کی اندرونی کیفیت یکسر بدل جاتی ہے اور اُس کی اندرونی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہوتا ہے۔ جس طرح اس دنیا میں درخت اور پہاڑ انگنوں آسمان اور اُڑتے بادل نیز انسان اور انسانی سرگرمیوں کو دیکھنے کے لئے سورج کی روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح انسان کے دُروں خانہ میں عجیب و غریب کیفیت کا مشاہدہ کرنے کے لئے کسی سورج کے روشن ہونے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تصوف کے عمل میں چند خوش نصیبوں کے اندر روشنی کا ایک چشمہ اُبل پڑتا ہے جو ہر وقت سرگرم عمل رہتا ہے اور روشنی کے ذرات انسان کی اندرونی کائنات میں بکھرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اندرونی مہیب تاریکی روشن سماں کو جگہ دیتی ہے اور ان روشن ذروں سے اندر کی ساری دنیا جگمگا اُٹھتی ہے۔ درخت حرکت کرنے لگتے ہیں۔ رنگوں کی ایک عجیب و غریب دنیا سامنے آتی ہے۔ خدائے لایزال کی جلوہ سامانیاں آرٹ اور فن کی عجیب و غریب صورتیں اختیار کرتی ہیں اور آدمی ششدر رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی کوئی آرٹسٹ اس منظر کو اتنی فنی پیچیدگیوں سے گذار کر پیش کر سکتا ہے اور کیا اس کا مجموعی تاثر اتنا جاندار ہو سکتا ہے۔ پھر وہ یہ سوچنے لگتا ہے دراصل وہ رنگ جو آرٹسٹ کینوس پر بکھیرتا ہے اور جو رنگینیاں وہ اپنے موقلم سے پیدا کرتا ہے وہ تو اُس کی اندرونی حس کی دین ہے نہ کہ بیرونی تگ و دو کی۔ جیسے نعمہ صاحب نے کہا ہے ؎

یُس لایہ نادٕ چھُم سنتے
کیٛتو شیشہ چھو دنس موے
نھدائے ساز پانس سنتے
کیٛتو شیشہ پدونس موے

ایسے اشعارے طالب حق کو کیفیت منزل کی آگہی یا یاددہانی ہوتی ہے۔

متذکرہ بالا شلوک میں حضرت شیخ العالم ایک عظیم منزل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

حالانکہ اپنی شاعری میں وہ ایسے اشاروں سے احتراز کرتے ہیں۔ چشمۂ ابل پڑنے کا ذکر کرتے ہی وہ ایک دم بات کا رُخ بدل دیتے ہیں۔ اسی لیے شلوک کے دوسرے شعر میں عامیانہ پن آگیا ہے۔ افشائے راز سے احتراز اور حقیقت کی طرف مبہم اشارہ شیخ العالم کی سنجیدگی اور تصوف میں اُن کے منزل کا پتہ دیتا ہے۔

اس کے علاوہ کلام شیخ العالم میں چند ٹیپ کے بند ہیں اور چند شلوک میں خدا کی بے صفات کا ایک منظر پیش کرتے ہیں جن کا انداز فکر نیا اور غیر رسمی ہے۔

اکس ناکس ناجہ ہشند ون
تمہ دیہے ترشوکہ تہ کیتہ
نسلاش کیتہ او ہنشد ون
کر ہشدن توشہ خود اے

یہاں ٹیپ کا مصرعہ "کر ہشدن توشہ خود اے" زیادہ اہم ہے۔ دراصل خدائے رحمٰن ہر بندہ کو مختلف منازل سے ہو کر گذرتا ہے جیسے کسی تحریر میں کوئی لفظ کبھی نہایت عمدہ اور اچھی جگہ نگینہ بن کے جاذب نظر بنتا ہے اور کبھی وہی لفظ فقرہ یا شعر میں گھٹیا معلوم ہوتا ہے۔ فی الحقیقت ادیب، شاعر یا کوئی اور تحریر قلمبند کرنے والا شخص ہی لفظ کو حسب حال کہیں کھپا دیتا ہے۔ ورنہ لفظ بیچارا اپنی رعنائی کے باوجود بے جان اور سپاٹ بن کے رہ جاتا ہے۔ جیسے لفظ "التفات" اس شعر میں ؎

آدمی کچھ سمجھ کے بات کرے
پہلے کیوں اتنا التفات کرے

(قلق)

اب دیکھئے لفظ التفات کس آن بان سے اس شعر میں ید طولیٰ رکھتا ہے ؎

لازم اک نظر میں قرار و ثبات ہے
اس کا نہ دیکھنا نگہِ التفات ہے

(مومن)

Marfat.com

تو اسی طرح اللہ بھی مختلف انسانوں کو موقع اور محل کے مطابق مختلف امور کے لئے متعین کرتا ہے جبھی تو شیخ العالم نے "کریندان توشہ خدائے" میں مالک کل کی ایک صفت کا اظہار کیا ہے۔ اور تمنا کی ہے کہ کاش وہ دن نصیب ہو جب خدا مسلمان اور ہندو میں نفرت کو ختم کرے۔

چند صوفی حضرات "لال بابا صاحب دنبالی" کے کچھ حصوں کو بھی ریشی مسلک کا ایک جزو لاینفک تصور کرتے ہیں شاید اس لحاظ سے کہ اس میں رقص کا عنصر داخل ہے جس سے صوفی منش حضرات کو وجد و سرور حاصل ہوتا ہے بادوران "دنبالی" اُن کی متصوفانہ وجدانی حس تیز ہو جاتی ہے۔ اس بیان میں صداقت ہے یا نہیں لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ایک زمانہ میں صوفیوں کے ایک فرقہ نے رقص کی ایک قسم کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا جس سے اُن پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی اور وہ اس سے نہایت محظوظ ہوتے۔ دراصل بدوران اذکار جسم کے چند حصوں کو حرکت دینے سے انسان میں چند ڈھکی چھپی چیزیں شعوری سطح پر آتی ہیں جن سے ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

[illegible] شیخ العالم تو [illegible] ہیں اور اپنے شعری سرمایہ نیز لوگوں کی بے پناہ عقیدت کے ہوتے ہوئے یقیناً اپنے زمانہ کے ممتاز ترین ریشیوں میں سے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ایشبر کے سوامی اور رگہ زال پشم دفروش کو ممتاز ترین قرار دیا ہے۔ لیکن یہ حضرات گوشہ گمنامی میں رہے اور اگرچہ ان کی روحانی فضیلت برتر تھی پھر بھی ان کا دائرہ اثر محدود رہا اور شیخ نورالدینؒ ریشیت میں مرکزی کردار کی حیثیت سے اُبھر آئے۔

Marfat.com

○ محمد امین شکیب

ریشیت اور سلاطینِ کشمیر

سلاطین[1] کے عہد میں کشمیر ایک نئے تمدن، نئی تہذیب اور نئے ضابطۂ اخلاق و عبادات غرض نئے دین سے روشناس ہوا۔ اس نئی آمریت نے ایک فرسودہ اور زوال پذیر معاشرہ کو تبدیل کرکے ایک نئے سماج کو جنم دیا۔ اگرچہ کشمیر کی سرزمین نے ہر نئے عقیدہ اور نئے مذہب کو تسلیم کرکے اپنا کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور کیا ہے۔ پھر بھی یہ دو متضاد نظریات کے تصادم کا دور تھا۔ ایک طرف برہمنوں کی شدت پسندی اور مذہبی اجارہ داری تھی، دوسری طرف مسلم صوفیا کی وسیع المشربی ——

کشمیر میں جب بدھ مت آیا تو کشمیری مفکروں نے اس میں جو اہم اضافہ کیا وہ اب تک مہایان نظریہ کی صورت میں موجود ہے۔ اسی طرح ہندو دھرم میں شیومت (ترک فلسفہ) کشمیر کی دین ہے۔ اسلام کو یہاں کے لوگوں نے جس حالت میں زیادہ قبول کیا وہ تصوف کی وہ صنف ہے جسے ریشیت کہا جاتا ہے ——

کشمیر میں اسلام کا پھیلاؤ چودھویں صدی کی ابتدا میں صوفیائے کے ذریعہ سے ہوا۔ جو خود تزکیۂ نفس اور باطن کی پاکیزگی پر زور دیتے تھے۔ اس لئے اس کا لازمی اثر یہاں کے لوگوں کے مذہبی

---

(۱) سلاطین کا عہد رینچن (سلطان صدرالدین) کے اسلام قبول کرنے (۱۳۲۰ء) سے شروع ہو کر چک دور کے اختتام ۱۵۸۶ء تک قائم رہا۔ جس میں سے اودیان دیو کے زمانۂ اقتدار کے پندرہ سال (از ۱۳۲۳ء تا ۱۳۳۸ء) منہا کئے جاتے ہیں جو سلطان رینچن کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا —— ۱۳۲۱ء

رجحان پر بھی براہ راست پڑا۔ صوفیوں میں حضرت بلبل شاہ صاحبؒ (بلال صاحب) سب سے پہلے بزرگ ہیں جن کے ذریعہ سے کشمیر کے اُس وقت کا حکمران رینچن مشرف بہ اسلام ہوا۔ ظاہر ہے کہ حضرت بلبل صاحبؒ کے ساتھ کشمیر کے اس پہلے سلطان کا عقیدت مندانہ تعلق اُس کے مشن کی کامیابی کا ضامن بھی ہوا اور اس کی اپنی سعادت کا باعث بھی۔ اُن کے بعد میر سید علی ہمدانیؒ سلطان شہاب الدین کے عہد میں کشمیر وارد ہوئے۔ ان کے ساتھ سلطان شہاب الدین کے علاوہ ان کے بھائی سلطان قطب الدین کی مکمل حمایت حاصل رہی۔

امیر کبیرؒ کے بعد آپ کے فرزند میر محمد ہمدانیؒ سلطان سکندر کے عہد میں کشمیر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ سلطان سکندر اور اُس کے امراء و وزراء کا مکمل تعاون رہا۔ اسی اثناء میں علمدار کشمیر شیخ نورالدین نورانیؒ کا ظہور ہوا۔ جو یہاں کے ریشیوں میں بہت اعلیٰ و ارفع مقام رکھتے ہیں۔ انہیں سلطان زین العابدین کی حمایت و اعانت حاصل رہی بلکہ بے پناہ عوامی مقبولیت و عقیدت بھی۔ سلاطین کے عہد میں جتنے بھی صوفیاء کشمیر تشریف لائے وہ سب باہر سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بجا طور پر ایک انحطاط پذیر معاشرہ کو رو بہ ترقی کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ لیکن ان کی زبانیں غیر مانوس تھیں۔ ان کی تبلیغی کاوشیں یہاں کی روایتوں کے مطابق نہ تھیں۔ ان کا اسلوب نرالا تھا۔ پھر بھی اُن کی تبلیغ کا لازمی اثر یہاں کے مروجہ عقیدوں پر پڑا۔ بہت سے لوگ ان کے پیروکار بن گئے۔ لیکن اُن کی اصلی غایت کو اگر کسی جمعیت نے زیادہ کامیاب بنا دیا تو وہ کشمیری الاصل رشی تھے۔ جن کی زبان عوام کی زبان تھی جن کی تبلیغی سرگرمیاں یہاں کی روایات کے مطابق تھیں جن کا انداز ہر فرقہ و طبقہ کے لوگوں کو مرغوب تھا۔ اسی لئے ان کے مسلک "ریشیت" پر بحث کرنے سے قبل یہاں کے بعض مذہبی رجحانات [illegible] بارے رشتہ پر اجمالی روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

[illegible]

Marfat.com

کشمیر، تصوف کا گہوارہ: ڈاکٹر ریاض احمد شیروانی کے مطابق کشمیری طبعاً تصوف اور تجرد کی طرف مائل ہیں۔ وہ باذوق اور دروں بیں ہیں۔ اُن کی اس خاصیت کا سبب یہ ہے کہ وہ جس علاقے میں رہتے ہیں وہاں برف پوش پہاڑ، صاف و شفاف پانی کے دریا اور چشمے اور ایسے خاموش و پُرسکون گوشے ہیں جو دنیوی ہاؤ ہو سے عاری ہیں۔ یہ ماحول خیال پروری اور شعر دوستی کا متقاضی ہے۔ یہ خوبصورت اور آرام دہ وادی مقدس لوگوں اور تارک الدنیا اور ریوکیوں کا گہوارہ رہی ہے جو سخت ریاضت کے عادی ہوتے ہیں۔ بودھ مذہب جو تیسری صدی قبل مسیح سے چوتھی صدی عیسوی تک یعنی سات سو سال تک اس سرزمین میں نفوذ رکھتا تھا اور ویدانت کے اصول و فلسفہ اور تصوفِ اسلامی کی تعلیمات ایسے عوامل تھے جنہوں نے یکے بعد دیگرے کشمیریوں کی طبیعت کو فلسفہ اور عرفان کے قالب میں ڈھالا یا اس کی ترویج میں انہیں مددگار بنا دیا"[1]

درحقیقت کشمیر کا تمدن بودھ مذہب، ہندو دھرم اور اسلام کی روایتوں کے اختلاط سے وجود میں آیا ہے۔ کشمیریوں نے اپنے اپنے وقت پر یہاں ان تینوں مذاہب کو خوش آمدید کہا اور ان کے فروغ اور ترقی میں اپنا بھرپور حصہ ادا کیا۔

بدھ مت اور اس کو [illegible] بدھ مذہب کی ابتدائی تعلیم [illegible] رہنما حقیقی مسرت [illegible] گوتم [illegible] نزدیک مصیبت کی وجہ خواہشات ہیں۔ اس لئے خواہشات کو ہی ترک کر دینے کی ضرورت ہے [illegible] کامیاب ہونے کے لیے درست عمل اور خیال کے ارتکاز کی ضرورت ہے۔

- چونکہ اس میں قادرِ مطلق کے تصور سے ہی کلی انکار تھا۔ اس لئے عام لوگ اس قسم کے مذہب کے ساتھ زیادہ وابستہ نہ رہ سکے۔ مذکورہ بالا مکتبِ خیال زندگی کو [illegible] اور موت

---

[1] [illegible]

Marfat.com

کی کٹھن آزمائش سے نجات حاصل کرنا ہی اپنے لئے اعلیٰ نصب العین مانتے تھے۔

کشمیر کے عالموں کو جو اعلیٰ فلسفوں سے واقف تھے یہ نظریہ عام لوگوں کے لئے غیر جاذب دکھائی دیا۔ اس لئے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنا خاص حصہ ادا کرنے کا کام انجام دیا۔ شیومت کشمیر میں اس سے قبل رائج تھا اس لئے جو نیا مکتبہ فکر (مہایان سکول) کشمیری عالموں کے ذریعہ وجود میں آیا اس پر یہاں کے فکر و فلسفہ یعنی شیومت کا کافی گہرا اثر پڑا۔ اس نئے مکتب خیال کی رو سے بدھ مذہب میں خود آگاہی کے علاوہ آخرت کا بھی تصور پیدا ہو گیا۔ اب ہنیان سکول کے برخلاف انسان کی بنیادی ضرورتوں کی طرف دھیان دیا جانے لگا۔[1]

کشمیری شیومت:- بدھ مذہب کے بعد شیومت دوسرا فلسفہ اگرچہ پہلی بار آٹھویں صدی کے آخر یا نویں صدی کی ابتدا میں ظہور پذیر ہوا لیکن راج ترنگنی کے مطابق بدھ مت کے وادی میں آنے (اشوک کے عہد) سے قبل یہاں شیو زیارتیں اور عبادت خانے موجود تھے۔ کشمیری شیومت ادویت (غیر ثنویت) پر یقین رکھتا ہے۔ اس کی بنیاد تین چیزوں پر ہے شیو، شکتی اور نر۔ شیو کوئی شکل و صورت نہیں رکھتا ہے وہ زمان و مکان کی بندشوں سے آزاد ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ تک قائم رہے گا۔ وہ لامحدود اور بے انتہا ہے۔ اس کی دو خاص طاقتیں ہیں۔ انہیں شکتی اور نر کہتے ہیں۔ شکتی شیو کی وہ طاقت ہے جسے تخلیقی قوت کہا جاتا ہے۔ اسے مادہ مانا جاتا ہے۔ نر شیو کی طاقت کا وہ پہلو ہے جسے نر کہا جاتا ہے۔ نر اور مادہ کے باہمی اتحاد سے یہ سارا نظام قائم ہے۔ شیو ان دو قوتوں کا توازن قائم رکھتا ہے۔

کشمیری شیومت پر بظاہر [illegible] بدھ [illegible] کا کوئی اثر نہ ہوا ہوگا لیکن درحقیقت اس نے کشمیر کے بدھ مذہب کا کافی اثر قبول کیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایسے آزادانہ رجحانات پیدا ہوگئے جس سے سماج کے تمام طبقوں کو [illegible]

[illegible] ازم [illegible] بدھ ازم اینڈ ہندوازم [illegible]

کا ق [illegible] تھ [illegible] گیا -

ویدانت اور شیو مت [illegible] اختلاف کا ادا [illegible] عالم ظہور کو غیر حقیقی [illegible]

کرتا ہے - وہ برہمن (یعنی عالم ظہور کو پیدا کرنے والی طاقت) کو واحد حقیقت تسلیم [illegible]

عالم ظہور مایا کا [illegible] وجود [illegible] اور یہ اس وقت تک قائم رہتا ہے - جب تک

موکش [illegible] حاصل نہیں کیا جاتا ہے - اس کے برعکس موخر الذکر یعنی کشمیری شیو مت

[illegible] حقیقت تسلیم کرتا ہے - وہ اسے حقیقت کا ایک روپ خیال کرتا ہے - اس

[illegible] پر شیو مت [illegible] قائم نہیں رہ سکتی اس لئے عالم ظہور غیر حقیقی [illegible]

[illegible] شیو مت یہاں [illegible] فکر [illegible] روپ کا ہی نتیجہ ہے - یہ فلسفہ نویں صدی

سے چودہویں صدی (ہندو حکومت کے زوال تک) اپنی پوری آب و تاب سے چمکا

مسلم صوفیاء کی آمد :- کشمیر میں اسلام کی تبلیغ کا کام جن باہر سے آئے ہوئے صوفیا

انجام دیا ان میں سید شرف الدین بلال شاہؒ (بلبل شاہ صاحب) میر سید علی ہمدانی

میر محمد ہمدانیؒ، میر شمس الدین عراقیؒ نہایت اہم مقام رکھتے ہیں - ان کے علاوہ کشمیر کی

بزرگ ہستی نے لوگوں کی اپنی زبان اور اپنے محاورے میں اس نئے دین کو سمجھایا اور سکھایا

شیخ نورالدین نورانیؒ تھے - ان کے بعد شیخ حمزہ مخدومؒ نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا

گریون بام (مڈیویل اسلام میں) اعتراف کرتا ہے کہ تصوف کی عظیم تحریک

فلسفیانہ ڈھانچہ اور اصطلاحات میں یونانی اور ہندوستانی اساس کے باوجود عالم اسلام

کے مذہبی تجربہ میں اسلام کی ہی اہم دین ہے -

صوفی ازم ظاہری اعمال کے بجائے باطن کی پاکیزگی پر زور دیتا ہے - وہ [illegible]

پسندی کے خلاف ہے - اس میں فقر و فاقہ اور جذب و عشق کے ذریعہ قرب خدا وندی [illegible]

کیا جاتا ہے - ہندو فلسفہ اور بودھ [illegible] کے [illegible] رابطہ قائم ہونے پر اس میں [illegible]

Marfat.com

اور گوشہ نشینی کے پہلو داخل ہو گئے۔

حضرت سید شرف الدین بلال شاہ (بلبل شاہ صاحب): پہلے صوفی بزرگ جن کے [illegible] ہونے کی سند ملتی ہے، بلبل شاہ صاحب تھے، جو رینچن کو مشرف با سلام کرنے میں کامیاب ہوئے۔ حکمران کے اسلام قبول کرنے سے اس کی طرف زیادہ سے زیادہ لوگ متوجہ ہونے لگے۔ [illegible] مذہب کو کئی امرا نے بھی قبول کیا۔ ایک روایت ہے کہ بلبل شاہ صاحب کی تبلیغ سے دس ہزار باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔[2]

کہتے ہیں بلبل شاہ صاحب پہلے راجہ سہدیو کے عہد میں کشمیر تشریف لائے تھے۔ وہ موسوی سیدوں کے فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سے ملکوں کی سیر و سیاحت کی تھی۔ وہ کافی مدت تک بغداد میں رہے تھے۔ سید بلبل شاہ صاحب شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید تھے، جو سہروردی طریقت کے ایک خلیفہ تھے۔ وہ ۷۲۷ ہجری میں رحلت فرما گئے۔ خواجہ اعظم مؤرخ واقعات کشمیر ان کے کمالات معنوی کے بارے میں لکھتا ہے: "آپ (بلبل شاہ صاحب) کہتے تھے کہ باری تعالیٰ نے مجھے وہ طاقت عطا کی ہے کہ اگر چاہوں تو دنیا بھر کی عیش سے زندگی گزاروں اور دولت کی انتہا [illegible] کے ساتھ [illegible] اور اس [illegible] کی ہمیشہ تک حفاظت کروں۔ چونکہ یہ امور آخرت کے [illegible] منافی ہیں اس لئے [illegible] نہیں ہو سکتا ہے [illegible] پر عمل کرنا اور [illegible] میرے نزدیک [illegible] کے خلاف [illegible]۔"

سلطان اول سلطان صدر الدین نے حضرت سید بلبل شاہ صاحب کے لئے دریا کے [illegible] کنارے ایک [illegible] خانقاہ تعمیر کرائی۔ [illegible]

۱؎ [illegible]

۲؎ [illegible]

۳؎ [illegible]

ایک لنگر تھا۔ خانقاہ کے پاس سلطان نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔ یہ کشمیر کی سرزمین پر پہلی مسجد تھی۔ یہ خانقاہ اور مسجد سری نگر میں محلہ بلبل لنگر میں موجود ہیں۔

میر سید علی ہمدانی ؒ:- بلبل شاہ صاحب کے بعد دوسرے بہت سے صوفیائے کشمیر تشریف لائے لیکن ان میں سب سے اہم میر سید علی ہمدانی ؒ تھے۔ جنہوں نے اپنے علم، بزرگی اور عبادت گزاری سے ۳۷ ہزار افراد کو مشرف با سلام کیا۔ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ؒ کا نام نامی کشمیریوں کے دلوں میں اس طرح جاگزین ہے جس کی کہیں کوئی مثال ملنی مشکل ہے۔ انہیں شاہ ہمدان علی ثانی اور امیر کبیر کے القاب سے سارے کشمیر میں یاد کیا جاتا ہے۔

انہوں نے اپنے مرشد شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کی نصیحت پر سیاحت اختیار کی اور اس میں اکیس سال گزارے۔ اس اثنا میں وہ بے شمار علما و عرفا سے ملے اور ان سے استفادہ بھی کیا۔ کشمیر میں تشریف لانے سے قبل آپ نے سید تاج الدین ؒ اور سید حسین سمنانی ؒ کو دین اسلام کی اشاعت کے طریقوں اور امکانات کا جائزہ لینے کے لئے یہاں بھیجا اور خود پہلی دفعہ ۱۳۷۲ء میں کشمیر وارد ہوئے۔ اس مرتبہ آپ نے یہاں چار ماہ قیام فرمایا۔ یہ وہ وقت تھا جب یہاں کا حکمران سلطان شہاب الدین تھا۔ وہ دہلی کے حکمران فیروز شاہ کے خلاف ایک بڑی جنگ میں وطن سے دور مشغول تھا۔ پھر بھی اس کے بھائی اور نائب سلطنت قطب الدین نے شاہ ہمدان کا شایان شان استقبال اور خاطر مدارات کی۔ حضرت میرؒ واپسی پر شہاب الدین سے فیروز پور کے مقام پر ملے اور اسی دوران انہوں نے دو مسلم حکمرانوں کے درمیان جنگ بند کرائی اور ایک صلح نامہ پر ان کے دستخط لئے۔ جس کی رو سے پنجاب میں سرہند کے حدود تک شہاب الدین کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔ امیر کبیر کے کشمیر کی سیاحت کے بڑے دور رس نتائج برآمد ہوئے۔ آپ سلطان قطب الدین کے عہد میں ۱۳۷۹ء میں دوسری مرتبہ کشمیر تشریف لائے۔ اس بار انہوں نے وادی میں ڈھائی سال تک قیام کیا اور [illegible]

Marfat.com

گئے - اس کے بعد آپ تیسری اور آخری مرتبہ ۱۳۸۳ء میں پھر آئے اور تقریباً ایک سال قیام کرنے کے بعد ترکستان روانہ ہوئے ۔ شاہ ہمدان کی تیسری آمد کا سبب امیر تیمور کا حملہ تھا۔ جب اس نے عراق فتح کر کے ہمدان کے علوی سادات کو جو وہاں کی سیاست میں بہت اہم مقام رکھتے تھے ختم کرنے کا فیصلہ کیا تو امیر کبیر نے سات سو سیدوں کی معیت میں ہمدان چھوڑ کر کشمیر کا عزم کیا۔ چنانچہ جب آپ اپنے دیگر ساتھیوں کے سمیت یہاں تشریف لائے تو سلطان قطب الدین نے آپ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس دفعہ آپ اور آپ کے پیرو کشمیر کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ انہوں نے بے شمار غیر اسلامی رسوم و عادات کو ختم کرنے کی کوششیں کیں جو یہاں کے مسلمانوں نے ناواقفیت کی بنا پر اپنا رکھی تھیں۔ یہاں تک کہ سلطان قطب الدین نے دو بہنوں کو بیک وقت اپنی زوجیت میں رکھا تھا۔ حضرت امیر نے اُسے ایک کو طلاق دینے پر مجبور کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اُسے وہ لباس پہننے کے لئے آمادہ کیا جو اسلامی ممالک کے حکمرانوں کا دستور تھا۔ انہوں نے سلطان کو اپنی کلاہ بھی عنایت فرمائی۔ آپ ۱۳۸۴ء میں یہاں سے واپس تشریف لے گئے اور اسی سال رحلت پا گئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ ختلان میں ہے۔ آپ نے سلاطین کو انصاف پسند اور رعایا پرور بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ آپ حکمرانوں کو رحم اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ انصاف پسند حکمرانوں کو یہ خوش خبری سنا دیتے تھے کہ انہیں قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے قریب رہنے کا شرف بخشا جائے گا اور ظالم حکمرانوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی ۔[1]

امیر کبیر صرف ایک مبلغ دین ہی نہ تھے بلکہ وہ بڑے مصنف اور شاعر بھی تھے ۔ فارسی اور عربی میں انہوں نے ۸۰ کتابیں تصنیف کی ہیں[2] ۔ آپ کا احسان نہ صرف دینی اور روحانی حیثیت میں ہی کافی اہم ہے۔ بلکہ دنیوی معاملات خصوصاً دستکاری میں

[1] ذخیرۃ الملوک ورق ۲۵ [illegible]
[2] کشمیر جلد اول ص ۹۰

Marfat.com

کے فروغ میں بھی آپ کا حصہ نہایت وقیع رہا ہے۔ ڈاکٹر صوفی کے بیان کے مطابق شاہ ہمدان نے کشمیر میں شالبافی کی صنعت کو ترویج دی۔ ڈاکٹر اقبال انہیں جاوید نامہ میں اپنا خراج ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم
تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمان او گرفت
مرشد آن کشور مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آن شاہ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مرد ایران صغیر
با ہنرہای غریب و دل پذیر

حضرت میر کے ساتھ جو دوسرے حضرات تشریف لائے تھے ان میں سید حسین سمنانی، سید تاج الدین اور جلال الدین بخاری قابل ذکر ہیں۔

میر سید محمد ہمدانی:- سلطان سکندر کے عہد (۱۳۸۹-۱۴۱۳ء) میں جو اہم بزرگ کشمیر تشریف لائے، وہ سید محمد ہمدانی بن امیر کبیر میر سید علی ہمدانی تھے۔ سلطان ان کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور انہیں اپنا استاد اور مرشد سمجھتے تھے۔ آپ ۱۳۷۲ء میں شہر ختلان میں تولد ہوئے۔ حضرت امیر کے انتقال کے وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔ انہوں نے دو جید علماء خواجہ اسحاق ختلانی اور مولانا [illegible] سے تعلیم [illegible] تکمیل [illegible] ۲۹ [illegible] سیاحت [illegible]

[illegible]

Marfat.com

میں آپ نے کشمیر کی جانب سفر کیا۔ آپ کے ساتھ سادات اور علماء کی جماعت بھی جو تقریباً تین سو نفوس پر مشتمل تھی۔ میر محمد ہمدانی اپنے والد شاہ ہمدان کی طرح مصنف و شاعر تھے اور انہوں نے فارسی میں ایک کتاب (رسالہ سکندری) تصوف کے موضوع پر لکھ دی تھی۔ سلطان سکندر کا وزیر اعلیٰ سہہ بھٹ آپ کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوا۔ اس کے بعد ان کی تبلیغ کے نتیجے میں بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ میر محمد ہمدانی کشمیر میں بارہ سال قیام کے بعد عازم حج بیت اللہ ہوئے جہاں سے وہ ختلان چلے گئے اور وہیں [illegible] میں رحلت فرما گئے۔ اس مرد بزرگ کی شخصیت کئی فرسودہ رسوم مثلاً رسم ستی (بیوہ کا شوہر کی چتا میں اپنے آپ کو جلانے کی رسم) کے علاوہ شراب خوری، قمار بازی اور رقص و سرود کو ممنوع ٹھہرانے میں مؤثر ثابت ہوئی۔ انہوں نے مساجد کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم و تربیت کے لئے وچی اور ترال کے علاوہ قصبہ سوپور میں خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ حضرت امیر کبیر نے جہاں علاؤالدین پورہ میں نماز باجماعت کے لئے ایک چبوترہ بنوایا تھا اس جگہ آپ نے سلطان سکندر کے ذریعہ ۱۳۹۲ء میں خانقاہ کی تعمیر کروائی۔ غرضیکہ میر سید محمد ہمدانی مبلغ ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ [illegible] بھی ثابت ہوئے۔

میر شمس الدین عراقی: میر شمس الدین نے کشمیر میں نوربخشیہ فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ نوربخشیہ فرقہ کے بانی سید محمد بن محمد بن عبداللہ کے مرید تھے جو خواجہ اسحاق ختلانی کے مرید تھے اور خواجہ اسحاق خود امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے مرید تھے۔ خواجہ ختلانی نے ہی سید محمد کو "نوربخش" کا لقب دیا تھا اور امیر کبیر کا خرقہ دے کر ان کے مہدی اور امام ہونے کا اعلان کیا تھا۔[1]

نوربخشیہ تحریک کا میلان صوفیانہ تھا۔ سید محمد نوربخش نے [illegible] اور امام جعفر صادق سے حضرت علیؑ کی تعلیمات حاصل کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ صوفیانہ [illegible]

۱۔ [illegible] صفحہ ۲۶۳

Marfat.com

فلسفہ ہمہ اوست اور دنیا کی تمام شان و شوکت سے کنارہ کشی پر یقین رکھتے تھے، "فنا" حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو مالک کی مرضی پر چھوڑ کر طاعت، عزلت نشینی و اعتزال اور مرشد کی رفاقت کی ضرورت تھی۔ نوربخشیہ خانقاہوں کا نظام دوسرے صوفی سلسلوں کی خانقاہوں کی طرح تھا اور نوربخشیہ فرقہ کے ذکر کی رسمیں بھی قادری، کبروی اور نقشبندی سلسلوں کی طرح ہوتی تھیں۔

سید محمد نوربخش کی تعلیمات پر شیعہ مذہب کا بھی اثر تھا۔ وہ حب اہل بیت کی تلقین کرتے اور ہمیشہ اس بات پر زور دے کر کہتے کہ ان کا مقصد حضرت محمدؐ اور بارہ اماموں کے مذہب کو پھیلانا ہے۔ نوربخشیہ کے لوگ محرم مناتے اور ان میں سے کچھ لوگ شہادت حسینؓ کے غم میں سیاہ لباس پہنتے تھے۔ ان کے خیالات و افکار "فقہ احوط" میں درج ہیں۔[1]

کشمیر میں اس فرقہ کے ابتدائی مبلغ میر شمس الدین عراقی سادات موسوی اور نقشبندی صوفیوں کے فرقہ میں سے تھے۔[2] سلطان حسین میرزا بایقرا حاکم ہرات نے انہیں اپنے عہد (۱۴۶۹ء سے ۱۵۰۶ء) میں کشمیر سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ ان کی کشمیر میں آمد کے بارے میں اختلاف ہے۔ محب الحسن کے مطابق وہ سال ۱۴۸۰ء میں کشمیر پہنچے۔ لیکن ڈاکٹر صوفی مصنف کشمیر لکھتے ہیں کہ وہ سلطان حسن شاہ کے عہد (۱۴۷۲ء سے ۱۴۷۴ء) میں کشمیر وارد ہوئے۔ انہوں نے یہاں آٹھ سال گزارے۔ اس عرصہ میں وہ اپنے مسلک کی تبلیغ و اشاعت میں خفیہ طریقے سے لگ گئے۔ ان کے دو مشہور شاگرد بابا اسماعیل کبروی اور بابا علی شاہ نجار تھے۔ جنہوں نے ان کی ہر قسم کی مدد کی۔ لیکن ان کی خفیہ سرگرمیوں کا پتہ اس وقت کے دوسرے علماء کو کسی طرح سے مل گیا۔ اس لئے ان کی مخالفت کی بنا پر انہیں مجبوراً کشمیر چھوڑنا پڑا۔ حاکم ہرات جب شمس الدین کے عقائد سے مطلع ہوا تو اس نے انہیں اپنی خدمت سے خارج کر دیا۔

۱؎ محب الحسن (کشمیر انڈر سلاطین) صفحہ ۲۸۲

۲؎ ڈاکٹر رشید درانی (مفتی کشمیری) صفحہ ۳۲ حاشیہ

اس کے بعد وہ سید محمد نوربخش کے فرزند شاہ قاسم کے پاس رے گئے۔ وہاں سے شاہ قاسم نے انہیں دوبارہ تبلیغ کے لئے کشمیر بھیجا۔ اس بار وہ ۱۵۰۲ء میں اپنے ساتھیوں اور پیروؤں کے ساتھ کشمیر وارد ہوئے۔ میر عراقی نے باوجود سخت مشکلات کے کئی امراء اور اعیانِ حکومت کو نوربخشیہ عقیدہ کا پیرو بنایا۔ جن میں موسیٰ رینہ سب سے مشہور ہیں۔ اُس نے شمس الدین عراقی کو تبلیغ اور اپنی سرگرمیاں تیز تر کرنے کے لئے خوب مالی معاونت کی۔ اس کے علاوہ انہیں جڈی بل میں ایک خانقاہ تعمیر کرنے کے لئے زمین بھی دے دی۔ میر عراقی کشمیر سے واپس جاتے ہوئے بلتستان میں تبلیغ کرنے لگے تو انہوں نے بہت سے بودھ باشندوں کو اپنے مسلک میں شامل کیا۔ میر شمس الدین کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے دانیال اور ان کے دوسرے خلفاء نے ان کا کام جاری رکھا۔ چک سلاطین جو ۱۵۶۱ء سے ۱۵۸۶ء تک کشمیر پر حکمران تھے، فرقہ نوربخشیہ کے پیرو بن گئے۔ ایران کے زیرِ اثر جہاں خاندانِ صفوی (۱۵۰۲ء ۔ ۱۷۳۶ء) کے بانی شاہ اسماعیل نے شیعی مذہب یا اثنا عشری اصولوں کو سرکاری مذہب قرار دیا تھا، نوربخشیہ تحریک شیعہ مذہب میں بتدریج تبدیل ہونے لگی۔ نتیجتاً [illegible] نوربخشیہ اور شیعہ مذہب میں فرق برائے نام رہ گیا۔ چنانچہ [illegible] کے افراد اپنے کو شیعہ کہنے لگے حالانکہ یہ خاندان نوربخشیہ تھا۔ اب وادی میں نوربخشیہ کے بجائے صرف شیعہ مذہب کے پیرو دکھائی دیتے ہیں۔

ریشیت: ریشیت اس سلسلۂ تصوف کا نام ہے جو یہاں کے رشی اپناتے رہے ہیں۔ بقول اوتار کشن رہبر، ریشیت سنسکرت لفظ رشی سے ماخوذ ہے۔ یہ کوئی الگ گیان یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ یہ اتحاد اور اتفاق کا وہ [illegible] ہے جس کی جڑیں شیوازم، صوفی ازم، اسلامی فلسفہ و [illegible] فروغ پاتی تھیں یہ بھگتی کی وہ لہر ہے جو اسلام کی آمد کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتی گئی۔[5]

رشی لفظ کا معنی کشمیری ڈکشنری جلد سوم کے مطابق ہے "وہ شخص جو صاحب راز ..." کشمیری ادب کی تاریخ [illegible]

بصیرت ہے۔ جسے حق دکھائی دیتا ہے۔ جو سیدھی سادی گناہوں سے پاک اور پرہیزگار زندگی۔ گزارتا ہے"۔

رشیوں کے سردار شیخ العالمؒ نے اپنے سے قبل کے کئی رشیوں کے نام اپنے کلام میں گنائے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رشیت کی کشمیر میں ایک پرانی روایت رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے اسلام کے اثر سے وہ طرح ملی جس سے یہ ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کی ایک زوردار تحریک بن گئی۔

سلاطین کے عہد میں کشمیر میں صوفیا کے چھ خاص سلسلے تھے۔ ان کے نام ہیں قادریہ سہروردیہ، کبرویہ، نقشبندی، نوربخشیہ اور رشیہ۔ ان میں پہلے پانچ ایران اور ترکستان سے آئے تھے لیکن رشی سلسلہ خالص کشمیری تھا۔ ہندو یوگیوں کے اصلی روحانی وارث کشمیر کے رشی تھے، نہ کہ دوسرے صوفیا۔ یوگیوں کی طرح رشی مجرد رہتے، اپنے جسم کو ایذائیں پہنچاتے، دنیا کو فریب (مایا) سمجھتے اور اس سے کنارہ کشی کرتے۔[۱] ان کے ہمہ اوست کے اعتقادات پر ادویت فلسفہ کا اثر تھا، اس کے علاوہ صوفیا کے برخلاف وہ نماز باجماعت اور ذکر کی محفلوں میں شریک ہونے کے بجائے آبادی سے دور غاروں اور جنگلوں میں مراقبہ کرکے ذات کو "کل" میں ضم کرنے کی کوشش کرتے۔[۱]

وادی میں ظاہری طور پر قادریہ، کبرویہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے مبلغین اسلام کے قوانین اور عقائد پر سختی سے کاربند رہے، وہ ترکِ دنیا کے ایسے نظریہ کو کبھی پسند نہ کرتے، جو تجرد، نفس کشی، ایذا پسندی اور دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی طرف مائل کرتا۔ البتہ اسلام کے اعلیٰ نصب العین کو سربلند کرنے کی کوشش کے باوجود صوفیا کو کشمیر اور دوسری جگہوں پر ان روایتی عقائد سے صلح کرنا پڑی جن میں چند غیر اسلامی باتیں شامل تھیں۔ اس طرح اسلام میں یہاں ایسے بہت سے اثرات داخل ہو گئے جو

۱۔ کشمیر انڈر سلاطین۔ ۲۲۱

آج تک سلامت باقی ہیں۔[1]

رشیوں کا طرزِ عمل دیکھ کر یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ عقائد کے لحاظ سے کسی طرح اسلام سے دور تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اسی مقصد کے لئے کوشاں تھے جس کی ابتدا حضرت بلبل شاہؒ اور حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے کی تھی۔ وہ پُر درد اور اثر انگیز عوامی زبان میں دین کے اصلی اسپرٹ SPIRIT کو لوگوں پر واضح کر دیتے تھے۔ انہوں نے غیر محسوس طریقے سے ایک وہ انقلاب برپا کیا جس کے ذریعہ انہوں نے روایتی طریقوں کا استعمال کر کے آج عقیدوں کو اُلٹ دیا، قدیم رسم و رواج کو بدل دیا اور باہمی روابط میں ایک خوشگوار تبدیلی لائی۔

سلاطین کے عہد میں اور اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک اس قسم کے لوگ ہر گاؤں اور قصبے میں رہتے تھے۔ اُن کی خانقاہیں ہر جگہ موجود تھیں۔ وہ ان میں رہ کر لوگوں کو تزکیۂ نفس اور دین کا صحیح مفہوم سمجھاتے تھے۔

ابوالفضل ان کے بارے میں رقمطراز ہے "کشمیر میں سب سے زیادہ قابلِ احترام لوگ رشی ہیں، جو روایتی قیود سے آزاد ہیں اور عبادت حقیقی پرستار ہیں، وہ کسی بھی فرقہ کی بُرائی نہیں کرتے اور کسی سے کچھ نہیں مانگتے ہیں، وہ سڑکوں کے کناروں پر ثمردار درخت لگاتے ہیں تاکہ راہگیر ان سے مستفیض ہو جائیں، وہ گوشت کھانے اور نکاح کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ کشمیر میں ان کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔"[2]

رشی رہن سہن میں بے حد سادگی اختیار کرتے تھے۔ وہ گوشت اور انڈا کھانے سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ وہ سبزیوں پر ہی گذارہ کرتے تھے۔ ننگے پاؤں چلنا ان کا معمول تھا۔ وہ بارش اور برف کے دنوں میں کھڑاؤں یا گھاس کے بنے ہوئے جوتے پہنتے تھے۔ وہ خود تکلیف اٹھاتے تھے لیکن دوسروں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ رشیوں کے ذاتی اوصاف کا مطالعہ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سادہ مزاج ... [illegible]

[1] کشمیر اندر سلاطین ... صفحہ ۲۲۱
[2] آئینِ اکبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲

Marfat.com

نئی صورت میں جاری رکھے ہوئے تھے جو بھکشوؤں بھگتوں اور راہبوں نے اس سے قبل اختیار کی تھی۔ سلاطین کے عہد میں جب کہ اسلام کو کشمیر میں بہت فروغ حاصل ہو رہا تھا۔ ریشی لوگوں میں منافرت اور مسابقت کی بجائے موافقت اور محبت پر زور دیتے تھے۔ جہانگیر ان کے بارے میں لکھتا ہے "ان کی زندگیاں بہت پاکیزہ اور بے آلائش ہیں۔ وہ کسی کی برائی نہیں کرتے ہیں۔ ان کا قلب و ذہن حرص و آز سے پاک ہے۔ وہ گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں اور شادی کرنے سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے لئے میوہ دار درخت لگاتے ہیں اور خود ان سے استفادہ کی خواہش نہیں کرتے ہیں"۔[1]

گو کہ عام خیال ہے کہ حضرت شیخ مخدوم حمزہؒ (متوفی ۹۸۴ ہجری مطابق ۱۵۷۶ عیسوی) کی تبلیغ کے بعد ریشی سلسلہ ختم ہوا تھا۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری جہانگیر کے زمانے کے تقریباً پینتیس کشمیری صوفیا اور ریشیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔[2]

اس میں شک نہیں کہ وہ پہاڑوں پر جنگلوں میں اور غاروں میں رہتے تھے۔ لیکن وہ شہروں اور گاؤں میں بھی آتے تھے۔ وہ خانقاہوں میں بھی قیام کرتے تھے بلکہ ان سے باہر بھی لوگوں کو پاکیزہ زندگی گذارنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ وہ لوگوں میں مقبولیت ضرور رکھتے تھے لیکن وہ اسے اپنے مادی فوائد کے حصول کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ سلاطین اور امراء سے دور رہنا پسند کرتے تھے لیکن سلاطین اور امراء اپنے آپ کو ان کے قریب رکھنا اپنی سعادت اور خوش بختی تصور کرتے تھے۔

ڈاکٹر شیروانی لکھتا ہے "ریشیوں کی بڑی تعداد پہاڑوں اور غاروں میں زندگی گذارتی تھی۔ وہ ہر قسم کی شہرت سے خائف تھے اور امراء اور سلاطین سے تعلق بڑھانے

---

[1] تزک جہانگیری ج ۲ ص ۱۴۹ — ۱۵۰

[2] واقعات کشمیر ص ۱۲۶ — ۱۲۵

Marfat.com

دُور رہتے تھے۔ [۱]

مورخ حسن شاہ مشہور بادشاہ سلطان زین العابدین کے بارے میں لکھتا ہے

"وہ مشائخ کبار اور اولیائے روزگار مثلاً شیخ بہاؤالدین گنج بخش، سید حسین منطقی، سید ناصرالدین بیہقی اور جناب شیخ نورالدین رشی وغیرہ اہل کمال و اصحاب کمال کی صحبت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔" [۲]

شیخ العالم حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ اگرچہ رشی سلسلے کے بانی نہیں ہیں پھر بھی وہ اس سلسلے کے مسلمہ اہم اور سب سے باوقار بزرگ مانے جاتے ہیں۔ انہیں اسی وجہ سے علمدارِ کشمیر کے اعزاز سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس سلسلے کی کڑیاں اُن سے ہی زیادہ وثوق سے ملائی جا سکتی ہیں۔

حضرت شیخ العالم کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض گوشہ نشینی کے قائل نہ تھے بلکہ وہ عملی زندگی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ آپ اپنے تبلیغی سفر میں کشمیر کے تقریباً ہر قریہ اور دیہہ میں پہنچ جاتے۔ اس دوران آپ نہ صرف لوگوں کو پاکبازی کی ہدایت کرتے بلکہ حکمرانوں اور حاکموں کو بھی لوگوں پر ظلم و جبر روا رکھنے پر ٹوکتے اور اس بارے میں کسی بھی مصلحت کے شکار نہ ہوتے تھے۔ بابا نصیب الدین اس بارے میں رقمطراز ہیں "شیخ العالم نے ایک گاؤں کے انسانوں پر ظلم کی وجہ سے وہاں کے حاکم کی سخت سرزنش کی تھی۔" [۳]

ریشیوں کی عوامی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ وقت ضرورت بادشاہوں کی شدت پسندی کے خلاف صف آرا ہوتے تھے۔ چنانچہ جب کہ کشمیر کے راج سلطان سکندر نے شیخ العالم کو اس بات پر جیل بھجوا دیا تھا کہ وہ دین مبین کی طرف لوگوں کو مائل کرتے ہوئے محبت اور شفقت کا برتاؤ چاہتے تھے نہ کہ جبر و اکراہ کا، اور وہ اس سلسلے میں سلطان کے خلاف تھے۔

[illegible]

Marfat.com

ریشی تعلیم و تدریس کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ علاوہ ازیں [illegible] کہ وہ اپنے مسلک کی تبلیغ و تشہیر کرتے تھے [illegible] وہ خانقاہیں تعمیر کرتے تھے [illegible] زیارت گاہ [illegible]

ریشی مذہبی اجارہ داری [illegible] پھر [illegible] کو اپنے وقت کے طاقتور [illegible] آزما [illegible] تھا اس سے بچ نکلنا غیر معمولی روحانی اور اخلاقی قوت کے بغیر ممکن نہ تھا [illegible] جسمانی اور ذہنی قوتیں پہنچائی گئیں وہاں ان کے [illegible] اپنے وقت کی [illegible] دوشیزہ "یاون مر" کو بھیجا گیا تھا لیکن شیخ پاک کی نظر کیمیا سے اس لڑکی کی تقدیر بھی بدل گئی اور وہ ایک عارفہ بن گئی۔

حضرت علمدار کشمیر [illegible] دوسرے لوگوں کی تقدیر بھی سنوار دی۔ ان کی نظر [illegible] اور [illegible] منور ہو گئے [illegible] قوت [illegible] پائے اور بے شمار [illegible] پا گئے یہی وجہ ہے کہ [illegible] ان کے خلفاء بابا بام الدین [illegible] بابا زین الدین [illegible] رینہ بابا لطیف الدین اور [illegible] بابا قطب الدین [illegible] وہ ایک [illegible] تھے [illegible] کی [illegible] نور [illegible] ان [illegible] ڈیرہ ذوالقرنین [illegible] ریشیوں کی عوامی مقبولیت کے پیش نظر کوئی بھی سلطان آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا [illegible] لوگوں کی اصلاح [illegible] کے ساتھ سلاطین کے لئے بھی مرشد [illegible] ثابت ہو رہا تھا۔ اسی لئے [illegible] کشمیر میں [illegible] سلطان زین العابدین کو ان سے عقیدت تھی بلکہ ان کے بعد بھی کشمیری اور غیر کشمیری حکمران ان کی عزت کرتے رہے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سلطان زین العابدین جیسے حکمران حضرت شیخ کی تعظیم و تکریم

کشمیر جلد اول صفحہ [illegible]

Marfat.com

میں خوش حال ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے ہی ان کے مقبرہ کی تعمیر نہایت اہتمام باشاہانہ طریقے سے کرائی تھی جس کی مرمت اور تجدید عطار اللہ خان نے اپنے عہد میں کروائی۔[1]

یہاں کے لوگوں میں اعتقاد اور بھروسہ پیدا کرنے کے اور اپنے اقتدار کو مستحکم بنانے کے لئے حکمرانوں نے رشیوں [illegible] اپنی عقیدت کا [illegible] عہد میں اظہار کیا ہے۔ ایک مشہور پٹھان گورنر عطار اللہ خان نے ان کے ساتھ اپنی عقیدت کے ثبوت کے طور پر ۱۱۸۵ھ میں شیخ العالم کے نام پر سکہ رائج کیا تھا جس کی عبارت [illegible] تھی۔[2]

سکہ زد روشن ز شاہ نورالدین
رنج [illegible] قطب اہل یقین

لوگ رشیوں [illegible] دربار میں [illegible] پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ بستیوں سے دور رہ کر نہایت [illegible] زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ [illegible] اس قدر منہمک رہتے تھے کہ [illegible] کے عہد میں [illegible] لوگ [illegible] منت [illegible] وغیرہ [illegible]

میرا پورا اعتقاد ہے کہ سلطان زین العابدین کا زمانہ [illegible] اور تاریخ کے دور [illegible] رشیوں [illegible] کی وجہ سے ہے۔ وہ ان کی اخلاق و رواداری [illegible] کو [illegible] دیانت داری کے [illegible] رہتے تھے۔ [illegible] رشیوں کے عملی [illegible] معتقد تھے۔ [illegible] بعد [illegible] رشیوں [illegible] بدنام [illegible] تذکرہ نویسوں کے درمیان [illegible] موجود [illegible]

[1] موتی لال ساقی: نور نامہ، صفحہ ۲۲

[2] دوسرے [illegible] نسخہ [illegible] ہے۔

Marfat.com

ریشیوں کا پیغام وصل کا تھا فصل کا نہیں یا محبت کا تھا نفرت کا نہیں۔ وہ ا...
قول و فصل سے مولانا روم مرحوم کے اس اصول کے حامی تھے۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

ان کے نزدیک تمام بنی نوع انسان ایک ہی اُمت کے افراد تھے۔ رنگ...
نسل، طبقہ، ذات، جنس یا عقیدہ کا اختلاف اُنکے سامنے بنیادی اہمیت نہیں رکھتا
تھا۔ وہ ہر اختلاف کو برداشت کرنے کے قائل تھے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس)

(لوگ دراصل ایک ہی اُمت تھے پھر مختلف ہوگئے)

یہ صحیح ہے کہ مختلف راستوں میں سے صرف ایک ہی راستہ سیدھا ہو گا اور
یہی اسلام کا راستہ یعنی صراط مستقیم ہے۔ اس پر گامزن ہونے کے لئے لوگوں کو حکمت
و دانائی سے بلایا جانا چاہیئے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ (النحل ۱۶)

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ...
اچھے طریقے سے مباحثہ کرو)

ریشیت اس حکمت و دانائی کی وہ صورت تھی جس نے اسلام کو کشمیر میں مقبول
بنادیا اور یہاں کے لوگوں کو اس کا گرویدہ۔ یہ مقصود بالذات نہیں تھی۔ بلکہ حصول مقصد
کے لئے ایک ذریعہ اور وہ عظیم مقصد اسلام کے اعلیٰ نصب العین کے تحت زندگی گزارنا اور د...
میں امن و شانتی پھیلانا تھا۔

اس لئے ریشی حضرات نفس کی صفائی و پاکیزگی پر زور دیتے تھے اور اس...

Marfat.com

خود بھی سختی سے کاربند تھے۔ قرآن مقدس گواہ ہے۔

بے شک جس نے نفس کو صاف کیا۔ کامیاب رہا اور جس نے اس کو میلا کیا ناکام رہا۔

وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔ (الآیہ)

ان ہی کامیاب و کامران لوگوں میں سے کشمیر کے پاک طینت و پاکباز رشی حضرات تھے۔

شیخ العالم کے کلام کی تفہیم و تحسین اور اس کی قدر و قیمت کو متعین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم ان کی ذات یا شعور ذات کے عمل کی پردہ کشائی کریں جو مبہم اور خفیہ بھی ہے۔ ان کے کلام کو عام طور پر پند و نصائح کا دفتر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے یہاں ایسے اشعار بھی ہیں جو شعریت کی زندہ مثالیں ہیں۔ انھیں داخلی زندگی کی اجنبیت، تنہائی اور بیکرانی کا احساس ملتا ہے۔ یہ احساس اپنی شدت و تیزی سے جمالیاتی تقاضوں کو کم کرتا ہے۔ ایسے اشعار بلاشبہ ان کے شعری شعور کی برتر تابانی کے مظہر ہیں۔

ڈاکٹر حامدی کاشمیری

⊙ امر ما لوہی

ریشیت اور وشنو تحریک

ریشیت اور وشنو تحریک کی مماثلت کو سمجھنے کے لیے دونوں کے پس منظر کا ایک سرسری جائزہ ضروری ہے۔

مقدس ویدوں کی تخلیق اُن لوگوں نے کی ہے جنہوں نے عمل و عرفان کے ارتقائی مدارج طے کرتے ہوئے آخر پر ہمالیہ کے گھنے لیکن روح پرور جنگلوں کو اپنا مسکن بنایا۔ یہ لوگ جب وجدان کی حد سے گزر کر الہام کے حدود میں پہنچے تو ان پر گویا کہ وید نازل ہوئے۔ ہندو تہذیب وتمدن کی روحانی روایات کے ان علمبرداروں کو وید نے رشی کہہ کر پکارا۔ انہیں منو سمرتی کے مطابق ابتدائے آفرینش میں بھی برہما نے سب سے پہلے رشیوں کی تخلیق کی۔ ان دس (ابتدائی) رشیوں میں کچھ کے نام یہ ہیں۔ مریچی، اتری، انگرا، پلستیہ، پولاہ، کرتو، پرچیتا، وشیشٹھ، بھرگو، نارد وغیرہ۔ ان ہی رشیوں نے جنہیں برہمہ رشی بھی کہا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں منو کے مطابق وید کی تعلیمات سے چار دانگ عالم میں روشنی پھیلائی۔ گویا رشی یا ریشیت کا تصور وید اور منو سمرتی کے مطابق اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ نسل آدم۔ وید کے مطابق جاننے اور سمجھنے کے قابل صرف وید ہے اور لفظ "وید" کا لغوی مفہوم بھی "جاننے کے قابل" ہے۔ منو رشی گینہ دمک اور راج رشی جنک تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ برہم کو جاننا ہی انسان کا سب سے بڑا مقصد ہے اور جو طریقہ اس

Marfat.com

رسیلے یہ انسان کی رہنمائی کرتے وہ وید ہے۔ اسی لئے وید کو "برہم ودیا" یعنی وہ علم جس کے ذریعہ سے خدا کو جانا جا سکے۔ ویدک قواعد کی رو سے "رشی" "آرشہ" سے بنا ہے۔ اور "آرشہ" کا مطلب ہے وید۔ اس طرح سے رشی کا مفہوم وید جاننے والا بن جاتا ہے۔ چونکہ وید جاننا دراصل برہم کو جاننا ہے اس لئے رشی اس آدمی کو کہتے ہیں جو اس نور ازلی کا کچھ نہ کچھ ادراک رکھتا ہو جو "ورکرتی" اور "پرکرتی" یعنی تغیر اور غیر تغیر سے بالکل پرے ہے۔ سادہ الفاظ میں ریشیت اُسی طور طریقے کا نام ہے جو کسی ایسے ہی رشی نے اپنایا ہو۔ وید، اپنشد، منوسمرتی، چھ شاستر یا گیتا میں سے کوئی بھی گرنتھ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ رشی قنوطی اور فرار پسند ہو سکتا ہے۔[1] چاروں آشرم فرار کی طرف نہیں بلکہ عمل کے ارتقائی مدارج کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور عمل کا ارتقا ابتدائی ریشیت کا سب سے بڑا اور بنیادی عنصر ہے جو معاشرے میں چلایا جاتا ہے۔

اگرچہ ریشی اور ریشیت کا تصور ہندوستان میں زمانہ قدیم سے اب تک برابر موجود رہا ہے۔ لیکن شنکر آچاریہ تک اس سے کوئی تحریک نہ بن سکی۔ تحریک میں فلسفیانہ و روحانی تصورات کے ساتھ ساتھ سماجی، سیاسی اور اقتصادی عناصر کی کارفرمائی بھی ہوتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم ریشیوں نے زیادہ زور روحانیت پر دیا اور اسکے لئے فلسفیانہ بنیادیں فراہم کیں۔ زندگی کے باقی پہلو اُن کے لئے زیادہ اہم نہ تھے۔ شاید اسلئے کہ قرون وسطیٰ تک زندگی اتنی [illegible] شنکر آچاریہ نے ریشیوں کا سلسلہ ہی [illegible] بلکہ ملک کے چاروں اطراف میں چار مرکز بھی قائم کئے۔ اس طرح للہ ایشوری اور شیخ العالم تک کشمیری ریشیت کا محض فلسفیانہ اور روحانی [illegible] لیکن جونہی دو عورتوں نے [illegible] اطراف سے اقدار نے پیچیدہ صورت [illegible] ریشی تحریک کی غیر شعوری اور حضرت شیخ نے شعوری [illegible]

---

[1] بنیادی طور پر ہندوستانی روایات [illegible]

Marfat.com

اپنشدوں کا دور آریوں کے تومی سنسکرتی کا سنہری دور ہے۔ اپنشدوں کی تخلیق کرنے والے بھی رشی ہی کہلاتے ہے۔ اپنشدوں کے ظہور کے سلسلے میں ایک محقق لکھتا ہے۔ "یگیوں میں جانور بھی مارے جاتے تھے۔ اس لئے یگیہ بہت ہی گھٹیا مانے جانے لگے۔ یہ بات رشیوں کو نہیں جچنے لگی اور وہ سوچنے لگے کہ دھرم کا گھٹیا روپ ہٹنا چاہئیے اور آدمی کو اس سے اوپر اٹھ کر کسی اونچے دھرم کی تلاش کرنی چاہئیے"[1] ہر دور میں مفاد خصوصی رکھنے والے عناصر نے مذہب کی سیدھی سادھی سچائیوں کو اس طرح معمہ بنا کر پیش کیا کہ بقول اقبال قرآن پر ژند کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ برہمنوں نے چند صدیوں کے بعد ویدک دھرم کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ لوگ اسس سے بوریت سی محسوس کرنے لگی اور اس کا ردعمل اپنشدوں کے طور پر ظاہر ہوا۔ اصولی طور پر اپنشد تخلیق کرنے والے رشیوں نے ویدوں کی برتری اور حرمت تسلیم کرلی اور اپنے طور پر ویدوں کا نقطۂ فلسفیانہ نظر اپنشدوں میں پیش کیا لیکن اپنشدوں کا دور تاریخی اعتبار سے برہمنوں اور کھشتریوں کی کشمکش کا دور ہے۔ کھشتریوں نے اپنشدوں کا ساتھ دیا کیونکہ ان کی تعلیم رسومات اور کسی ایک شخص یا ایک جماعت کی اجارہ داری کے خلاف تھی۔ اپنشدوں نے مابعد کے ہر فلسفہ کو متاثر کیا۔ یہ ویدوں اور اپنشدوں کی عظمت ہے کہ متضاد خیالات رکھنے والے لوگوں نے اپنے نکتہ نظر سے ان کی تفسیر کرکے انہیں اپنے لئے سند کے طور پر پیش کیا لیکن یہ آج بھی اتنے ہی جسیم ہیں جتنے کہ آج سے چار پانچ ہزار برس پہلے۔

اپنشد کائنات کی بنیادی وحدت پر زور دیتے ہیں اور اسے دلائل سے ثابت بھی کرتے ہیں۔ یہاں کائنات، خدا، فطرت اور انسانی روح کے بارے میں فلسفیانہ بحث ہے۔ یہاں علم "پرا" حقیقی اور "اپرا" غیر حقیقی میں بٹا ہوا ہے۔ شعور کی پاکیزہ حالت کا نام ہی برہم ہے۔ اپنشدوں کے چار مہاواکیہ یعنی اقوال عظیم میں "ایم آتما برہما"[2] "تت تم اسی"[3] "اہم برہم اسمی"[4]

[1] رام دھاری سنگھ دنکر "سنسکرت کے چار ادھیائے" صفحہ ۹۱ [2] "میری آتما ہی برہم ہے" ترجمہ کرانتی [3] ... "تو وہی (برہم) ہے" ... [illegible]

اپنشد انسان کی تین حالتوں یعنی بیداری، نیند اور خواب کی نفسیاتی اور فلسفیانہ تفسیر و تاویل کے بعد انسان کے شعور کی چوتھی حالت "تریا" کو ثابت کرتا ہے۔ شعور کی حالت پاکیزہ، ابدی اور احدی ہے۔ اپنشد کثرت میں وحدت کا قائل ہے اور انسان کے پانچ کوشوں (پردوں) کا ذکر کرتا ہے جن میں انسان کا حقیقی نور چھپا ہوتا ہے۔

(۵)

وشنویوں کی سب سے اہم کتاب بھاگوت ہے اور وشنو مت کو بھاگوت مت بھی کہا گیا ہے۔ رامانج اور مادھو آچاریہ جو وشنو ازم کے بھاگوت کے فلسفے کے بانی سب سے بڑے فلسفی ہیں بھاگوت کو صحیفۂ آسمانی تصور کرتے ہیں حالانکہ مادھو کا جھکاؤ (کرشن) سے زیادہ رام کیطرف ہے۔ زندگی اور فلسفے کا ہندو دھرم میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ ہندوؤں میں فلسفہ زندگی کے تحت تجسس اور تجربے سے تشکیل پاتا ہے [illegible] سماجی [illegible] کسی نہ کسی ذہنی مرشد کا تجربہ تصور کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کے پُران اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ بھاگوت رغبت کی عظمت اور عظمت کا مسکن ہے [illegible] کہا گیا ہے کہ بھاگوت [illegible] میں برہم سوترا تفسیر کی تمثیل ہے جو [illegible] کی تخلیق ہے۔ یہی بھاگوت وشنویوں کو فلسفیانہ بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ بھاگوت [illegible]

اپنشدوں [illegible] موجود نہیں۔ بھاگوت [illegible] عوامی [illegible] ENT [illegible] ہے جس [illegible] سالوں کی زندگی [illegible] ہے۔ بھاگوت [illegible] SYNTHESIS [illegible] کو [illegible]

بھاگوت کے مطابق اِس کائنات کی بنیادی اور حتمی حقیقت محرکی روحانیت ہے - جس کی نمو کے مختلف درجے ہیں - اِن فلسفے کے مطابق جب تک تمام زندگی کا پس منظر روحانی ماہیت کا قرار نہ دیا جائے تب تک زندگی کی تشکیل روحانیت کے محرکی اصول کے مطابق نہیں ہوسکتی ہے۔ اس فلسفے میں بھی برہم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے - اس لئے کہ دوئی کا کوئی خیال دنیا کی تعمیر اور ارتقا سے مناسبت نہیں رکھتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وشنو رت شنکر آچاریہ کیطرح ادویت (ہمہ اوست) کا قائل ہے۔ رامانج اور خاص کر مادھو دو بھو آچاریہ صاف الفاظ میں اس کی تردید کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بحث آگے ہوگی -

وشنوی مفکر "سپرٹ" کو محرکی نوعیت کا سمجھتے ہیں اس لئے اس کی نمو "EXPRESSION" ضروری بن جاتی ہے۔ کائنات سے اس نمو کے الہام کو ہی وشنو مفکر تاریخ کہتے ہیں - یہ الہام دو طریقوں سے ہوتا ہے - پرکرتی اور انسانی روح کی وساطت سے۔ اگر زندگی 'من اور پرکرتی' میں حرکت ہے تو اس میں ان کا کوئی اپنا حصہ نہیں بلکہ ایسا روح ازلی "SUPREME SPIRIT" کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے۔ اُن کے حرکات میں اگر کوئی مفہوم' مقصد یا نمو ہے۔ تو وہ محض پہلے قسم کے الہام کی بدولت ہے - اس الہام کی بدولت کائنات 'جمادات' نباتات' حیوانات' انسان اور انسان کا معاشرہ تشکیل پاتے ہیں - لیکن یہاں غیر شعوری مادہ قدم قدم پر انسان کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہے اور یہاں پر ہی روح کے الہام کی ضرورت پیش آتی ہے۔ روحانی الہام نہ صرف انسان پر فطرت کے راز منکشف کرتا ہے۔ بلکہ یہی اُسے حسن، مسرت اور صداقت کی طرف لے جاتا ہے -

وشنویوں کے مطابق شکتی "POWER" کا عنصر پہلے یعنی پرکرتی کے الہام سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ شکتی کائنات کی تعمیر اور اِس کے نظم ونسق کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ جہاں روح ازلی کی خواہش میں [illegible]

مطابق قدیم ہے) پیدا ہوتی ہے وہاں اُسے طاقت کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ چونکہ رُکاوٹ صرف غیر ہمواری میں ہوتی ہے اس لئے طاقت کی ضرورت صرف اہام کے اس کشف یعنی فطری سطح پر ہوتی ہے۔ ارواح میں تناسب، ہم آہنگی، توازن اور یکسانیت ہے اس لئے اہام کی لطیف یعنی روحانی سطح پر طاقت کے عنصر کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ تفکر کے اسی رُخ نے وشنویوں کو اہنسا کی طرف راغب کیا۔

روحِ ازلی اپنی بنیادی حالت میں پریم، حسن، شعور اور آنند یعنی ابدی مسرت ہے۔ کیونکہ اس میں نمو ہے۔ اس لئے یہ شعور ہے۔ کیونکہ اس کی نمو میں آہنگ اور توازن ہے اس لئے یہ حسن ہے۔ کیونکہ یہ انسانی روح کو اپنی اور کھینچتی ہے۔ اس لئے یہ پریم ہے۔ کیونکہ یہ سدا تغیر کے بغیر رہتی ہے۔ اس لئے یہ آنند ہے۔

وشنومت روحانی سکوت کے بجائے روحانی حرکت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اس مت کے فلسفیوں کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ جیو آتما کا ہمیشہ روحانی ارتقا ہی ہو۔ اس فلسفے کو روحانی ارتقا سے روحانی حرکیت بھاتی ہے۔ روحانی حرکیت میں عارف کو دو حالتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ ہیں مفارقت اور قربت۔ دونوں ملکر سالک کے لئے اس حال "PHENO-MENON" کا تعین کرتے ہیں جسے وشنو آچاریہ "لیلا" کہتے ہیں۔ قربت کا نتیجہ زندگی، ہم آہنگی، سکون اور روحانی سرگم ہے اور مفارقت کا زندگی اور موت، سکون اور تناؤ، ہم آہنگی اور بے ربطی ہوتا ہے۔ وشنو مفکر کسی حد تک جدلیاتی بنیادوں پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کائنات میں ہمیشہ مادی اور روحانی عناصر برسرِ پیکار رہتے ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان زندگی کی کائناتی نمو سے اپنے روحانی مسلک میں آگے جائے جہاں خالص نروان سے اس کے ضمیر اور وجود کو جلا مل سکے۔

یہ فلسفہ بنیادی طور پر بھگتی کا فلسفہ ہے جس پر وشنو دھرم کا سب سے زیادہ زور ہے۔ اس مت کے مطابق گیان اور یوگ کے ابتدائی مقامات سے گذر کر انسان

Marfat.com

بھکتی سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ برہم سب اوصاف سے زیادہ آنند ہے۔ برہم کی اس حالت میں کے ایک مرحلے کا نام نور ہے جیو آتما اس حالت کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ کیونکہ یہاں ہر ت امن کی کیفیت ہوتی ہے۔ جیو آتما کی یہ کشش ہی بھکتی ہے۔ بھکتی سے انسانی روح ملکوتی ہو جاتی ہے۔ گیان مارگ بھکتی مارگ سے مختلف ہے کیونکہ اس میں گیان کا مکمل ادراک تو ہو جاتا ہے لیکن یہ لامکان کی حد میں نہیں پہنچ سکتا ہے۔ کسی قسم کا ماحول اس کے لئے مطلب ہے۔ عشق کی راہ میں سالک کی ایسی خود سپردگی جس میں وہ خود نہ ہو۔ پروفیسر ایم ایما سرکار کے الفاظ میں

"THE BRIDE OF THE SOUL MUST BE PATIENTLY WAITING BEFORE THE DIVINE BRIDEGROOM CAN VISIT HER —— BUT THE LIGHT OF THE FAITH SHOULD BE EVER BURNING IN HER TO WELCOME THE DIVINE CONSORT IN HER HEART OF HEARTS AND TO BE UNITED WITH HIM IN HIS CONSOLING AND ALL ABSORBING EMBRACE."[1]

یہاں بھگتی میں نہ صرف سالک ایک آتما ذہن ہی ما جاتا ہے۔ بلکہ آتما مقامان آتما متر اور آتما جاگرتی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ العالم اپنے آپ کو "داس" سمجھتے ہیں چونکہ وشنو تحریک بنیادی طور پر بھگتی کی تحریک ہے اس لئے یہاں اپنشدوں کے اثر سے ذات پات کے کوئی رسوم نہیں۔ جو جتنا اونچا بھگت ہے اس کی ذات اتنی ہی اونچی ہے۔ عام آدمی کے لئے اس تحریک میں برہم کا فلسفیانہ تصور ایشور اور بھگوان کا روزمرہ کا تصور بن جاتا ہے۔ چونکہ انسانی تصورات ہمیشہ اضافی ہوتے ہیں۔ اس لئے بھکتی کے مقامات پر کسی کا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں۔ ایشور کے اس تصور کو بنیادی سطح پر اور زیادہ عملی بنانے کے لئے وشنو تحریک نے "اشٹ دیو" یعنی "PERSONAL GOD" کا تصور دیا۔

---

[1] ایسٹرن لائٹس ص ۶۴

اِس "ایشٹ دیو" کو پردۂ مجاز میں حُسن کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا گیا۔ اس کی بھگتی کے لئے انسان اِس سے اپنی پسند اور اپنے معیار کے مطابق کوئی بھی رشتہ بنا سکتا ہے۔ لیکن شرط صرف اتنی ہے کہ یہ تعلق محض بھگتی کے لئے ہو۔ یہاں بھگت کو جنت و دوزخ، جزا و سزا کی ترغیبات سے بالکل اوپر ہونا چاہیے۔ اس "ایشٹ دیو" کے عشق میں ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب بھگت کو نجات کی خواہش بھی نہیں رہتی ہے۔ جب اُس کے لئے ماضی، حال اور مستقبل کے نام اور انداز اپنے آپ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ لامکاں کے نغمۂ جاوداں " [illegible] " [illegible] سوامی ویویکانند [illegible] ہوتا ہے :-

"I DO NOT WANT WEALTH; NOR EVEN HEALTH; I DO NOT WANT BEAUTY; I DO NOT WANT INTELLECT! LET ME BE BORN AGAIN AND AGAIN; AMID ALL THE EVILS THAT ARE IN THE WORLD, I WILL NOT COMPLAIN BUT LET ME LOVE THEE AND THAT FOR LOVE'S SAKE!"

یہی وجہ ہے کہ وشنو مت اوتار کے تصور کا شدت سے قائل ہے۔ غلطی سے مسلم [illegible] سے اوتار اور پیغمبر کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر اگرچہ دونوں کا بہ ظاہر مقصد ایک ہی ہوتا ہے لیکن دونوں الہیات کے مختلف دبستانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پیغمبر کا تعلق شعور [illegible] اور اوتار "آتمک اوتار" (DIVINE DECENT) سے تعلق رکھتا ہے۔ پیغمبر کے لئے زمانہ [illegible] ہے لیکن اوتار زمانے کی تین حالتوں کی پابندی سے آزاد رہتا ہے۔ جب لامحدود اپنی خواہش سے محدود بن جاتا ہے تو اُسے اوتار کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں فلسفی اس بات پر [illegible] لامحدود اپنی مرضی ہی سے کبھی کبھی اپنے پورے مرتبے کے ساتھ محدود ہیں بن سکتا ہے۔

اس مذہب کا ذرا سا حصہ [illegible] محدودیت [illegible] جھلک آپ [illegible]

Marfat.com

نظریئے کے مطابق پرسرام سات، شری رام چودہ اور بھگوان کرشن سولہ کلا اوتار مانے گئے ہیں۔ بدھ اور مہاویر بنیادی طور پر پیغمبر ہیں۔ اشوگھوش، شنکر آچاریہ اور رامانج نے محض ثقافتی روایت کی مجبوریوں کے تحت بدھ اور ارہٹ کو اوتاروں میں شمار کرنے پر زور دیا۔ اسی لئے اُن کی کلاؤں (نورازلی کے انش) کا کہیں ذکر نہیں۔ وشنو تحریک سے وابستہ مفکر اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اوتار ایشور یا وشنو کے بجائے کسی روحانی عنصر کا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نے اسی سطح پر رام کو اوتار قرار دیا ہے۔ اوتار اور پیغمبر میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ اوتار عالم انسانیت کی تعمیری، ترکیبی اور اخلاقی اور آفاقی قدروں کی تربیت اور ایثار تمام انسانوں کے لئے کرتا ہے جبکہ پیغمبر ان قدروں کے ساتھ کچھ نئی سیاسی، اقتصادی اور سماجی قدروں کا تعین کر کے اپنے پیروکاروں کی تنظیم نئے حالات کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔

۔

ایک اوتار ظہور پا کر کئی تہذیبوں کی کئی دوروں تک رہنمائی کر سکتا ہے۔ اوتار کے ظہور کا مقصد بھگوت گیتا میں صاف طور پر بیان ہوا ہے جو وشنویوں کی ایک خاص الخاص اور دیگر ہندوؤں کی ایک اہم ترین مقدس کتاب ہے۔ ع

دھرم[1] کا سورج جب چھپتا ہے گہری غار میں
پھیلتی ہیں پاپ کی تاریکیاں سنسار میں

---

[1] دھرم کو مذہب ماننا غلطی ہے۔ دھرم کا لفظی مطلب ہے دِشواس۔ شنکر آچاریہ اس لفظ کی تشریح یوں کرتے ہیں "جس میں دنیا قائم ہے اور جس سے دنیا کی پرورش اور آرائش ہوتی ہے"۔ مذہب کے لئے سنسکرت میں "سمپردائے" "مت" اور "پنتھ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی معقول آدمی "ہندو دھرم" کو مذہب ماننے سے انکار کر سکتا ہے۔

Marfat.com

خون ہوتا ہے عدل کا راجستی دربار میں
قیمتیں بڑھتی ہیں بدمستوں کی ہر بازار میں
جسم انسانی میں آکر پھر جنم لیتا ہوں میں
پاپ کا نقشہ جہاں سے پھر مٹا دیتا ہوں میں

اوتار کے تصور میں الہام کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اس لیئے اوتار کی کارکردگی میں اہمیں پرکرتی اور پرش (یعنی الہام فطرت و الہام روح) دونوں قسم کا طریقہ کار ملتا ہے۔ لیکن اوتار کے ظہور کیلئے ان حالات کی موافقت ضروری ہے۔ جنکا ذکر گیتا کے شلوکوں میں کیا گیا ہے۔ پروفیسر سرکار لکھتے ہیں:-

"RARE ARE THE VISITATIONS FROM THE DIVINE. THE SPIRITUAL KINGDOM ON EARTH CAN ONLY BE ESTABLISHED WHEN THE FORCES ARE RESPONSIVE TO THE FINEST URGES OF LIFE, THE DIVINE IN ITS BEAUTY, WITH ALL ITS POWERS AND LOVE, CAN INTERVENE IN THE COSMIC REGULATIONS."

وشنویوں کیلئے حسن ایک بہترین تصور ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ حسن زندگی کا قلب ہے۔ جس کی روحانی اظہار ہے لیکن یہ اظہار ہمیشہ ایک تجربے کی صورت میں ہوتا ہے حالانکہ اس میں فطرت یا مادہ کا کوئی لمس نہیں ہوتا۔ حسن نہ جمالی ہے نہ فطری نہ غیبی بلکہ اس کی نوعیت فوق ذہنی (SUPRA MENTAL) ہے۔ اور اس کا بنیادی تعلق زندگی کی ترکیت سے ہے۔ حسن کی سب سے بڑی خاصیت جیو آتما کو یکتائی عطا کرنا ہے اور یہ روح مادہ کے لمس سے آزاد کر کے رس اور سنگ میل کی آگہی بنتا ہے جہاں انسانی روح کی منزل یہ کرتی ہے نہیں بلکہ ایک والہانہ پن سے ہوتی ہے۔ یہاں روح ناندیل

Marfat.com

یعنی حواس کے بوجھ سے آزاد ہوتی ہے۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ ایسے خیالات رکھتے ہوئے بھی وشنوی فرقے کے لوگ سمجھتے ہیں کہ حسن میں بھی ترکیب اور "CONCRETENESS" ہونی چاہئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جمالیاتی غور و فکر انسانی ذہن کو ارادے سے چھٹکارا دلا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ بنیادی طور پر حسن کو روح کی دائمی کشش تصور کر کے سمجھتے ہیں کہ حسن کی تجلیوں میں گم ہو کر انسان کی روح کو حواس و خصوصیات علم اور ذہن سے چھٹکارا ملتا ہے اور یہاں آ کے صرف اپنی یکبگی (عشق) کا احساس رہتا ہے۔ وشنوی آچاریہ حسن سے تحریک پانے کیلئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ کم از کم پہلے درجے پر حسن کو اپنی متقرونات کی وساطت سے اپنی تحریک دے کیونکہ جزو حسن اس میں چاہے کتنی ہی رفعت اور عظمت کیوں نہ ہو سالک کو کوئی ایسا تہیج نہیں دے سکتا ہے جو اس کے جنونِ عشق کو دو آتشہ کی طرح تیز تر کر دے۔ شاید اسی لئے علامہ نے "حقیقت منتظر" کو لباس مجاز میں دیکھنے کی التجا کی تھی۔ اس طرح حسن سے محظوظ ہونے کے دو رخ ہیں ایک شعوری مسرت دوسرا رخ وہ جمالیاتی مسحی ہے جو جیو آتما کو حسن کی وحدانیت سے ہمکنار کر دیتا ہے لیکن یہ ہمکنار ہونا تصوفانہ نہیں بلکہ حسن کا حقیقی ادراک اور اس کے تئیں خادمانہ رویہ ہے۔ ایک محقق نے ایم۔ جوڈ کروس اور شوپن ہاور کے جمالیاتی تصورات پر تنقید کرتے ہوئے وشنوی تحریک میں حسن کے تصورات کے بارے میں لکھا ہے:

" BUT THE VAISNAVAS ENJOY A SUITABLE ATTRACTION, WHICH GIVES CALM AND POISE IN THE ENJOYMENT OF THE BEAUTIFUL. IT TRANSCENDS THE LIMITATIONS OF LIFE IN ITS ACTUALITIES. BEAUTY HAS ALSO FINER TOUCHES UPON FEELING, WHICE MAKE THE LIFE MOVE IN FINE RHYTHYM AND DIVINE HALMONY WILL IN

Marfat.com

THIS HEIGHT IS NOT THE WILL IN THE ORDINARY SENSE OF THE TERM. IT IS THE INTENSE ATTRACTION, THE TENDENCY TO BE UNITED WITH THE DIVINE; BUT THIS UNITY IS NO ABSORPTION, BUT A CONSCIOUS APPRECIATION, ADMIRATION, ENJOYMENT AND SERVICE. LIFE UNFOLDS THROUGH ALL ASPECTS OF ITS YEARNING FOR THE DIVINE, AND IF THE AESTHETIC ENJOYMENT KEEPS THE WILL SUSPENDED FOR THE MOMENT, IT IS REINFORCED BY THE DESIRE TO MOVE IN DIVINE OSCILLATION. LIFE THEN BECOMES QUICK FRESH, INSPIRED AND EXPERIENCE VARIED SWIFT AND INFINITE.

(ب)

یوں تو وشنو کا ذکر رگ وید میں بھی ملتا ہے لیکن وہاں اس کی پرستش یا اس سے کسی مخصوص فرقے کے منسوب ہونے کا ذکر نہیں۔ وشنو بنیادی طور پر برہم کی پرورش کرنے والی صفات کا نام ہے۔ ہندو تثلیث "TRINITY" میں تین دیوتا ہیں جو دوسری اہمیت کے حامل ہیں [illegible] سب سے زیادہ وشنو کو لائق ذکر مانتے ہیں۔ وشنو پران کے مطابق تثلیث اس کائنات کی سب سے بڑی نمود ہے ———— مثلاً

(ا)	انسانی فطرت کی تین اقسام :-	ستوگن	رجوگن	تموگن
(ب)	کائنات کے تین کرّے :-	کرۂ ستوگن	کرۂ رجوگن	کرۂ تموگن
(ج)	دنیا کے تین حصے :-	آسمان	فضا	زمین
(د)	برہم کے تین اوصاف :-	صفت قیام	صفت آفرینش	صفت فنا
(ر)	برہم کی تین علامتیں :-	وشنو	برہما	شو

وشنو کی پوجا کی بنیادیں بھگوت گیتا کے "وراٹ سروپ" میں ہیں۔ اس "وراٹ سروپ" کو مدنظر رکھ کر پانڈوؤں نے واسدیو کی بھگتی شروع کی۔ رام کرشن بھنڈارکر کے مطابق "وشنو کی پوجا ۳۰۰ ق م سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی"[1]۔ جبکہ اس مت کے سنہری ارتقاء کا دور قرون وسطیٰ کا وہ زمانہ ہے جب رامانج اور مادھو آچاریہ نے اس کی تبلیغ کی۔

وشنو مت نے کچھ عرصہ تک ویدوں کے کرم کانڈ کو جاری رکھا لیکن بعد میں اہنسا کی وجہ سے جسکی فلسفیانہ بنیادیں ان میں بودھوں سے پہلے تھیں لیکن جینوں نے گوتم بدھ کے عروج سے زیادہ زور پکڑا اس مت نے کرم کانڈ چھوڑ کر اپنی الگ راہ نکالی۔ اس مت نے چوبیس[24] اوتار تسلیم کئے شاید یہ تقسیم بھی بودھوں کے چوبیس[24] بدھوں یا جینیوں کے چوبیس[24] تیرتھنکروں کی بنیاد پر کی گئی ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ سب وشنو کے اوتار ہیں۔ ان میں کچھ کو فائق تسلیم کیا گیا جن میں متسیہ، کورم، براہ، نرسنگھ، ورمن، پرسرام، رام، کرشن اور مستقبل سے تعلق رکھنے والا کلکی شامل ہیں۔

وشنو مت والے "اگم" پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اگرچہ پھل، پھول اور پانی سے پوجا کی اہمیت کو گیتا میں واضح کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں اگم کا طریقہ کار غیر آریائی ہے۔ ذکر لکھتے ہیں۔ "ہندوؤں کے ہاں مذہبی کتابوں اور نیاوں کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ وید سے متعلق ہے جو یگیوں پر زیادہ زور دیتا ہے۔ دوسرا حصہ اگم ہے جس میں بھگتی یوگ اور تنتر کے

(۱) وشنوازم اینڈ شیوازم ص ۱۵

موضوع شامل تھا۔ پہلا حصہ [illegible] اور دوسرا [illegible] کہلاتا ہے۔ اگر خیال ہو گزشتہ دور [illegible] جن کی جڑیں ویدوں سے پہلے تک پہنچتی ہیں۔ ویدوں کے بعد جب پران لکھے جانے لگے تو ان کی داستانیں بھی وہ سب کہانیاں آ گئیں جو غیر آریائی نسلوں میں پہلے سے [illegible]

گیارہویں اور بارہویں صدی میں وشنو [illegible] دو عظیم [illegible] پیدا ہوئے یعنی رامانج اور مادھو آچاریہ۔ اگرچہ ایک کا نظریہ وششٹ ادویت واد اور دوسرے کا خالص دویت واد تھا لیکن دونوں وشنو تحریک کے سب سے بڑے علمبردار مانے جاتے ہیں۔

رامانج اور مادھو آچاریہ کے فلسفیانہ رجحانات سمجھنے کیلئے شنکر آچاریہ کے ادویت واد (ہمہ اوست) کا سرسری جائزہ ضروری ہے۔ ویدانت کا منبع وید اور خاص طور پر اپنشد ہیں۔ شنکر کے مطابق روح، خدا اور ماسواہ میں دوئی بالکل نہیں ہے۔ نیائے اور ویشیشک شاستروں نے برہم (خدا) جیو (روح) اور پرکرتی (فطرت) تینوں کو ابدی "ETERNAL" مانا ہے [illegible] سانکھیہ نے صرف برہم اور پرکرتی کو قدیم اور ازلی تسلیم کیا ویدانت نے صرف ایک ہی علت یعنی برہم کو تسلیم کیا۔ اسے ادویت واد (ہمہ اوست) کہتے ہیں۔ شنکر کے مطابق برہم ہی دنیا کی علت اور معلول ہے۔ برہم ہی کا سب اشیاء میں وجود ہے [illegible]
ہے۔ کائنات برہم کی فرضی صورت ہے [illegible] مغالطہ میں پڑ کر ہم اس دنیا کا گمان کرتے ہیں۔ یہ عالم نہ تو برہم کی حقیقی صورت ہے اور نہ اس کا فعل یا معلول ہی۔ مایا کے باعث ہمیں برہم کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں [illegible] جیو بنتا ہے اور گیان سے مایا کا پردہ اٹھ جاتا ہے [illegible] وششٹ ادویت واد سے ہوئی [illegible] دونوں کی ضرورت ہے۔ رامانج اور شنکر [illegible] برہم بنیادی اور واحد حقیقت ہے۔ اس کی مثال ایک بہت بڑے [illegible] ڈھیر کی سی ہے۔ اس ڈھیر سے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں اٹھتی ہیں [illegible]

اور آگ کا وہی سروپ رکھتی ہے جو اس میں اس وقت تھا جب وہ ڈھیر کا ایک جز تھی اور اگر اس کا یہ روپ مایا کی گھڑیوں اُلجھ کر دبیز نہ جائے تو وہ اسی حالت میں ڈھیر میں واپس آ سکتی ہے اور الگ رہتے ہوئے اگر چنگاری کا شعور پاکیزہ رہے یعنی اُسے یہ احساس ہو کہ جز میں کل ہے تو وہ "اہم برہم اسمے" کے درجے پر ہے۔ اس کے برعکس رامانج کے مطابق چنگاری ڈھیر سے الگ ہو کر اپنا سروپ یاد رکھ ہی نہیں سکتی ہے۔ گویا شعور میں تغیر آتا ہے اور یہ تغیر دوئی پیدا کرتا ہے۔ رامانج کے مطابق الگ ہو کر چنگاری اپر پرکرتی کا عمل ہوتا ہے اس کا سروپ بجھ جاتا ہے اور وہ جسم ہو جاتی ہے۔ یہاں ہیئت بھی بدل جاتی ہے اس لئے دویت ادویت بنیادی حقیقت ہے۔ لیکن بقول گوری شنکر اوجھا "رامانج کی کوششوں سے خاطر خواہ نتائج نہ نکلے۔ اُس کی دلیلوں سے یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ عابد و معبود ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اس لئے مادھو آچاریہ نے پرم آتما، آتما اور پرکرتی تینوں کو جدا مان کر دویت واد (ہمہ از اوست) کی تبلیغ شروع کی"[1] اس سلسلے میں اُس نے ویدوں اور اپنشدوں کی تفسیر بھی کی۔

وشنو ازم ابتدا میں تین گانہ مراسم پرستش پر زور دیتا تھا: مندروں میں جانا، پوجا کے لوازم جمع کرنا، پوجا منتروں کا پڑھنا اور یوگ سے ایشور کے درشن کرنا[2]۔ رامانج نے اس بات پر زور دیا کہ برت، تیرتھ یاترا اور دان سے نفس کی تہذیب ہوتی ہے۔ گیان یوگ بھگتی یوگ کی طرف لے جاتا ہے اور بھگتی سے ایشور کے درشن ہوتے ہیں۔ جیو اور بھگت برہم سے جدا ہونے پر بھی جدا نہیں۔ اصولاً دونوں ایک ہیں لیکن عملاً ایک دوسرے سے جدا اور خاص اوصاف سے متصف ہیں[3]۔ مادھو آچاریہ نے [illegible] اور ہر ایک کام کو ایشور کے نذر کرنے پر زور دیا[4]۔

---

[1] قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب — [2] وشنو ازم اینڈ شیو ازم از بھنڈارکر —

[illegible]

Marfat.com

(ج)

کشمیر زمانہ قدیم سے رشیوں کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کے قدیم باشندے ناگ تھے جن کی روایات کا پرتو ہماری ثقافت سے آج بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تہذیب یافتہ تھے اور انہیں روحانیت کا علم تھا۔ بقول [illegible] "ان کی (ناگوں کی) اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہیں "RISHIS" پاکیزہ زندگی گزارنے والے عبادت کرنے والے اور پرہیزگار کہا گیا ہے"[1]۔ آریوں کے آنے سے پہلے بھی اس علاقے کے لوگ [illegible] سے واقف تھے۔ [illegible] لکھتے ہیں "یوگ اور بھگتی کے متعلق ایک عام یقین یہ ہے کہ اس سارے دیش میں اس کا رواج آریوں کے آنے سے بہت پہلے تھا۔"[2]

کشمیر نے اگرچہ ابتدا سے ہی اپنے تمدن کی حفاظت کی ہے جس کی تاریخ نہ صرف کلہن اور [illegible] بلکہ یہاں کی روایات کے گہرے مطالعہ سے بھی ہوتی ہے لیکن ملک کے کلاسیکی تمدن کی طرح ہمارا موروثی سرمایہ بھی متحرک ہے اور اس نے ملک کی تحریکات سے وقتاً فوقتاً تعمیری اثرات قبول کئے ہیں۔ ہماری ریشیت کی روایت میں نہ صرف ویدک، اپنشد [illegible] اور دشنوی اثرات ہیں بلکہ یہاں بہت سارے غیر آریائی تصورات بھی [illegible]۔ جہاں تک دشنوی تحریک کا تعلق ہے۔ ریشیت پر اس کے واضح اثرات [illegible] کشمیر میں ریشیت کا [illegible] شیخ العالم کی روشن کردہ وہ مشعل ہے جو [illegible] کلام شیخ [illegible] دشنوی اثرات کی [illegible]

---

[1] علمدار کشمیر ص [illegible]

[2] سنسکرت کے [illegible] ص [illegible]

Marfat.com

ولبھ آچاریہ اپنے ایک شاگرد کو تلقین کرتے ہیں۔ "نارائن کا ظہور وشنو کے گن میں ہوا ہے جس کی حمد و ثنا کائنات کے ذرے ذرے سے ہو رہی ہے"۔ [1] شیخ العالم اس بات کو یوں ادا کرتے ہیں۔

اکے خدا دا ناؤ بیحس نھپا
ذرہ رؤس کانہہ تھپ ساموَ
حمد وندن اَسے بھپ
رزقہ رؤس کانہہ تھپ ساموَ

(ایک ہی خدا کے لاکھوں نام ہیں اور اس کی بھگتی کائنات کے ذرے ذرے سے ہو رہی ہے۔ تو حمد و ثنا ایک پندرہ سمجھ۔ رزق کے بغیر ایک مکھی تک نہیں)

یہاں بھی پندرہ بھگتی پندرہ ہے بلکہ رزق کے بغیر ایک مکھی تک نہیں ہے "نت اس برہم ما نارائن کی ثنا بھی مطلوب ہے جس کی پروردگارانہ صفت کا نام ہی وشنو ہے۔

بھگتی وشنو تحریک کی طرح ریشی تحریک میں بھی نجات کا سب سے بڑا ذریعہ تسلیم کی گئی ہے۔

ع
اللہ پرنس دورا ھپری رز
ز گجتع لاادن سری زِ نہ زانہہ
یادس تھندس دہ دن بُری ز
زندہ آسیتھ مُرِ نہ زانہہ

(اللہ بار بار پڑھ اور دنیا کی منت کبھی نہ اٹھا اسی (خدا) کی یاد میں دن گزار کر اس طرح تو زندہ ہو کر کبھی نہ مرے گا)۔

بھگتی مارگ میں نہ کوئی اونچ نیچ ہے اور نہ کوئی فرقہ بندی، انسان محض انسان ہے جس کی عظمت اس میں ہے کہ وہ بھگتی کی آگ سے اپنی تمام کمزوریاں اور جبلتیں کو تاہیاں بھسم کرے تاکہ اس کی بھگتی سے ایشور خوش ہو جائے۔

---

[1] پوانز نبسر ز، ۱۲، ۱۹۶۶

Marfat.com

اُکس ماٹھس ماجیہ [illegible] شدیں
تیہ دے ترڑاو [illegible] تہ کیائہ
مسلمان [illegible] ایا و ہنیےٹے درہن
[illegible] شدان ترنہ [illegible]

(ایک ہی ماں باپ کی اولاد مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایشور بھو کر دیا ملے گا ۔ کب ایشور ان پر خوش ہو گا ۔)

لیکن بھگتی آسان ترین راستہ ہو کر بھی آسان نہیں ہے ۔ بقول شیخ بھگت بننے کے لئے آگ کو چکھنا، زہر کو پینا پڑتا ہے، اور اپنے آپ کو خون کی ندی کے پار اتارنا ہوتا ہے ۔ ع

نار گرڑھہ ذہن گار گرڑھہ ترا پڑنے
پان گرڑھہ تارن ہوئیندے

اس ندی کو بھگت اسی صورت میں پار کر سکتا ہے جب بقول شیخ اس کے دل کی پھلی سوکھی نہ رہے بلکہ بھگتی کے جل سے ہمیشہ تر و تازہ ہوتی رہے ۔ ع

دل پھلے گا ڑتے بوکھہ مو تھاؤن
ذکر پُنڈ بوئی دس تہ لیوتے

بھگتی کی آگ میں جل کر ہی انسانی وجود کندن کی طرح دمکتا رہے گا ۔ اور بھگتی کا رس جب ہردے کو سینچے گا تب ہی بھگت پرم گتی حاصل کرے گا ۔ ع

ماشوق سے سیں عشق [illegible] سیتی درسے
معاں زان [illegible] لیدہ ساہنے پان
عشق دودیس وانبہ سنے
سے ابر واے لامکان سے

Marfat.com

بھگتی مارگ میں سب سے بڑی رکاوٹیں وہی پانچ بھوت ہیں جن پر غالب آنے کی تلقین گیتا، بھاگوت اور وشنو پران میں بار بار کی گئی ہے۔ ریشی حضرات بھی انہی کو عرفان کے سب سے بڑے دشمن سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ نے بار بار ان سے نبرد آزما ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

ع

کام، کرود، لوب، مہ اہنکار پتھے
دوزخی نار پھتے دِوان برائے
کرزِیہ تہ کارن ونداوار پتھے
چندس دیانہ پھتھی مہ کر ہاے

(شہوت، غصہ، لالچ، حرص اور تکبر جہنم کی شعلہ زن آگ ہے۔ ان سے بچنے کے لئے نیک عمل کرنا چاہئے، یہی تمہارا زاد راہ ہے۔ جو تمہاری جیب میں ہے اس کی حفاظت کر)

زُو نیر، بُڑو نیر پتہ تہ پتہ
گُرشن دوان زِدتہ سشی کار

(پہلے روح جسم سے نکلے گی اور پھر لالچ۔ دونوں کے دو راستے ہوں گے)

ریشیت کی اساس کسی مربوط فلسفیانہ نظام پر نہیں۔ اس کے بغیر بھی کبھار ریشی ادب میں کوئی منظم فلسفیانہ آہنگ نہیں ملتا ہے۔ حقیقت میں ریشی فلسفیانہ موشگافیوں کے بجائے زندگی کی عملی قدریں عزیز رکھتے تھے۔ انہیں فلسفیانہ نظام میں اور اخلاقی پہلو " ETHICAL ASPECT " پیش نظر تھا۔ شاید اس لئے کہ اخلاقیات اور روحانیات کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریشی فلسفے کے برخلاف ہمیں یہاں "اہنکار" " EGO " کی نفسیاتی تاویل نہیں ملتی ہے ——— ریشیوں نے "اہنکار" اور "کام" " LUST " کو سطحی سطح پر جانچا اور وہ ان کے لطیف پہلوؤں کو نہ سمجھے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کے لئے ذہنی رغبت اور تجربہ نہ رکھتے تھے بلکہ وہ لوگوں

Marfat.com

کو فلسفیانہ باریکیوں میں الجھانے کے بجائے نفس کشی، زہد و تقویٰ کے لئے تیار کر کے عشق و عرفان کے راستے سے گذار کر جہاد کے لئے میدانِ عمل میں کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے ان مذہبی لوگوں کے لئے اُن کے دل میں کوئی عزت نہ تھی جو نہ تو عشق و عرفان کا کوئی تجربہ رکھتے تھے اور نہ راہِ عمل اختیار کرتے تھے۔ ایسے لوگ ریشیوں کی نظر میں پڑھے لکھے گدھے، ریاکار اور منافق تھے۔

پڑان پڑان خدائی پڑ گئے
خر گیہ کتابہ بارن آ سیتھ
یم ولہ نش باخبر گئے
تم تر گیہ تاہر تر تھ کبتھ

(پڑھتے پڑھتے اڑنے کی طاقت ہی ختم ہو گئی گویا کہ گدھوں پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا تھا۔
جن لوگوں نے اپنے دل کو پہچان لیا وہی مردِ کامل دریا کو پار کر گئے۔)

اٹھ گنڈ پانس موذم رنڈو
اُمہ سیتی وھندل دوتی نو
اُمہ تسبیح ناصہ تہ جنشد و
اُمہ چھیند سے اُٹھ یر پی نو

(اس مادی جسم کی نماز بھی نہانے سے کیا ہوگا۔ اس سے تو دل کا میل کبھی نہیں دھلے گا۔ یہ تسبیح عصا اور خرقہ ایک فریب ہے جس سے تم اُسے کبھی نہیں پا سکتے ہو۔)

دوچھ بتہ اُزدو زدو لوھر
دوچھ بتہ بھرے آبہ آبہ جانگ
دوچھ بتہ کھتیا ولہ سنز لو کرے
تہ یہ مالہ بہرے شونگی تے بانگ

Marfat.com

(بغیر محنت کے چاول بے حساب پکاو کیونکہ اب گھر گھر ایسے ہی چاول کھا کر لوگ (درویشی اور عرفان) کا سوانگ رچانے لگے ایسے ہی چاول جب (بے عملی اور ریاکاری) ملا کی مرغی نے کھائے تو وہ بھلا اتنی قابل بن گئی کہ بیٹھے بیٹھے ہی اذانیں دینے لگی ۔

نہ صرف وشنوی مفکر بلکہ من کی دولت کو عزیز تر رکھنے والے تمام صوفی اور اہل دل بھگتی کو وسیلہ نہیں بلکہ اپنی منزل سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی رابعہ بصری ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی لے کر جنت کو جلانا اور جہنم کو بجھانا چاہتی ہے تاکہ کوئی جنت کی لالچ یا جہنم کے ڈر سے بھگتی مارگ کو نہ اپنائے۔ رشی سنڈاتت جزا کی امید رکھنے والے بھگت کو بھگت ہی نہ سمجھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ عمل یعنی کرم کرنے میں انسان آزاد ہے لیکن اس کے پھل یا نتیجہ پر نظر رکھ کر وہ سچا کرم یوگی یا بھگتی یوگی نہیں ہو سکتا ۔ ہندو یا کہ انسان سے اس کے اپنے اعمال کا حقیقی تعین کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ گیتا کا اہم ترین فلسفہ ہے۔ ایسے لوگوں کی طرف بھگوان کرشن یوں اشارہ کرتے ہیں :

۴۳/۲ خواہشات دنیوی میں پھنسے رہتے ہیں سدا
کامنائیں کی کبھی ہوتی نہیں ان سے جدا

۴۴/۲ سورگ کے طالب ہیں وہ ان کی نہیں بدھی سے مہر
نہ انہیں وشواس پورن نا سمادھی کی خبر

اس لئے عارف کے لیے واحد راستہ بے لوث عمل و آگہی کا ہے۔ کرشن ارجن کو سمجھاتے ہیں :۔

۴۷/۲ کرم کرنے کا اے ارجن تجھے ادھیکار ہے
تو مگر اس کے نتیجے کا نہ ذمہ دار ہے
کرم کرنا ویر ارجن دھرم ہے انسان کا
کرم کرنے ہی سے کھل جاتا ہے پھاٹک گیان کا

Marfat.com

کرتا نہیں ہے جو من چاہا سے اندر کی ہوا
کرتا ہے ... من ... سے ... سے سدا
٢/٤٨ کامیابی و ناکامی کو یکساں سمجھتا ہوا کر
کام کر تو دھننجے ... سمتوم اپنا بن کر
٢/٤٩ بے لگاوٹ کرم کرنے ... سے ... بہتری
بس اسی یکسانیت کو یوگ کہتے ہیں سبھی

اور پھر ایسے عارفوں کا طرز حیات کیا ہے ؟ غور کرنے کی بات ہے گیتا کا تجزیہ کس حد تک ہمارے رشیوں پر صادق آتا ہے۔ خاصکر ایسا لگتا ہے کہ رشیت کے آفتاب نے نہ صرف گیتا کو پڑھا تھا بلکہ اس سے اس حد تک متاثر ہوئے تھے کہ خود کو عملی گیتا بنا رکھا تھا بھگوان کرشن پختہ رشی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ترک کر دیتے ہیں وہ اپنے دلی جذبات کو
٢/٥٥ چھوڑ دیتے ہیں وہ ارجن حس و محسوسات کو
کام، کرودھ اور لوبھ، موہ ان کو نہیں ہوتا ذرا
چھل کپٹ ہنکار کی مطلق نہیں ہوتی ہوا
استتی، نندا، غمی شادی کا نہ ان پر اثر
سورگ کی اچھا نہ دوزخ کا انہیں خوف و خطر
٢/٥٦ راگ دویش اور عیش و عشرت کی نہیں ہے چاہ انہیں
رنج و غم دکھ درد کی مطلق نہیں پرواہ انہیں
٢/٥٧ وہ خودی ہنکار کا مطلق ہی دم بھرتے نہیں
بھول کر بھی الٹے مارگ پر قدم دھرتے نہیں
اندریوں کو وش میں کرنے میں بڑا سکھ پاتے ہیں وہ

Marfat.com

[illegible] کر [illegible] [illegible] عمیق زہ
[illegible] طرح [illegible] [illegible] [illegible] زر بد ن
[illegible] کے اندر [illegible] [illegible] [illegible]
ان [illegible] ہوتا ہے [illegible]
انکساری [illegible] اور [illegible] ہوتی ہے [illegible]
ایک ریشی گیان وان کی بس [illegible] پہچان ہے
دیوتاؤں سے بھی افضل گرچہ وہ انسان ہے

ہمارے عظیم ریشیوں کی زندگی گواہ ہے کہ وہ ان اشلوکوں کا عملی مجسمہ تھے۔ وہ پورن بھگت تھے اور اس بھگتی سے ان کی غرض وغایت بھگتی کے آنند کے سوا کچھ نہ تھی۔ وہ نہ جنت کیطرف للچائی نظروں سے دیکھتے تھے اور نہ جہنم سے نفرت کرتے تھے۔ وشنویوں کیطرح ہمارے ریشی حضرات روحانی [illegible] ارتقا سے زیادہ روحانی حرکیت کے قائل تھے اور قربت وفرحت دونوں کو ایک ہی محبوب کے ناز وادا کے دو پہلو سمجھتے تھے اور دونوں سے انہیں عشق تھا کیونکہ دونوں میں وہی مثبت اور منفی جلوہ گری تھی۔ حقیقت میں ہمارے ریشی حضرات آٹھوں رسوں سے جہاد کرتے ہوئے نویں رس "آنند" کی سیما پر تھے۔ یہی برہم کا وہ مذہب ہے جس کی تشریح بھاگوت فلسفے میں کی گئی ہے۔ خود شیخ العالم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ع

کتھ یِیہ تِرے کُن بے غرضے
کُس آسہ دِلس تیُتھ وُسعت
جنتکہ طمعہ تہ دوزخہ سیتے
دِیہ یِچھی کران عبادت

(کون تمہاری طرف بغیر کسی مطلب کے آئے گا۔ کس کے دل میں اُتنی وُسعت (عرفان وآگہی) ہوگی۔ اے خدا! یہ لوگ (کتنے احمق ہیں) تمہاری عبادت جنت کے لالچ

Marfat.com

مندر میں سمے کے دوران ذکر کرتا ہیں۔

وشنو کے روپ کو پانے کیلئے یوگ کے طریقے کو عمل میں لاتے ہیں۔ وشنو پران میں پرماتما رشیوں کیلئے میں یوگ کا مطلب ہے ملاپ۔ یہ ملاپ نہ صرف آتما اور پرم آتما کا ہے بلکہ اندریاں اور حواس کا ان ساتھ من کا بدھی (عقل) سے اور بدھی کا آتما کے ساتھ بھی ہے۔ یوگ کی مختلف قسمیں ہیں۔ "کرم یوگ" یعنی علم و تجربے کا راستہ "راجیہ یوگ" اس کو نہ تو وشنویوں میں زیادہ فروغ ملا اور نہ ہی کشمیری ریشیوں نے اسے اپنایا۔ "گیان یوگ" یعنی علم و تجربے کا راستہ "ہٹھ یوگ" یعنی ضبط و تحمل کا راستہ "بھگتی یوگ" یعنی عشق و عرفان کا راستہ "عملی یوگ" یعنی حبس دم وغیرہ کا راستہ۔ یہ سب یوگ عملاً ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں اس لئے ایک ساتھ برتے جاتے ہیں۔ ہمارے ریشی تو عمل کے شیدائی ہی تھے۔ اور عمل کو ہی وہ گیان کے لئے ایک آسان راستہ سمجھتے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے فلسفیانہ باریکیاں بہت کم برتی ہیں لیکن ان میں تجربے کی عظمت ہے۔ وہ پسند اور ناپسند کو تج کر "ہٹھ یوگ" یعنی ضبط و تحمل کے پتلے تھے۔ بھگتی یعنی بے لوث عشق ان کے رگ و پے میں سما چکا تھا۔ عملی یوگ کے طریقوں یعنی یم، نیم، آسن، پرانایم، پرتیہار، دھارنا، دھیان اور سمادھی سے وہ واقف تھے اور ان کو روزانہ عمل میں بھی لاتے تھے۔ بنیادی طور پر "کرم یوگ" کی ہر ایک یوگ میں ضرورت ہے۔ ہاں کچھ ریشی صرف "کرم یوگ" اور "بھگتی یوگ" کے ہی قائل تھے۔ یہاں میں صرف ککر بھون کی گوپی کی روایت کا ذکر کروں گا۔ دیہ مال نام کی یہ دوشیزہ لڑکی وشنو[1] کو اپنا روحانی باپ سمجھتی تھی جس کی ایک تصویر اسے باپ نے مرنے کے وقت دی تھی۔ اس گوپی کا کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ یہ گاؤں والوں کے صحن صاف کرتی تھی اور کوڑے کرکٹ سے اناج کے دانے نکال کر پرندوں کو کھلاتی تھی۔ یہ گاؤں والوں کے لئے دور سے پانی بھی لاتی تھی کیونکہ ککر بھون میں پانی ہی نہ تھا۔ اس کے دل میں ایک ہی ارمان اور ایک ہی ولولہ تھا کہ وہ کب اپنے باپ کو دیکھے جس کی تصویر اس کے دل میں کندہ ہو چکی تھی۔ اپنی اسی

---

[1] کہا جاتا ہے ککر بھون میں وشنو کا ایک عظیم مندر تھا جسے بعد میں اورنگ زیب کے حکم سے ڈھایا گیا۔

خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ برسوں روتی اور تڑپتی رہی۔ ایک دن وہ پانی لانے کیلئے جارہی تھی کہ راستے میں منہ کھولے اسے ایک شیر ملا۔ وہ من ہی من شیر سے کہنے لگی "مجھے جانے دو۔ میں پانی چھوڑ کر پھر آوں گی۔ ان لوگوں کو پانی کی سخت ضرورت ہے۔ تم مجھے بعد میں کھالینا۔ اسے زیادہ میرے اس فانی شریر کا اچھا مصرف اور کیا ہو سکتا ہے"۔ شیر نے راستہ دے دیا۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ اس نے ذاتی بچاؤ کیلئے خدا سے التجا نہ کی۔ شاید ایک سچے بھگت کیطرح وہ اپنے محبوب کو اپنے فانی جسم کیلئے تکلیف نہ دینا چاہتی تھی۔ جب وہ پھر آئی تو شیر کے بجائے وہاں اس نے وشنو کو پایا جکی شکل ہو بہو اس تصویر سے ملتی تھی جو برسوں سے اس کی تمام تر توجہ کا مرکز رہی تھی۔ اس نے اپنے لئے ہر کسی وردان سے انکار کیا۔ صرف گاؤں والوں کے لئے پانی مانگا۔ اسی حال میں واپس آکر وہ کوڑے سے اناج نکال کر پرندوں کو کھلانے لگی۔ اسی اثنا میں غیر شعوری طور پر اس نے انگلیوں سے زمین کریدی۔ پانی کا تڑپتا ہوا فوارہ باہر آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوسرے پرندوں کے ساتھ پرندہ بن کر اڑنے لگی۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس روایت میں تاریخ اور عقیدت مندی کے عناصر کہاں تک ایک دوسرے میں گھل مل گئے ہیں۔ لیکن اس سے ہمارے موضوع پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ حضرت شیخ نے بھی اس گونگی کے بارے میں ریشیوں کے درمیاں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

کُک بوانچ ۔۔۔ کچھے

اُکی کوزُن رسہ

سیتی جانا وارن ژُ جی

تیتھؑ سے وَر دتم رد پہ

دکلہ بھون کی وہ گونگی جس نے سب کی خدمت ایک لگن سے کی اور جو پرندوں کے ساتھ اڑگئی۔

اے میرے دیوتا مجھے بھی ویسا ہی وردان دینا)

ریشیت میں بھی بھاگوتی فلسفے کے مطابق فطرت کو من کی حد تک سراہا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد جب روح کا الہام شروع ہوتا ہے، تو عناصر فطرت کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہتی۔

Marfat.com

بقولِ شیخ العالم؎ ———— ع

زُوتہ اوزمعے، پوَن تہِ اوزمعے
زہھد تہِ اُنزمعے، اوزُمعے شار
یمن پدن میٔنے دیثزار گوزمعے
بار خدایا پاپ نوار

(جسم بھی فانی ہے اور ہوا و دیگر عناصر فطرت بھی (اتنا ہی نہیں) شعور بھی فانی ہے۔
مجھے ان شبدوں کی تفسیر چاہیئے۔ اے رب الجلیل میرے گناہ معاف کر)

یہاں عناصر فطرت کے فانی ہونے کے ساتھ ساتھ جیو اور شعور کو بھی فانی مانا گیا ہے۔ ایک طرف تو شیخؒ کا یہ خیال دورِ جدید کی شاعرانہ اور فلسفیانہ رفعتوں کو چھو لیتا ہے۔ انسان تب تک بکھرا رہتا ہے جب تک اُسے احساسِ ذات رہتا ہے۔ یہ احساس تب ہی ختم ہوگا جب شعور فنا ہوگا۔ دوسری طرف اپنشد کی نظر سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک انسان فطری جسمانی نفسیاتی اور ذہنی سطح پر زندہ رہنے کی کوشش کریگا تب تک نجات ممکن نہیں اور جب تک وہ پانچویں کوش یعنی آتمک سطح پر پہنچے گا تبھی اُسے نجات ملے گی۔ دشنویوں کے مطابق یہاں شیخؒ فطرت کے الہام کی محدودیت واضح کرتے ہیں۔

دشنوی روزہ کے بے حد قائل ہیں۔ اس لئے یہ لوگ سال میں چار مہینے روزہ رکھتے ہیں۔ زنکا اور میران ریشی نے شیخ العالم کے مطابق روزہ اور برت سے ہی عظمت حاصل کی اور خود شیخ کی یہی مثال ہے۔ اسی طرح دشنویوں کے "ست سنگ" نیک صحبت کی مثال بھی کلام شیخ سے واضح ہے۔ بقولِ

دَانس منِد چھے امرِتہ گور ؤ
پھیُور پھیُور اُسی تیس بشیان

(بدھی مان وہ گورو ہے (جسکی صحبت میں) آبِ حیات قطرہ قطرہ برستا رہتا ہے۔)

Marfat.com

اگرچہ منطقی طور پر وشنوی خدا کو قہار یا رحیم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک منصف سمجھتے ہیں جسکا کام اعمال کے مطابق عدل کرنا ہے لیکن بھگتی کے ناطے مادھو آچاریہ اور بھاگوت دونوں کا عقیدہ ہے کہ بھگتی کے راستے میں جذبہ دروں کتنی بھی شدت کیوں نہ رکھتا ہو لیکن تب تک کچھ نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اس سلسلے میں "نظر کرم یا فیض" اور "امداد ربانی" حاصل نہ ہو۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سالک کی راہوں کو روشن کرنے کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ ریشی حضرات کا تو گویا یہ ایمان ہی ہے۔ ع

یس ژٕ دِکھ یس نتھ ہنکہ کُنھ نے
کیا کرِس گرُتے کیا کرِس تات
یس ژٕ نکھ تس دِتھ ہنکہ کنھ نے
کیا کرِس قابلیت کیا کرِس ذات

(جسے تم دوگے اس سے کون چھینے گا، نہ یہاں وقت اور نہ نیک ساعت کی ضرورت ہے اور جس سے تم چھینوگے اُسے کون دے گا۔ چاہے وہ کتنا بھی قابل اور بڑی شخصیت کیوں نہ ہو)

وشنویوں کیطرح ریشی مجازی رنگ میں یار کی رنگینیوں کو دیکھ کر وجد میں آنا چاہتے ہیں۔ بقولِ شیخ ع

بگہ برکٹ برتھم ریشس
چھم ژٕہتس ژٕ مہر بنو

(اے ایش! مجھ ریشی کے سامنے (مجازی لباس میں) ظاہر ہو جا۔ اے مہربان! مجھے تم یاد ہو)

وشنویوں اور ریشیوں کے ہاں "دریا" کی علامت بار بار استعمال ہوتی ہے اور اس سے دونوں ایک ہی مفہوم یعنی "زہریلا ساگر" مراد لیتے ہیں تو اس دنیا کیلئے استعارہ ہے۔ ہمارے ریشی وشنو پران کے اس تصور سے بھی آشنا ہیں کہ "دیارنی نری" انسانی جسم

Marfat.com

کی علامت ہے، جسے پار کرکے ہی خود شناسی و خود آگہی کا عالم طاری ہو سکتا ہے!

ہماری ریشی تحریک سے منسلک بے شمار ریشی مختلف عقیدوں کے منش تھے لیکن ...
اُن کی بنیادی زندگی ضبط نفس، ترک علایق، پرہیزگاری اور اہنسا سے عبادت آراتھی۔ اُن سب کا بنیادی مسلک بھگتی مارگ تھا۔ یہ انسان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا علم رکھتے تھے۔ اس لیے رب الجلیل کی خدمت میں عشق کی شدت سے پروئی ہوئی من کے موتیوں کی مالا نثار کرنے کو ہی سب سے بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ یہ ریشی گویا کہ گوکل (دنیا) کی وہ گوپیاں (جیو آتما) تھیں جو چاہتی تھیں کہ کرشن (پرم آتما) اُن کے کپڑے (مایا عناصر کی جلوہ گری) چرا کر انہیں خود میں سموے۔ جن کا کھانا، پینا، نیند، آرام اور سکون (حواسات) ہی اس عشق کی نذر ہو چکے تھے بلکہ جو اپنے خاوندوں (عقل و دلیل) کو سوتا ہوا چھوڑ کر خود بنسری کا ازلی اور مدھر سنگیت سننے کیلئے نکلی تھیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہماری ریشی تحریک کی علامت یعنی حضرت شیخ کو اپنا دل عشق و بھگتی کی اوکھلی میں پھنسانا پڑا۔ شلوک اٹھانے والی عقل اور جینے من کی کونل بھاگ گئی۔ وہ اس اوکھلی میں دل پیستے رہے اور اس کے امرت کو خود ہی چوستے رہے، لیکن موت و زندگی کے نتیجے سے لاپرواہ ہو کر ——————— !

کولِکہِ دوہ کھلہِ وُاُنج پیشم
کوہ کل زُجم تہ بیۆٹھس رٔ سہٕ
پیُشم تہٕ پیشم بانس نٔ پشم
کو زانہٕ تو سیتھہٕ مرکنہٕ لسہٕ

جس طرح سے نو مہات ہے جو رتہ
ماں کا
بھوکا بھیڑا کاٹ کا

اور

بے چین اور تڑپتی ہوئی

محبوبہ

اپنے پریمی کا

انتظار کرتی ہے۔

اسی طرح

میرے ایشور

میرے شعور کی آنکھیں

تمہیں دیکھنے کے لئے

تڑپ رہی ہیں ——— !

شریمد بھاگوت (ـ ۱۰، نمبر ۲۴)

Marfat.com